قرآن وسنت، ائمہ کرام، محدثین
اور جید علما کے نقطہ نظر کی روشنی میں
فضائل ومناقب
اہل بیت عظام رضوان اللہ
اور
یزید کا کردار
مصنف
پروفیسر ڈاکٹر مولانا نجم الدین سراج
سابق چیئرمین ڈیپارٹمنٹ آف عربک اسلامک سٹڈیز اینڈ ریسرچ گومل یونیورسٹی ڈیرہ اسماعیل خان

بسم الله الرحمن الرحيم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَاعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰہِ جَمِیۡعًا وَّلَا تَفَرَّقُوۡا

اور اللہ کی رسی کو سب مل کر مضبوطی سے تھامے رکھو،

اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو۔

(سورۂ آلِ عمران: آیت:۱۰۳)

قرآن وسنت، ائمہ کرام، محدثین اور جید علما کے نقطہ نظر کی روشنی میں

فضائل ومناقب

اہل بیت عظام رضوان اللہ

اور

یزید کا کردار

مصنف

پروفیسر ڈاکٹر مولانا نجم الدین سراج

سابق چیئرمین ڈیپارٹمنٹ آف عربیک اسلامک سٹڈیز
اینڈ ریسرچ گومل یونیورسٹی ڈیرہ اسمٰعیل خان

جامع مسجد سراج العلوم، ڈیرہ اسمٰعیل خان

ضابطہ

کتاب: فضائل ومناقب اھل بیت عظام رضوان اللہ
اور یزید کا کردار

مصنف: پروفیسر ڈاکٹر مولانا نجم الدین سراج

مشینی خطاطی: الکتاب گرافکس ملتان

سرورق: ابومیسون

ترتیب: پروفیسر ڈاکٹر مولانا نجم الدین سراج

تزئین: ابومیسون اللہ بخش

ضخامت: ۲۵۰ صفحات

تعداد: ایک ہزار نسخہ

قیمت: ۱۰۰۰ روپے

ناشر: الکتاب گرافکس ملتان

رابطہ برائے کتاب

☆...... غور ٹاؤن، فیز 3۔ اسلام آباد

☆...... جامع مسجد سراج العلوم، ڈیرہ اسمٰعیل خان

☆...... قمر بک سٹال، رحیم بازار ڈیرہ اسمٰعیل خان

ملتِ اسلامیہ کی کامیابی
وکامرانی کا واحد راستہ
اتحاد بین المالک

فہرست مضامین

پیش لفظ

نحمدہ ونصلی علی رسول الکریم

آج معاشرہ میں اخلاقی قدریں دم توڑ رہی ہیں مایوسی بددلی اور آپس میں بے اعتمادی پھیل رہی ہے ملک میں معاشرتی انتشار دن بدن پھیلتا جارہا ہے اسلامی معاشرہ کا خواب تو کیا پورا ہوتا نئی الجھنیں پیدا ہوتی جارہی ہیں ہر طرف رشوت بدیانتی چوری ڈکیتی اور دھوکہ دہی کا بازار گرم ہے۔ ہر انسان ذہنی کشمکش کا شکار ہے۔ ہماری معاشرت میں بے حیائی وعریانی میخوری اور فحاشی وعیاشی کا دور دورہ ہے نیم برہنہ لباس میں نیم برہنہ عورتیں نچوا کر نائٹ کلبوں کی رونق بڑھائی جاتی ہے۔

ہندوؤں کی ثقافت پر اعلانیہ فخر کیا جاتا ہے سودی نظام کے ذریعے سرمایہ دار پیدا کیئے جارہے ہیں ملک کی تمام دولت سمیٹ کر چند سرمایہ داروں کے قدموں میں ڈھیر کردی گئی ہے۔ ذرہ ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہیئے قومیں اور ملک اصولوں کی بنیاد پر بنتے اور بگڑتے ہیں ہم نے اصولوں کی بنیاد پر پاکستان بنایا تھا قائداعظم محمد علی جناح نے نومبر ۱۹۴۵ میں فرمایا تھا کہ مسلمان اور ہندو ایک دوسرے سے مختلف ہیں اپنے مذہب اپنے تمدن وثقافت اپنی تاریخ اپنی زبان اپنے فن تعمیر اپنے قانونی نظام اپنی معیشت ومعاشرت سے ہم بالکل ہندوؤں سے مختلف ہیں ذرہ غور فرمائیں کہ آج ہم نے مغربی معاشرت کو اپنا اوڑھنا اور بچھونا بنایا ہوا ہے یہ ہماری کتنی بدقسمتی ہے کہ ہمارے اسلاف نیا سلامی ثقافت معیشت ومعاشرہ کو سیکڑوں برس کی محنتوں سے ہمارے اندر جو اصلاح کی تھی آج ہم اس کو بری طرح مسخ کرچکے ہیں اسلاف کے خلاف ہمارے دلوں میں نفرت اور مخالفت کے بیج

بوئے جاتے ہیں۔

اس وقت کرہ ارض میں ۵۴ اسلامی ممالک موجود ہیں ان میں ایک بھی اسلامی ملک ایسا نہیں ہے جو یہ دعویٰ کر سکے کہ وہ کلیتاً آزاد وخود مختار ہے نام نہاد اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں کسی بھی اسلامی ملک کی نمائندگی نہیں ہے۔ صرف غیر اسلامی ممالک کو ویٹو پاور حاصل ہے ہماری بقاء اور سلامتی کے فیصلے ایشیاء کی بجائے امریکہ و برطانیہ میں ہوتے ہیں مسلمانوں کے وسائل و دولت پر غیر مسلموں کا کنٹرول ہے جو دولت مسلمان کماتے ہیں وہ امریکہ و یورپ کے بینکوں میں یرغمال پڑی ہے۔ پاکستان دولخت ہوا اقوام متحدہ خاموش تماشائی بنی رہی لیبیا کی معیشت پر شب خون مارا گیا عراق و شام کو خاک وخون میں نہلا دیا گیا دنیا کا ضمیر خاموش رہا بے بسی اور بے حسی مسلمانوں کا مقدر بن چکی ہے آج مسلمانوں کے خلاف تمام مغربی و سامراجی قوتیں یک جاں و یک قالب ہو چکی ہیں پورا عالم کفر مسلمانوں کے خلاف متحد ہو چکا ہے اس کی پوری کوشش ہے کہ مسلمانوں کو آپس میں لڑایا جائے ان کو متحد و متفق نہ ہونے دیا جائے اگر عالم اسلام آپس میں متحد ہو گیا اس دن عالم کفر کی موت ہوگی آج ہم ان بڑی طاقتوں کی سازشوں کا شکار ہو چکے ہیں دولت کے بل بوتے پر امت مسلمہ کو آپس میں لڑایا جا رہا ہے۔ آج ملک میں سنی و شیعہ کا اختلاف پیدا کر کے ان مسائل میں الجھایا جا رہا ہے جن مسائل کی آج اس دور میں کوئی ضرورت و اہمیت نہیں۔ آج ہم بے وجہ ایکدوسرے کے ساتھ دست و گریبان ہیں۔ بھائی بھائی میں تفرقہ گلی کوچوں میں فساد گھر گھر لڑائی و جھگڑا عالم اسلام فرقہ بندی اور گروہ بندی کا شکار ہے ان تمام داخلی انتشار اور خارجی سازشوں سے نجات حاصل کرنے کا واحد راستہ بقول علامہ اقبال ہم جو خوار ہوئے تارک قرآن ہو کر آج بھی قرآن ہمیں پکار پکار کر کہہ رہا ہے **ولا تفسدو فی الارض** زمین میں دنگا و فساد مت کرواے مسلمانوں آپس میں فرقوں میں مت تقسیم ہو جاؤ۔

واعتصمو بحبل اللہ جمیعاو ولا تفرقو کی صدا آج بھی گونج رہی ہے کہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور آپس میں تفرقہ بازی چھوڑ دو اس انتشار کی بنیادی وجہ انتہا پسندی اور تنگ نظری ہے اس کا واحد حل اسلام کا نظریہ اعتدال رواداری اور آپس میں پیار و محبت ہے آج اگر امت مسلمہ متحد ہو کر صحیفہ رحمانی قرآن حکیم پر عمل پیرا ہو جائے تو تقدیر عالم ہماری مٹھی میں ہو گی اور ہم ہی کرہ ارض کی نیابت اور اقتدار کے مالک ہوں گے۔ اس کے لیئے واحد راستہ اہل بیت عظام، صحابہ کرام کا ہے جو انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد روئے زمین میں جن کا مقام ہے جنہیں سید الاولین وآخرین کی زیارت، صحبت ورفاقت کا شرف حاصل ہوا جنہیں پوری دنیا کی امامت وسیادت وقیادت کے منصب پر فائز کیا گیا۔ یہی حضرات جن کے ایمان واسلام کو دوسروں کے لیئے معیار قرار دیا گیا کیونکہ یہی حضرات امام الانبیاء سید الاولین وآخرین کے عینی شاہد اور نزول قرآن کے چشم دید گواہ ہیں اگر ان حضرات کا واسطہ درمیان سے نکال دیا جائے تو امت اپنے نبی کریم ﷺ سے کٹ جائے گی اس لیئے آنحضرت ﷺ جب دنیا سے تشریف لے جانے لگے تو اصحابہ کرام اور اہل بیت عظام کو اسلام اور قرآن کا پاسبان بنا کر گئے قرآن پاک نے ان کو خیر امت کے خطاب سے نوازا ان حضرات کے درمیان کوئی عداوت و دشمنی نہیں وہ آپس میں رحیم و شفیق ہیں اور ان کو رحماءبینھم کے القاب سے نوازا جن کی رضاعت اور خوشنودگی کی گواہی قرآن نے یوں دی رضی اللہ عنھم ورضوعنه۔

کتاب ھذا میں محترم جناب ڈاکٹر صاحب نے قرآن وسنت کی روشنی میں مقام اہل بیت مقام خلفاء راشدین پر پوری وضاحت کے ساتھ امت کی رہنمائی فرمائی ہے۔ واللہ یقول الحق ویھدی السبیل اللھمّ تقبل منّا انکّ انت السمیع العلیم۔

علامہ مولانا ڈاکٹر احمد علی سراج

ورلڈ سیکرٹری جنرل انٹرنیشنل ختم نبوت مومنٹ، مدینہ منورہ
ممبر نیشنل علماء ومشائخ کونسل، وزارت مذہبی امور پاکستان

دیباچہ

پروفیسر ڈاکٹر نجم الدین سراج کا ارمغانِ عقیدت ومحبت

پروفیسر ڈاکٹر نجم الدین سراج وطن عزیز کے معروف عالم دین، استاذ اور ادبی شخصیت ہیں۔ کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ کے بارے میں اور مسئلہ طلاق پر آپ کی تحقیقی کتاب ملک گیر شہرت حاصل کر چکی ہیں۔ آپ کا تعلق جید علماء کے گھرانے سے ہے۔ آپ ایک سادہ مزاج اور حق شناس عالم دین ہیں۔ اس وقت عالم اسلام جس ابتلا سے گذر رہا ہے اس کا ادراک رکھتے ہیں۔ اتحادِ اُمت کے بارے میں آپ ہمیشہ فکرمند رہتے ہیں۔

زیر نظر تالیف بعنوان ''فضائل ومناقب اہل بیت عظام اور یزید کا کردار'' ایک شاندار تحقیقی کاوش ہے خصوصاً یزید کے بارے میں اُمت سرگراں، انتشار اور بے مقصد بحثوں کا شکار ہے۔ بطور پروفیسر فاضل مؤلف عالمی سطح پر اس فتنہ سے آگاہ ہیں اور ساتھ ہی دشمنانِ اسلام کے ارادوں سے بھی واقف ہیں۔ آپ نے بڑی دردمندی کے ساتھ دین اسلام کی روح کے عین مطابق برحق اور معتدل انداز میں سچائی کو منظر عام پر لانے کی سعی کی ہے۔ آپ نے کہیں پر بھی اعتدال اور حزم سے پہلو تہی نہیں کی ہے۔ آپ چاہتے ہیں کہ اُمت پھر سے متحد ہو جائے۔

آج یہود وہنود اس نکتہ پر متفق ہو چکے ہیں کہ دنیا کے نقشے سے اسلام کو مٹا دیا جائے۔ اُنہیں معلوم ہے کہ امت مسلمہ اپنے ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم اور اسکی اہل بیت سے بہت محبت کرتی ہے۔ وہ چاہتے ہیں اس محبت میں کمی آجائے۔ ڈاکٹر نجم الدین صاحب نے تقاضائے وقت کے مطابق اس چیلنج کو قبول کیا ہے۔ انہوں نے قرآن وحدیث کی روشنی میں جرح وتعدیل کے ساتھ اہل بیت عظام کے مقام ومرتبہ کو بڑے دلنشین انداز میں واضح کیا ہے اور ساتھ ہی فاسق وفاجر یزید کی شخصیت وکردار اور اعمال بد کو بھی بلاکم وکاست ہدف تنقید بنایا ہے۔

حضور ﷺ کی اطاعت اور عقیدہ سب سے اوّل مقام رکھتا ہے۔ وہ نفوس قدسی جنھوں نے دین وعقیدہ کی سلامتی کیلئے اپنی جانوں کی قربانیاں پیش کیں۔ وہی عشاق آج ہمارے امام اور روحانی قائدین ہیں۔ اُنہی کے تذکرہ ہائے جلیلہ سے یہ کتاب مزین ہے۔ بقول جگر مرادآبادی

پہلے تُو حسن عمل ،حسن یقیں پیدا کر
پھر اُسی خاک سے فردوس بریں پیدا کر

عشق ہی زندہ وپائندہ حقیقت ہے جگر
عشق کو عام بنا، ذوقِ یقیں پیدا کر

حضرت شیخ الہند نے اسارت مالٹا کے بعد واپسی پر فرمایا: ''میں نے مسلمانوں کے زوال کے بارے میں بڑا سوچا، دوسبب نظر آئے۔ ایک قرآن کریم سے دوری اور دوسرا باہمی تفرقہ'' میرے خیال میں جس دن اُمت حضور ختمی مرتبت ﷺ کے عشق میں مبتلا ہو جائے گی تو ان کے اہل بیت بھی ہماری آنکھوں کا نور اور دلوں کا سرور بن جائیں گے۔ یزید کے بارے میں بے علم حضرات دلوں میں نرم گوشہ رکھتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے بڑی جرأت سے اس ظالم وفاسق شخص کو بے نقاب کیا ہے۔ اور عالم اسلام کے جید علماء کے بیانات کی روشنی میں اصل حقائق کو واضح کر دیا ہے۔ ''حسینیت کیا ہے، رب العالمین سے عشق۔ نبی صادق ومصدق سے عشق۔''

دین ابراہمی کیا ہے؟ رب کائنات سے عشق۔ یہ وہ مقاماتِ بلند ہیں جن کے حصول کی خاطر جگر پاش مشقین اور زہرا گداز مصائب وتکالیف کو کمال حوصلے سے برداشت کرتے ابدی چراغ جلائے جاتے ہیں۔ ابوتراب بننے کیلئے فرش خاک پر سونا پڑتا ہے۔ رحمت للعلمین تو بنا ہی نہیں جا سکتا، وہ تو سانچا ہی توڑ دیا گیا، ربِ کائنات نے یہ موتی، یہ جوہر ایک ہی بنایا تھا، اُس خالق کریم کے خزانے میں بھی ایک ہی موتی تھا۔ البتہ اُس ہستی یگانہ کی غلامی اختیار کرنے کے لئے کھجور کے پتوں کا بستر اور کھجور کی چھال کا سرہانہ اختیار کرنا پڑتا ہے۔ پیٹ پر پتھر باندھنے پڑتے ہیں۔ اور امام عاشقان بننے کیلئے تپتی ریت پر رب العالمین سے مناجات کرنی پڑتی ہیں۔ بقائے

انسانیت اور بقائے ایمان کیلئے ان صفات ستودہ کا ہونا لازم ہے۔ اگر دل میں کوئی میل نہ ہو۔ اور بصارت میں کوئی کمی نہ ہو تو پرستاران حق وصداقت پر سب کچھ واضح ہو جاتا ہے۔ تلاش حق و صداقت کیلئے کسی بحث ومناظرہ کی ضرورت نہیں۔ مدینہ ہو یا کربلا۔ نجف ہو یا بغداد ان نفوس قدسی کی حقانیت کے چراغ روشن ہیں۔

به مصطفٰے به رساں خویش را که دیں همه اوست
اگر به او نه رسیدی تمام بولہبیست

ڈاکٹر نجم الدین سراج نے اس حقیقت پر زور دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضور ختمی مرتبت ﷺ کو روشن چراغ قرار دیا ہے۔ جو آپ کے قریب ہوتے ہیں وہ روشنی میں ہوتے ہیں اور جو آپ سے دوری اختیار کرتے ہیں وہ اندھیروں میں ڈوب جاتے ہیں۔ سو جو لوگ اس نبی ﷺ پر ایمان لاتے ہیں اُن کی حمایت اور مدد کرتے ہیں اور اس نور کی پیروی کرتے ہیں جو اُن کے ساتھ بھیجا گیا ہے۔ ایسے ہی لوگ پوری فلاح پانے والے ہیں۔ اطاعت کیلئے حضور ﷺ کی ذات عمدہ نمونہ ہے۔ اہل بیت کرام کو حضور ﷺ کی جو قربت نصیب ہوئی وہ کسی اور کو نہیں ہوئی۔ سو اہل بیت کرام کی اطاعت اور اُن سے محبت ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔ اسی میں ہماری فلاح ہے۔ اہل بیت کی اطاعت حضور ﷺ کی اطاعت ہے۔

فاضل مؤلف ڈاکٹر صاحب کا تعلق ان لوگوں سے ہے جو خیر محض ہیں۔ اس زمانہ میں خیر کا وجود صرف علماء حق ہیں۔ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر نجم الدین صاحب کو مزید خیر کی توفیق بخشے۔ انہوں نے زیر تالیف کتاب بعنوان ''فضائل مناقب اہل بیت عظام اور یزید کردار''۔ آج کے پرفتن دور میں جبکہ فرقہ بندی عروج پر ہے۔ بڑے بڑے جید علماء مقام اہل بیت کو سمجھتے تو ہیں مگر اس کا اظہار دبے لفظوں میں کرتے ہیں۔ میں نے ایسے علماء کو دیکھا ہے جو دسویں محرم کے دن ذکر حسین عالی مقام کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ دینی مدارس بھی خیر کا مرکز ہیں۔ ڈاکٹر نجم الدین کے والد گرامی حضرت مولانا سراج الدین صاحب فاضل دیوبند اور مقتدر عالم دین تھے۔ ڈاکٹر نجم الدین کے

زیر نگرانی جامعہ سراج العلوم ڈیرہ اسماعیل خان جمیع خیر ہے۔ اسلام آباد میں بھی آپکی نگرانی میں ایک بڑا مدرسہ اور مسجد خیر پھیلا رہے ہیں۔ آپ کئی اعلیٰ پائے کی کتب کے مصنف ہیں۔ آپ شعبہ اسلامیات و عربیک کے چیئرمین رہے ہیں۔ آپ کے شاگردوں کی تعداد لاکھوں میں ہے۔

سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے ڈاکٹر صاحب کی محبت اور فرزندان رسولِ ہاشمی ﷺ سے آپکی ارادت کسی سے چھپی نہیں۔ خلافت ہو یا شجاعت۔ امامت ہو یا تصوف، باب العلم ہر لحاظ سے ارفع و اعلیٰ نظر آتے ہیں۔ آپکی ذہانت و فطانت، عدل، انصاف، معاملات دنیوی کے بارے میں امام ثانی، خلیفۃ الرسول سیدنا حضرت عمر فاروق اعظم سلام اللہ و رضوانہ علیہ رطب السان تھے۔ آپ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا: ''اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔'' سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے فیصلے صحیفہ عالم پر جگمگا رہے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے اسلام کے اس بطل جلیل کی شخصیت کو اُجاگر کرنے میں اپنی تمام تر محبت اور خلوص کا ثبوت دیا ہے۔ آپ نے جن جن کتب سے اقتباسات لئے ہیں اُن کے حوالہ جات کو باقاعدہ اس کتاب کا حصہ بنایا ہے۔ آل رسول ﷺ اور اہلبیت کی شان تو آسمان کے تاروں سے بھی بلند ہے۔ مگر اُن پاک نفوس کا ذکر کرنا یا لکھنا بھی ایک عبادت ہے۔ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر نجم الدین سراج کی یہ کاوش قبول فرمائے۔ آمین۔

پروفیسر اقبال ندیم

سابق پرنسپل گورنمنٹ کامرس کالج

منزہ کاٹیج۔ وی۔ آئی۔ پی کالونی

بنوں روڈ۔ ڈیرہ اسماعیل خان

24/اکتوبر 2019ء

تقریظ

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ...... نَحمَدُہٗ وَ نُصَلِّی عَلیٰ رَسُولِہِ الکَرِیم

سیدنا حضرت امام حسینؓ اوران کے اصحاب کی مظلومانہ دردانگیز شہادت نہ صرف اسلامی تاریخ کا ایک اہم واقعہ ہے بلکہ پوری دنیا کی تاریخ میں بھی ایک خاص امتیاز رکھتا ہے۔اس میں ایک طرف ظلم وجوراور سنگدلی کے ایسے ہولناک او رحیرت انگیز واقعات ہیں جس سے نہ صرف مسلمان بلکہ ہردرددل رکھنے والے انسان کواس کا تصور بھی بے چین و بے قرار کردیتا ہے۔آلِ نبی ﷺ کے نواسے سیدنا امام حسینؓ اوران کے عزیزوں کی ستر بہتر اشخاص پر مشتمل ایک چھوٹی سی جماعت کا باطل کے مقابلے میں جہاداوراس پر ثابت قدمی اورقربانی وجانثاری کے ایسے محیرالعقول واقعات ہیں جن کی تاریخ میں نظیرملنا مشکل ہے۔

شہادت عالی مقام پرسینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں کی تعداد میں مفصل و مستند کتب مختلف زبانوں میں لکھی گئی ہیں لیکن کتاب ہٰذا میں پروفیسرڈاکٹرنجم الدین سراج نے ایک اچھوتے انداز میں جید فقہا ومحدثین اور علماء کی صحیح روایات اورکتب سے شہادت امام حسینؓ اور خلافت سیدنا حضرت علی المرتضیٰؓ اورفضائل و مناقب آئمہ اہل بیت عظامؓ،صحابہ کرام جنہیں اللہ تعالیٰ نے پوری دنیا کی امامت کے منصب پرفائزفرمایااورسیادت وقیادت کا شرف بخشا،پرمدلل اوراصل حقائق پر روشنی ڈالی ہے۔آنحضرت ﷺ جب دنیا سے تشریف لے گئے توانہیں حضرات

گزارشات

نحمدہ ونصلی علی رسول الکریم

اہل سنت والجماعت کا اجتماعی عقیدہ ہے کہ الصحابہ کلھم عدول یعنی صحابہ من حیث الطبقہ عادل، راضی ومرضی عنداللہ اور محفوظ من اللہ ہیں حدیث شریف میں ان کو نجوم ہدایت فرمایا گیا ہے ان میں سے جن کا دامن پکڑلو گے ہدایت پا جاؤ گے جس کی شہادت خداوند قدوس نے یہ کہہ کر دی ہے کہ ہم خود ان کے دلوں کو تقویٰ سے آزما چکے ہیں

اولئک الذین امتحن اللہ قلوبھم للتقوىٰ لھم مغفرة واجر عظیم

یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ نے ان کے دلوں کو تقویٰ سے جانچ لیا ہے ان کے لیئے مغفرت اور اجر عظیم ہے۔

اس لیئے انہیں بعد والوں کے ایمان اور عقائد کے لیئے معیار قرار دیا گیا ہے بالخصوص حضرات حسنین کریمینؓ کے بارے میں مخصوص فضائل ومناقب کی روایات بکثرت وارد ہوئی ہیں۔ بحثیت اہل بیت نبوی اور جزورسول ﷺ ہونے کے شرف صحبت و صحابیت کا اعلیٰ مقام اور امتیازی شان رکھتے ہیں۔

لیکن افسوس صد افسوس بعض کم فہم کم علم لوگ اپنے بغض وعناد اور نفرت وعداوت کی تسکین کے لیئے حسنین کریمین اور اہل بیت عظام پر تاریخی ریسرچ کے نام پر بہتان طرازیاں اور الزام تراشیوں کے ذریعے ان پاک ہستیوں کی شان عالیہ کو غبار آلود مکدر کرنا چاہتے ہیں حالانکہ تاریخی واقعات اکثر سیاسی اور ذاتی مقاصد کے پیش نظر

تراشے جاتے ہیں۔جس میں ہر قسم کی روایتیں نقل کی جاتی ہیں جس میں مہمل اور لغواور ناقابل یقین رطب ویابس روایات کو جمع کر دیا جاتا ہے۔جن کا عقیدہ اور مذہب سے کوئی تعلق نہیں اس سے بڑھ کر بد قسمتی کی بات یہ ہے کہ بعض شر پسند عناصر امت میں قدیم وجدید اختلافات کی خلیج کو وسیع کر کے امت میں تفرقہ وفساد پھیلانے کی ناکام کوشش کرتے ہیں اگر ہم سچے دل سے یہ مصمم ارادہ کر لیں اور یہ طے کر لیں کہ ہم نے کسی دوسرے مکتب فکر کی دل آزاری نہیں کرنی اور دوسرے مکاتب فکر کے مقدسات کا احترام کرنا ہے، بردباری تحمل افہام وتفہیم اور رواداری کے ساتھ قومی یکجہتی کا عملی مظاہرہ کرنا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ ملک میں امن وامان اور سکون نہ ہو۔

آج اس غیر یقینی حالت کی بنیادی وجہ امت مسلمہ کی قرآن وسنت سے روگردانی ہے ۔قرآن وسنت سے ہٹ کر جو بھی راستہ ہو گا وہ ہماری تباہی و بربادی اور زوال کا موجب ہوگا۔

آج ہماری بقاء کا ایک ہی راستہ ہے قرآن وسنت کی روشنی میں صحابہ کرام اہلبیت عظام کے نقش قدم پر چلتے ہوئے فرقہ بندیوں سے بالاتر ہو کر ایک ہو جائیں اس میں ہماری نجات وکامیابی وکامرانی ہے

وآخر الدعوان الحمدالله رب العالمین

مولانا قاری محمد یحیٰ سراج،

خطیب مرکز فکر اسلامی جامع مسجد سراج د

مہتمم دار القران، اسلام آباد

مقدمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مملکت خداداد اسلامیہ جمہوریہ پاکستان دنیا کے نقشے پر ایک منفرد محل وقوع، نظریاتی تشخص اور ثقافتی وجود رکھتا ہے۔ دوقومی نظریئے پر مبنی ایک اسلامی ریاست کا قیام کی قرارداد منظور ہوئی جس کے نتیجہ میں قائداعظم محمد علی جناحؒ کی صدارت میں دوقومی نظریئے پر مبنی ایک اسلامی ریاست کا قیام وجود میں آیا۔ حسن اتفاق ہے کہ آج سے تقریباً 68 سال قبل رمضان المبارک کی لیلۃ القدر کی رات وطن عزیز پاکستان ایک اسلامی جمہوری اور فلاحی ریاست بنا۔ 20 کروڑ کی آبادی کا موجودہ پاکستان عالم اسلام کی پہلی ایٹمی قوت ہے۔ پاکستان خداتعالیٰ کے فضل وکرم سے ایک توانا مضبوط ملک ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی زرعی معدنی وسائل، موزوں موسموں اور اچھے وسائل معیشت سے نوازا ہے۔ اس ملک کی جغرافیائی صورت حال کو دیکھیں تو قدرت نے جابجا اسے اپنی فیاضیوں سے نوازا ہے۔ اللہ کے فضل وکرم سے ہم اپنے وسائل پر زندہ رہنے کی مکمل اور بھرپور صلاحیت رکھتے ہیں۔ آج پاکستان کے وجود میں آئے ہوئے تقریباً ۷۰ سال گذر چکے ہیں۔ یہ عرصہ قوموں کی زندگی میں کوئی معمولی حیثیت نہیں رکھتا۔ کم از کم تین نسلیں اس میں پرورش پاچکی ہیں مگر قومی اور ملی سطح پر ابھی تک ہم بہت سی محرومیوں اور مایوسیوں کا شکار ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ آج ملت اسلامیہ یہود ونصاریٰ کی سازشوں کا شکار ہوچکی ہے جس کی اساس دین سے بغاوت ہے۔ یورپ نے کلیسا سے بغاوت کی جو خود دین

عیسوی سے باغی تھا۔ کلیسا کو اپنی نفسانی خواہشات اور مفادات عزیز تھے۔
چنانچہ ردعمل کے طور پر جدید تمدن کی تنظیم مادی بنیادوں پر استوار ہونے لگی۔
چنانچہ بندہ کا تعلق اس کے رب سے ٹوٹ گیا۔ اس تہذیب کی اٹھان اور ترقی
الحاد اور اخلاقی پستی کے ساتھ ہوئی۔ دوسری طرف دنیاوی ترقی و دولت کی
فراوانی اپنے عروج پر پہنچ کر گلوبل ویلج کی صورت اختیار کرنے لگی۔ دنیاوی
علوم نے اپنی عظمت کے جھنڈے چاند پر گاڑ دیئے۔ چنانچہ تہذیب جدید اپنے
عظیم مادی وسائل اور ترقی کے ساتھ دین سے برسر جنگ ہے اس کے نزدیک
آسمانی نظام کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ محبت و مروت انسانیت روحانی اخلاقی اقدار،
ایثار و قربانی سب بیکار سی باتیں ہیں۔ مذہب سے لاتعلقی کے نتیجے میں دو عظیم
جنگیں برپا ہوئیں جس کے نتیجے میں کروڑوں انسان لقمہ اجل بن گئے۔
آبادیات کھنڈرات میں تبدیل ہو گئیں۔ ناگاساکی اور ہیروشیما کو منٹوں میں
نسیاً منسیاً کرنے میں انسانیت دشمنوں نے دیر نہ لگائی۔ انسانیت آج بھی
خطرات کی زد میں ہے۔ کیونکہ مغرب ہو یا مشرق جتنے بھی طاقتور ممالک ہیں
ان کی باگ ڈور بے دین لیڈروں کے ہاتھوں میں ہے جن کی نظریں پاکستان
دشمنی پر لگی ہوئی ہیں۔ آج غیر ملکی طاقتیں اپنے پورے وسائل اور پوری طاقت
سے مسلمانوں میں باہمی لڑائی، خانہ جنگی، فتنہ و فساد پر بھرپور کوشش کر رہی
ہیں۔ اغیار کی سازشوں کا مقابلہ کرنے کی بجائے فرقہ وارانہ، مسلکی اختلافات
کا شکار ہو چکے ہیں۔ آج ہم ایک دوسرے کے ساتھ باہم دست و گریباں
ہیں۔ ایک دوسرے پر کفر کے فتوے صادر کرنے لگے ہیں۔ امت مسلمہ کو سب

سے زیادہ ناقابل تلافی نقصان دین سے بغاوت، اسلام سے دوری اور اسلام کے نظریہ اعتدال، رواداری، محبت واخوت، ایثار وقربانی جو کہ اسلام کے بنیادی تعلیمات ہیں چھوڑ چکے ہیں۔ اس مسئلہ میں اسلام کی تعلیمات بہت واضح ہیں کسی مسلمان کو موانع کفر کا اعتبار کیے بغیر کافر قرار دینا اسلامی تعلیمات کے منافی ہے اور کفر اور طاغوتی فکر کا نتیجہ ہے۔ اسلام امن کا مذہب ہے جو سب سے زیادہ اکرام مسلم، مسلمان کی عزت وعزمت اور حرمت کی تعلیم دیتا ہے۔ اگرچہ حکومت فاسق وفاجر کیوں نہ ہو اسلام اس کے خلاف مسلح خروج کو بغاوت سمجھتا ہے۔ اسلام وعظ ونصیحت کے ذریعہ اور احسن طریقہ سے تبلیغ کی ہدایت کرتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:۔

مثل المومنین فی توادھم وتراحمھم و تعاطفھم مثل الجسد اذشتکی منه عضو تداعی له لسائر الجسد بالشھر و والحمی۔ (مسلم کتاب ابر والصلۃ)

مومن آپس میں ایک دوسرے سے محبت ومودت، دوستی کرنے رحم کرنے اور شفقت کرنے میں ایک جسم کی مانند ہیں۔ چنانچہ جب جسم کے کسی بھی حصہ کو تکلیف پہنچتی ہے تو سارا جسم بے خوابی اور بخار میں اس کا شریک ہو جاتا ہے۔ جب کوئی شخص کلمہ توحید کا اقرار کر کے اسلام میں داخل ہو جائے اور اقامت صلواۃ اور زکواۃ کی ادائیگی کی پابندی کرنے لگے اس کا خون اور مال ہمارے اوپر حرام ہے۔ رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے المسلم اخو المسلم لایظلمه ولا یخذله ولایحقره التقوی ھاھنا ویشیر الی صدره

ثلاث مرات بحسب امری من الشر ان یحقره اخاه المسلم کل المسلم علی المسلم حرام دمه وماله و عرضه(مسلم کتاب بر والصلہ)

مسلمان مسلمان کا بھائی ہے وہ نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اس کو ذلیل کرتا ہے اور نہ ہی اسے حقیر جانتا ہے۔تقویٰ یعنی پرہیز گاری یہاں ہے۔آپ ﷺ نے تین بار اپنے سینہ کی طرف اشارہ کیا۔کسی مسلمان کے لئے اتنی برائی کافی ہے کہ وہ کسی مسلمان بھائی کی تحقیر کرے۔ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کا خون مال اور عزت پامال کرنا حرام ہے۔یعنی کلمہ گو کے خلاف تکفیر اور قتل کی اجازت نہیں دی گئی ہے۔اگرچہ اس نے زبانی کلمہ کا اقرار کیا ہو۔دل کا معاملہ اللہ جانتا ہے۔اگر کوئی مسلمان اپنی جہالت اور بے وقوفی کی وجہ سے فاسد عقیدہ رکھتا ہے تو اس کی جہالت کو عذر تسلیم کیا جائے گا۔وعظ و نصیحت سے اور دلیل کے ساتھ سمجھایا جائے گا۔ہاں اگر اس کے باوجود وہ ضد اور ہٹ دھرمی پر قائم ہے تو اس کے ساتھ قانون کے ذرائع سے نپٹنا ہوگا اور حکومت وقت کو بھی چاہیے ایسے شخص کو قانون کی گرفت میں لے تاکہ معاشرہ میں انتشار اور بدامنی کا سد باب کیا جاسکے۔مسلم امہ میں اتحاد واتفاق اور یگانگت پیدا کرنے کے لئے اسلام کے نقطہء اعتدال پر عمل کرنا چاہیے۔انتہا پسندی اور تنگ نظری سے نکل کر ایک دوسرے کے مقدسات کا احترام کرنا چاہیے۔قرآن وحدیث کے مطابق آئمہ اہل بیت وصحابہ کرام جن کو قرآن مجید میں والسّٰبقون الاولون من المہاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنہم

و رضو عنه کی پیشگی خوشخبری سے نوازا ہو، جن کو رسول اللہ ﷺ نجوم ہدایت پیشوان دین آئمہ ھدیٰ کے القابات سے سرفراز کیا ہو ان کی صداقت امانت، دیانت پر شک کرنا مومن کا کام نہیں ہے۔

اس لئے ہمیں افراط وتفریط سے ہٹ کر اسلام کے نظام عدل واعتدال کو اپنانا ہوگا۔ اس کے لئے ہمیں افراط وتفریط سے پاک اصل حقائق کو لانا ہوگا۔

زیر نظر کتاب مشہور اسلامک اسکالر پروفیسر مولانا ڈاکٹر نجم الدین سراج نے ایک اہم موضوع پر قلم اٹھا کرامت کی رہنمائی فرمائی ہے۔ جس سے قرآن وسنت و آئمہ اہل بیت صحابہ کرام اور جید علماء عظام کی فرامین اور کتب سے اصل حقائق کو پیش کر کے افراط وتفریط سے پاک اسلام کا نقطہ اعتدال پیش کیا ہے۔ آج مسلمانوں کے لئے صرف اور صرف اسلام کا نقطہء اعتدال، رواداری، محبت و اخوت واحد راستہ ہے۔ جس سے مسلمانوں کی سالمیت اور بقا ممکن ہے اور یہی اسلامی تعلیمات کا نچوڑ اور ماخذ ہے۔

انجینئر مولانا محمد علی سراج

ڈائریکٹر مرکز فکر اسلامی

اسلام آباد

﴿باب اول﴾

بین المسالک ہم آہنگی وقت کی اہم ضرورت:۔

حدیث نبوی ﷺ: الکفر ملت واحد کے مطابق آج تمام کفر ملت اسلامیہ کے خلاف متحد ہو چکا ہے۔جس کا اعتراف واضح طور پر سابق امریکی وزیر خارجہ ہیلری کلنٹن اپنی یاداشتوں پر مشتمل کتاب میں کر چکی ہے۔یعنی امریکی صدر باراک اوبامہ اور ہیلری کلنٹن نے اپنے تمام اتحادیوں کے ساتھ مل کر ایک سازش تیار کی تھی ۔کہ داعش کے ذریعے پانچ جنوری ۲۰۱۳ء تک تمام اسلامی ممالک کو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم کر دیں گے اور یہ منصوبہ ۲۰۱۳ء تک مکمل ہونا تھا۔لیکن وہ ابھی تک اپنی اس ناپاک سازش میں پوری طرح کامیابی حاصل نہیں کر سکے۔ملت اسلامیہ ہمیشہ یہودو نصاریٰ کی سازشوں کا شکار رہی ہے اور رہے گی ۔گذشتہ چودہ سو سال میں مسلمان آپس میں تفرقہ اور انتشار کی وجہ سے بہت نقصان اٹھا چکے ہیں۔اگر آئندہ بھی ہم فرقہ بازی اور گرہ بندی کا شکار رہے تو تاریخ اپنے آپ کو دہراتی رہے گی۔اور ہم دنیا کی قوموں کے سامنے ذلیل وخوار ہوتے رہیں گے۔ہمیں اس وقت اتحاد و اتفاق کی ضرورت ہے۔غیر مسلم مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے پر تلے ہوئے ہیں ہر جگہ مسلمانوں کا قتل عام ہو رہا ہے۔اور عجیب بات یہ ہے کہ مسلمان، مسلمان کا گلہ کاٹ رہا ہے۔گڑے مردے اکھاڑے جا رہے ہیں۔ ان بزرگوں کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے ان کے نام پر ہم باہم دست و گریبان ہیں۔

افراط وتفریط کا شکار ہو چکے ہیں۔راہ اعتدال سے ہٹ چکے ہیں۔

مشہور محقق وادیب مولانا محمد حسین آزاد کی اتحاد امت کے لیئے انتہائی دلی جذبہ قابل صد تحسین ہے

اس صورت حال کو دیکھ کر اردو کے مشہور مصنف وادیب مولانا محمد حسین آزاد جو کہ اثناعشری سے تعلق رکھتے تھے ارشاد فرماتے ہیں:۔

ذرا خیال کر کے دیکھو اسلام ایک خدا ایک پیغمبر ایک ،شیعہ سنی کا اختلاف ایک منصب خلافت پر ہے جس کے واقعہ کو آج تیرہ سو برس گذر چکے ہیں۔ وہ ایک حق تھا۔سنی بھائی کہتے ہیں کہ جنھوں نے لیا حق لیا۔شیعہ کہتے ہیں کہ نہیں حق اوروں کا تھا ان کا نہ تھا۔ اگر پوچھیں کہ انہوں نے اپنا حق خود کیوں نہ لیا؟ جواب دیں گے صبر کیا اور سکوت کیا۔تم لینے والوں سے اس وقت لے کر دلوا سکتے ہو؟ نہیں لینے والے موجود ہیں؟ نہیں۔ اچھا جب یہ صورت ہے تو آج تیرہ سو برس کے بعد اس معاملے کو اس قدر طول دینا کہ قوم میں ایک فساد عظیم کھڑا ہو جائے۔ چار آدمی بیٹھے ہوں تو صحبت کا مزہ جاتا رہے۔کام چلتے ہوں تو بند ہو جائیں۔دوستیاں ہوں تو دشمنی ہو جائے۔ دنیا جو مزرعة الآخرت ہے اس کا وقت کارہائے مفید سے ہٹ کر جھگڑے میں جا الجھے،قوم کی اتحادی قوت ٹوٹ کر چند در چند فتنے گلے پڑ جائیں یہ کیا ضرورت ہے؟ بہت خوب تم ہی حق پر سہی لیکن انہوں نے صبر اور سکوت کیا۔ اگر ان کے ہو تو تم بھی صبر اور سکوت کرو۔زبانی بدگوئی اور بدکلامی کرنا اور بھٹیاریوں کی طرح لڑنا کیا عقل ہے اور کیا انسانیت ہے؟ کیا تہذیب ہے؟ اور کیا حسن خلق ہے؟ تیرہ سو برس کے

معاملے کی بات ایک بھائی کے سامنے اس طرح کہہ دینی جس سے اس کا دل آزردہ بلکہ جل کر خاک ہو جائے اس میں کیا خوبی ہے؟ میرے دوستو! اول ایک ذراسی بات تھی خدا جانے کن کن لوگوں کے جوش اور کن کن سببوں سے تلواریں درمیان آ کر لاکھوں خون بہہ گئے۔ خیر اب وہ خون خشک ہو گئے، زمانہ کی گردش نے پہاڑوں اور جنگلوں کی مٹی ان پر ڈال دی۔ ان جھگڑوں کی ہڈیاں اکھیڑ کر تفرقہ کو تازہ کرنا اور اپنائیت میں فرق ڈالنا کیا ضروری ہے؟ اور دیکھو اس تفرقے کو تم زبانی باتیں نہ سمجھو، یہ وہ نازک معاملہ ہے کہ جن کے حق کے لئے تم آج جھگڑے کھڑے کرتے ہو، وہ خود سکوت کر گئے۔ تقدیری بات ہے کہ اسلام کے اقبال کو ایک صدمہ پہنچا تھا۔ سو نصیب ہوا۔ فرقے کا تفرقہ ہو گیا ایک کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ پورا زور تھا، آدھا ہو گیا اور تم دیکھو تیرہ سو برس کے حق کے لئے آج جھگڑتے ہو؟ نہیں سمجھے کہ ان جھگڑوں کو تازہ کرنے میں تمہاری تھوڑی جمعیت اور مسکین فرقے میں ہزاروں حقداروں کے حق برباد ہوتے ہیں۔ بنے ہوئے کام بگڑتے ہیں۔ روزگار جاتے ہیں، روٹیوں سے محتاج ہو جاتے ہیں۔ آئندہ نسلیں لیاقت اور علم و فضل سے محروم رہی جاتی ہیں۔ میرے شیعہ بھائی اس کا جواب ضرور دیں گے کہ جوش محبت میں مخالفوں کے لئے حرف بدزبان سے نکل جاتے ہیں اس کے جواب میں فقط اتنی بات کا سمجھنا کافی ہے۔ کہ عجب جوش محبت ہے جو دو لفظوں میں ٹھنڈا ہو جاتا ہے اور عجب دل ہے جو مصلحت کو نہیں سمجھتا۔ ہمارے مقتداؤں نے جو بات نہ کی ہم کریں اور قوم میں فساد کا منارہ قائم کریں، یہ کیا اطاعت اور پیروی ہے؟

ہم سب ایک ہی منزل مقصود کے مسافر ہیں۔ اتفاقاً گزر گاہ دنیا میں یکجا ہو گئے ہیں۔ رستے کا ساتھ ہے۔ بنا بنایا کارواں چلا جاتا ہے۔ اتفاق اور ملنساری کیساتھ چلو گے مل جل کر رہو گے، ایک دوسرے کا بوجھ اٹھاتے چلو گے۔ ہمدردی سے کام بٹاتے چلو گے تو ہنستے کھیلتے رستہ کٹ جائے گا اگر ایسا نہ کرو گے اوران جھگڑالوؤں کے جھگڑے تم بھی پیدا کرو گے تو نقصان اٹھاؤ گے۔ آپ بھی تکلیف پاؤ گے اور ساتھیوں کو بھی تکلیف دو گے جو مزے کی زندگی خدا نے دی ہے، بدمزہ ہو جائے گی۔ (۱)

مولانا محمد حسین آزاد نے گروہ بندی سے ہٹ کر جس بہتر اور خوبصورت طریقے سے مسلمانوں کو آپس میں محبت ومودت، اتفاق واتحاد اور بھائی چارہ کا درس دے کر امت مسلمہ پر احسان عظیم فرمایا ہے۔ ایسے پُرفتن حالات میں ہمیں من حیث القوم مسلمان اور پاکستانی ہونے کی حیثیت سے سوچنا ہو گا کہ ہم کس طرف جا رہے ہیں۔ آج ہم نے مسلمانوں کی ملی وحدت کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔ اس کے تباہ کن اثرات انتہا پسندی اور عدم اعتدال نے پورے معاشرے کو بے راہ روی اور عدم برداشت اور بے اعتدالیوں کا شکار بنا دیا ہے جس کی وجہ سے قتل و غارت، ٹارگٹ کلنگ جیسے مسائل نے جنم لیا ہے۔ فرقہ پرستی اور فکری انتشار نے مسلمانوں کو ہر لحہ بھیانک خطرات سے دوچار کر دیا ہے۔ یہ ایک ایسی آگ ہے جس سے آنے والے وقتوں میں کوئی بھی محفوظ نہیں رہے گا۔ اور یہ آگ اس تیزی سے پھیل رہی ہے کہ آنے والی نسلوں کے لئے موت کا پیغام ہے۔ اس تمام کج روی کی بنیادی وجہ انتہا پسندی اور تنگ نظری اور عدم برداشت

وجہ انتہا پسندی اور تنگ نظری اور عدم برداشت ہے۔آج ہمیں مسلمانوں کے دو بڑے فرقوں کے مابین پائے جانے والے شدید اختلاف کو ختم کرنا ہوگا جو امت مسلمہ کا ملی تقاضا بھی ہے اور دینی فریضہ بھی ہے۔

مسلمانوں کی بکھری ہوئی قوت کو یکجا کرنے کے لئے اسلام کے نظریہء اعتدال اور جذبہ رواداری کو عام کرنا ہوگا۔ اسلام ہر قدم پر یگانگت اور رواداری کا حکم دیتا ہے۔مسلمانوں کی سالمیت اور بقا کے لئے اسلام کا نقطہء اعتدال واحد راستہ ہے۔اسلام صرف اور صرف اس اختلاف کی مذمت کرتا ہے جو نفسانیت اور کج نگاہی سے شروع ہو اور فرقہ بندی اور باہمی نزاع تک نوبت پہنچادے۔

اس اختلاف کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد ہے:۔

"ولا تکونوا کالذین تفرقوا واختلفوا من بعدما جاء ھم البینٰت واولٰئک لھم عذاب عظیم"۔

"اور تم لوگ ان کی طرح مت ہو جانا جنہوں نے باہم تفریق کر لی اور باہم اختلاف کرلیا واضح احکام پہنچ جانے کے بعد اور ان لوگوں کے لئے عذاب عظیم ہوگا"۔

سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا امت کے لئے پیغام امن

حضرت سیدنا علیؓ کرم اللہ وجہہ مسلمانوں کے باہمی تفرقہ وانتشار کو سخت ناپسند فرماتے ہوئے آپس میں اتحاد واتفاق کا درس دیتے ہیں نہج البلاغہ میں ارشاد فرماتے ہیں:۔

"مسلمانوں کا خدا ایک، نبی ایک، کتاب ایک، کیا خداوند عالم نے انہیں

اختلاف کا حکم دیا ہے؟(۲)

دوسری جگہ آپس میں محبت ومودت اور اتفاق واتحاد کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:۔

''خبردار! تم خود کو دین میں فرقہ بندی سے دور رکھو کیونکہ برسر حق جماعت جسے تم مکروہ سمجھ رہے ہو بہتر ہے باطل فرقہ بندی سے جسے تم پسند کرتے ہو۔ بے شک پروردگار عالم نے اگلوں اور پچھلوں میں سے کسی فرقہ کو بہتری نہیں بخشی''(۳)

فرقہ بندی کی مذمت کرتے ہوئے سیدنا حضرت علیؓ نہج البلاغہ میں ارشاد فرماتے ہیں:۔

''خبردار! فرقہ بندی سے بچے رہنا جو شخص جماعت سے الگ ہو جائے وہ شیطان کے نرغے میں آجاتا ہے۔ جیسے کہ ریوڑ سے الگ بکری بھیڑیئے کی غذا بن جاتی ہے۔ خبردار! جو شخص فرقہ بندی کا داعی ہو اسے ہلاک کردو اگرچہ میری ہی دستار کے نیچے ہو''۔(۴)

مختصر یہ کہ ہمیں ان بزرگ ہستیوں کے متعلق یہ زیب نہیں دیتا کہ ان کے اعمال وکردار میں ان کے سینکڑوں سال بعد کیڑے نکالتے رہیں اور اپنے اسلاف کے ماضی کو داغدار کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا کر امت میں تفرقہ ڈالنا ہمیں کسی طرح زیب نہیں دیتا۔ سیدنا حضرت علی کی تعلیمات کی روشنی میں ہمیں اس وقت تعمیر ملت کی ضرورت ہے نئی نسل کی تعلیم وتربیت کرنی ہے۔ گڑے مردے اکھاڑنے اور ان کے نام پر ایک دوسرے کو برا کہنے اور باہم دست وگریبان

ہونے کی ضرورت نہیں نہ یہ چیز ہمارے لئے دنیاوی اور اخروی فلاح کی ضامن ہے۔ ان بزرگوں کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے ۔ اللہ ہم سے ان کے بارے میں جواب طلبی نہیں کرے گا۔ ہم سے تو یہ پوچھا جائے گا کہ ہم نے قرآن وسنت کی روشنی میں سچے مسلمان کی زندگی بسر کی یا نہیں؟

آج بھی دنیائے اسلام ایک شدید بحران سے دوچار ہے اور نہ جانے کتنے ابن سبا اپنی ریشہ دوانیوں اور تخریبی کاروائیوں میں لگے ہوئے ہیں۔

اسلام کا عروج وترقی اور ظاہری وباطنی کامیابیاں:۔

سید المرسلین امام الانبیاء نبی کریم ﷺ اور آپ کے اصحابہ ؓ کرام کے دور میں اسلام کو اتنے کم عرصہ میں جو عروج وترقی اور جو ظاہری و باطنی کامیابیاں و کامرانیاں نصیب ہوئیں دنیا کی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی ۔اس کی بنیادی وجہ امت مسلمہ کا نبی کریم ﷺ کے ساتھ سچی محبت وعقیدت اور حقیقی جانثاری اور آپس میں باہمی اخوت ومحبت ومودت تھی ۔ رحماءبینھم کی وہ زندہ مثال تھے۔ جس پر آپ ؐ کے جانثاروں نے عمل پیرا ہو کر دنیا کے لئے ایک نمونہ عمل چھوڑا۔

آج اگر مسلمان آپس میں باہمی محبت ومودت اتحاد واتفاق کے نورانی طریقے پر گامزن ہو کر تمام اختلافی تاریکیوں سے نجات حاصل کر کے اپنے دین و ایمان کی صحت وسلامتی کے ساتھ اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ کے احکامات پر عمل پیرا ہو جائیں تو دنیا وآخرت میں بلند واعلیٰ مقام حاصل کر سکتے ہیں ۔لیکن بعض ابن الوقت فسادی خوف خدا سے عاری قسم کے لوگ پیٹ پرستی اور زر اندازی کے حقیر مقصد کی خاطر امت مسلمہ میں اختلاف ونزاع اور بغض وعناد

پیدا کرنے کی سعی لا حاصل اور لایعنی جدوجہد کرتے پھرتے ہیں اور صحابہ کرامؓ، اہلبیت عظام اور ائمہ ہدیٰ جو نمونہ کمالات نبوی تھے جن کا رسول کریم ﷺ نے متواتر تقریباً 23 برس تک سفر و حضر میں ویزکیھم و یعلمھم الکتاب والحکمۃ کا عملی نمونہ بنایا تھا۔ آج ان کی صداقت و عدالت، دیانت و امانت، علم و تقویٰ پر شک و شبہ کرنا درحقیقت اسلام کی حقیقی تعلیمات سے ناواقفیت اور جہالت کا نتیجہ ہے۔ صحابہ کرامؓ و اہلبیت عظام اور ائمہ ھدیٰ میں جس قدر آپس میں پیار و محبت، اتفاق و اتحاد تھا وہ اپنی مثال آپ تھے۔ ہر امر میں ایک دوسرے کے شریک عمل اور ایک دوسرے کے مشیر کار تھے۔ معاملات و عبادات میں، اٹھنے بیٹھنے میں، کھانے پینے میں عقیدت و احترام میں رشتہ قرابت اور باہمی تعلقات میں جس قدر شیر و شکر تھے ان کی نظیر دنیا کی تاریخ میں ملنا مشکل ہے۔ انہوں نے آنے والی نسلوں کے لئے نمونہ اور لائحہ عمل چھوڑا ہے۔ اس نازک دور میں جبکہ ملک کو اتحاد و اتفاق اور امن کی از حد ضرورت ہے ہمیں من حیث القوم اور پاکستانی ہونے کی حیثیت سے اس بات کا عہد کرنا چاہیے کہ ہم ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر اسلام کے دشمنوں کے خلاف اور اپنے پیارے وطن عزیز کے دشمنوں کے خلاف متحد ہو کر علم جہاد بلند کریں۔ آج ہم ایک دوسرے کے ساتھ بے وجہ اور نامناسب انداز میں الجھ رہے ہیں جس کا کوئی حاصل اور جس کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ سب سے زیادہ حیران کن بات یہ ہے کہ ان مسائل میں الجھ رہے ہیں جن مسائل کی آج اس زمانے میں کوئی ضرورت ہی نہیں ہے۔ اس چیز پر جس کو چودہ سو سال گزر چکے ہیں یہ ایک ایسا

جھگڑا ہے جس کا کوئی فائدہ کوئی نتیجہ اور کوئی حاصل وصول نہیں ہے ماسوائے اس بات کے کہ بھائی بھائی میں جھگڑا، گلی کوچوں میں دنگا و فساد، گھر گھر میں لڑائی و جھگڑا اور اس سے بڑھ کر ان پاک و پاکیزہ ہستیوں کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کئے جاتے ہیں کہ اگر وہ پاک وجود نہ ہوتے تو آج ہم اور ہمارے آباؤ اجداد مسلمان نہ ہوتے جن کی بے بہا قربانیوں کی وجہ سے آج ہم مومن اور مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ آج اگر ہم مسلمان ہیں، اپنے آپ کو آقا مدنیؐ سید الاولین و آخرین کا غلام کہتے ہیں، نبی آخر الزمان امام الانبیاء کی غلامی کا طوق اپنے گلے میں ڈالے ہوئے ہیں اس کا سبب یہ ہے کہ ان پاک باز ہستیوں نے اس باغ کی آبیاری کی جس کو امام الانبیاءؐ نے اپنے ہاتھوں سے لگایا تھا۔ اپنا خون دے کر سینچا۔ آج کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ اگر صحابہ کرامؓ، اہل بیت عظام رضوان اللہ علیہ اجمعین نہ ہوتے تو کیا ہم لوگوں نے مسلمان ہونا تھا؟ ذرا سوچو تو سہی سب سے پہلے اس باغ کو کس نے بنایا کس نے اپنا خون دے کر اس کی آبیاری کی، کس نے جہاد کیا، کس نے پوری دنیا میں اسلام کا پرچم بلند کیا؟ کن پاک ہستیوں نے پوری دنیا کو اسلام کے نور سے منور فرمایا؟ ماسوا اس کے آج ہم سب مل کر آپس میں بحث و مناظرے کر کے جھگڑا و فساد پھیلا کر اپنے اسلاف کے ماضی کو گدلا اور عیب دار کر کے عالم کفر کو ٹھٹھہ اور مذاق کا موقعہ فراہم کر رہے ہیں۔ کفار کا مسلمان ہونا تو دور کی بات آج وہ ہمارے کردار اور بد عملی سے اسلام سے متنفر ہو رہے ہیں۔ آج مغربی میڈیا کھلے عام مسلمانوں کو دہشت گرد کہہ کر پکار رہا ہے۔ آج مسلمانوں کے لئے صرف اور

صرف اسلام کا نقطۂ اعتدال واحد راستہ ہے۔

سیدنا امام حسینؓ کی صحابیت ومحدثیت سے انکار ایک بڑا فتنہ اور گمراہی ہے:۔

سب سے پہلے میں امت کی توجہ بعض ان ناعاقبت اندیش اور ابن الوقت اشخاص کی طرف دلانا چاہتا ہوں جو قدیم وجدید اختلافات کی خلیج کو نت نئی سازشوں کے ذریعہ وسیع کر کے امت کے اتحاد واتفاق کو پارہ پارہ کرنا چاہتے ہیں۔ آج ہماری بدقسمتی ہے کہ کچھ گمراہ قسم کے لوگ سیدنا حضرت امام حسینؓ سے یزید کا تقابل ڈال کر یزید جیسے فاسق وفاجر اور گمراہ کی حمایت میں اہلسنت کے عقیدہ سے ہٹ کر اس کو تقی ونقی اور اس کے سیاسی کردار کو بے عیب ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت سیدنا امام حسینؓ کی ذات اقدس کو معاذ اللہ حب جاہ وہوس طلبِ حصول اقتدار سے داغدار کرنا چاہتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر زیادتی، گمراہی وجہالت اور کیا ہو سکتی ہے کہ حضرت امام حسین کی کم سنی کا بہانہ بنا کر آپ کی صحابیت اور محدثیت کے انکار کا فتنہ پھیلانا چاہتے ہیں جبکہ قرآن وحدیث واضح طور پر ان کی شان عالی اور مرتبے اور مقام، ان کے کمال ایمان وتقویٰ، کمال علم وعرفان، کمالِ فہم وفراست اور کمال اخلاص وللہیت کی گواہی دیتے ہیں۔

مقام سیدنا امام حسین اور اہل سنت والجماعت کا عقیدہ:۔

سیدنا امام حسینؓ وہ مانے ہوئے امام حق ولی کامل، حق شناس، راضی ومرضی عنداللہ اور محفوظ من اللہ، فراست ایمانی اور معرفت الٰہی سے سرشار تھے، قلوب المومنین میں مقتدر اور محبوب خداوندِ پاک تھے، بحیثیت اولعزم صحابی رسول ہونے کے پوری امت کے لئے نجوم ہدایت ہمہ وقت رکعاً سجداً اور رجوع و

انابت الی اللہ کے مقام پر فائز تھے۔ وہ ہمہ وقت اشداء علی الکفار و رحما بینھم کی عملی تفسیر تھے۔ بفرمان نبویؐ ان کا ایک صدقہ بعد والوں کے پہاڑ جیسے صدقات سے کہیں زیادہ، ان کی مٹھی بھر جو غیر صحابی کے احد پہاڑ جتنا سونا دینے سے کہیں زیادہ بڑھکر افضل، بحیثیت اہلبیت ہونے کے اللہ تعالیٰ نے رجس قلب اور لوث باطن سے ان کی تطہیر فرمائی۔ وہ رجس سے ظاہر و باطن پاک و پاکیزہ ہو چکے تھے۔ وہ وقت کی کوری سیاست اور مطلب براری کی غیر معقول حب و جاہ سے پاک و پاکیزہ، خالص خدا پرست آئمہ ہدایت اور علماء راسخین میں سے تھے اور ہیں۔ تقی القلب، نقئی الباطن، ذکی النسب، قوی العمل، حادی ومہدی، دین حق ماننا، شرعی حکم اور عقیدہ واجب ہے۔ ان کے خلاف دل میں ذرہ بھر میل و خلش رکھنے والا فاسق و فاجر اور گمراہ ہے۔ مومن کے لئے لازم ہے کہ جب سیدنا امام حسینؓ کی ذاتِ ستودہ صفات کا ذکر آئے تو بلا شبہ سر جھکا دینا چاہیے اور ان کے نقش قدم پر سر کے بل چلنے کو ایمان وسعادت سمجھنا اہلسنت والجماعت کا مسلک وعقیدہ ہے کہ ہر صحابی رسولؓ کے بارے میں ادنیٰ بے ادبی جائز نہیں چہ جائے امام عالی مقام سیدنا امام حسینؓ جو سید الساداتت ہیں، سید شباب اھل الجنہ ریحانہ نبوی اور محبوب رب العالمین ہیں۔ (۵)

قرآن وحدیث کے مطابق حضرت سیدنا حسینؓ نہ صرف صحابی رسولؐ ہیں بلکہ صاحب روایت صحابی ہیں جنہیں نہ صرف حضورؐ کی لقا وزیارت اور صحبت و معیت ہی کا شرف حاصل ہے بلکہ سماع روایت اور پھر تحدیث حدیث کا مقام

بلند بھی میسر ہے جو ان کی صحابیت کی قطعی دلیل ہے۔

مقام حسن وحسین رضوان اللہ اجمعین قرآن وسنت کی روشنی میں:۔

اہلبیت عظام جو مقربین نبوۃ جو نمونہ نبوی تھے اور جن کے مناقب نام بنام لسان نبوت پر بیان فرمائے گئے ہیں ان کے خصوصی قرب پر دال ہیں۔آیت تطہیر جو اہلبیت کے حق میں نازل ہوئی۔

''انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھر کم تطھیرا''

''اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ تم سے آلودگی کو دور رکھے اور تم کو پاک و صاف کردے''۔

نصِ قرآنی سے واضح طور پر حضرت سیدنا امام حسینؓ کی صحابیت ثابت ہو رہی ہے۔ادھر آیت مباہلہ میں قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

''فقل تعالو ندع ابناء نا و ابناء کم و نساء نا و نساء کم و انفسنا و انفسکم ثم نبتھل''(ایت)

''تو کہہ دیجیئے کہ آؤ ہم اور تم اپنے اپنے بیٹوں کو اور عورتوں کو اور اپنے آپ کو اکٹھا کرلیں پھر عاجزی سے دعا کریں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجیں''۔

یعنی اللہ سے دعا کرتے ہیں جو حق پر ہوگا باقی رہے گا اور جو باطل پر ہوگا وہ تباہ برباد ہو جائے گا۔نصاریٰ کے اسقف پادری نے ان آفتاب و مہتاب چمکتے دھمکتے نورانی چہروں کو دیکھ کر جن میں سیدنا حسینؓ بھی تھے کہا تھا کہ اے گروہ نصاریٰ میں ایسے نورانی جاہ وجلال والے چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر وہ اللہ سے

پہاڑوں کوٹل جانے کا سوال بھی کریں تو اللہ تعالیٰ پہاڑوں کوٹلا دے گا۔ اس لئے ان سے مباہلہ کر کے اپنے آپ کو تباہی میں مت ڈالو۔ گویا کہ اسقف پادری نے بھی سیدنا امام حسنؓ اور سیدنا امام حسینؓ رضوان اللہ اجمعین کے نورانی اور مبارک چہروں پر مقبولیت اور انوار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اثرات کا مشاہدہ کرلیا تھا۔ یعنی کفار تک ان کے چہروں سے ان کی عظمت کے جاہ وجلال کو بحیثیت اہل بیت ہونے کے بحیثیت صحابیء رسول ہونے کے ان کی امتیازی شان کو جانتے اور پہچانتے تھے۔ مسلم شریف کی حدیث میں ہے حضور اکرمؐ نے سیدنا حسنؓ، سیدنا حسینؓ اور سیدنا علیؓ کرم للہ وجہہ اور اپنی پیاری صاحبزادی سیدہ فاطمۃ الزہرہ رضوان اللہ اجمعین کو اپنی چادر جو لپیٹی ہوئی تھی کے اندر اکٹھا کر کے فرمایا:۔

''اللّٰھمَّ ھؤ لاء اھل بیتی فطھرھم تطھیرا''

''اے اللہ یہ میرے اہلبیت ہیں ان سے رجس کو دور فرما''۔

اسلام کے نقطہ اعتدال پر عمل ہی حقیقی فلاح:۔

اسلام کے نقطہء اعتدال پر عمل پیرا ہو کر آپس میں رواداری، محبت واخوت اور یگانگت پیدا کرنی ہوگی۔ بحیثیت مسلمان اور مومن ہونے کے جن کو اللہ اور رسول کے مقابلے میں کوئی اختیار باقی نہیں رہتا جس کی نکیل اور مہار اس کے ہاتھ میں نہیں بلکہ اس نظام کے بھیجنے والے رب العالمین کے ہاتھ میں ہے۔ مومن وہ ہے جس کا اللہ ورسول کے مقابلے میں کوئی اختیار باقی نہیں رہتا، جس نے اپنے نفس، اپنی جان، اپنے جسم پر اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کو تسلیم کرلیا ہو اور اپنی

خواہشات نفسانی کوکچل کر رحمت اللعالمین کے فرامین کے تابع بنالیا ہو وہ مومن ہے، پھراس کا اپنا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا۔

آج میں تمام مسلمانوں کودعوت دیتا ہوں کہ فرقہ بندی یعنی دھڑے بندی چھوڑ کراللہ تعالی کے فرمان کے مطابق **واعتصمو بحبل اللہ جمیعا و لا تفرقو** پرعمل پیرا ہوکر آپس میں اکٹھے ہوکر دنیا میں اسلام کا جھنڈا بلند کردیں، دنیا اور آخرت میں کامیابی وکامرانی سے سرفراز ہو جائیں اور عالم کفر کے لئے پیغام موت بن جائیں۔ ہم سب مل کر اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیں ولاتفرقو پرعمل پیرا ہوکر فرقوں میں مت بٹیں۔ آج ہم اس آیت کریمہ کی روشنی کے اندر یہ دیکھنے کی زحمت گوارہ کریں کہ کیا ہم اس آیت کے مخاطب ہیں کہ نہیں ہیں؟

اگر ہم مومن اور مسلمان ہونے کے دعوے دار ہیں تو پھر یقیناً اس آیت کا سارا خطاب ہم سے ہے۔ اگر یہ خطاب ہم سے ہے تو ہم سوچیں کہ کیا ہم فرقہ بندیوں سے بالاتر ہوکر آپس میں ایک دوسرے سے محبت و پیار کر کے اللہ کی رسی کو اکھٹے ہوکر تھامنے کے لئے آمادہ و تیار ہیں کہ نہیں؟ اگر ہم مومن ہیں مسلمان ہیں، نبیؐ کے ماننے والے ہیں، حلقہ بگوشان محمد ﷺ ہیں، دامن رسول ﷺ سے وابستہ ہیں، آقائے نامدار سرور کائنات ﷺ کی امت ہیں، اللہ تعالیٰ کے حضور حاضری اوراس کی بارگاہ میں تقرب کے خواہشمند ہیں تو پھر ہمیں اکٹھا ہونا ہوگا، فرقہ بندی مٹانا ہوگی، اختلافات ختم کرنے ہونگے، دل کی کدورتیں اورنفرتیں مٹاکر، اپنی گروہ بندیاں توڑ کر، اپنی جماعتوں کی دیواروں کو گرا کر

فردوہ الی اللہ و الرسول کے تحت اللہ اور اس کے رسولؐ کے احکام کے سامنے سر تسلیم خم کر کے دنیا میں اسلام کا جھنڈا بلند کرنا ہوگا، تب جا کر ہم اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کر سکیں گے۔

فضائل و مناقب اہل بیت رضوان اللہ اجمعین

فرمان نبوی حسینؓ مجھ سے ہے اور میں حسینؓ سے ہوں:۔

حدیث کی مشہور کتاب ابن ماجہ کتاب السنۃ میں حضرت یعلی بن مرہؓ فرماتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ ء کرامؓ کے ساتھ کھانے کی ایک دعوت پر جا رہے تھے، گلی میں سیدنا حسینؓ کھیل رہے تھے اچانک آپؐ کی نظر ننھے حسینؓ پر پڑی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں کو چھوڑ کر تیز تیز قدموں سے آگے بڑھے اپنے دونوں ہاتھ پھیلا دئے سیدنا حسینؓ حضورؐ کو دیکھ کر ادھر ادھر دوڑنے لگے، آقا مدنی صلی اللہ علیہ وسلم ننھے حسینؓ کے پیچھے دوڑنے لگے، حسینؓ کو ہنساتے رہے، حسینؓ کو پکڑ لیا۔ اب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ایک ہاتھ حسینؓ کی ٹھوڑی کے نیچے رکھا اور دوسرا ہاتھ سر کے نیچے رکھا اور حسینؓ کو چوم لیا، بوسہ دیا۔ صحابہ کرامؓ یہ منظر دیکھ رہے تھے اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو مخاطب کر کے فرمایا:۔

”حسینؓ منی و انا من حسینؓ احب اللہ من احب حسیناؓ. حسینؓ سبط من الاسباط.“

”حسینؓ مجھ سے ہے اور میں حسینؓ سے ہوں۔ جو حسینؓ سے محبت کرے اللہ اس سے محبت کرے اور حسینؓ اسباط ہیں یعنی میرے نواسہ ہیں“۔(۶)

خطبہ دیتے وقت منبر سے اتر کر حسنین کو آغوش میں لینا:۔

حدیث کی مشہور کتاب ابو داوٗد کتاب الصلواۃ میں ہے حضرت عبداللہؓ سے روایت ہے کہ ایک بار اللہ کے رسولؐ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے اس دوران حسنؓ اور حسینؓ رضوان اللہ اجمعین دونوں بچوں نے سرخ قمیص پہن رکھی تھی، گرتے پڑتے آ گئے۔ حضورؐ نے دیکھا تو منبر سے اتر پڑے دونوں بچوں کو اٹھایا اور منبر پر لے گئے وہاں دونوں کو آغوش میں لیا اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے۔

''انما اموالکم او لادکم فتنه''

''بلاشبہ تمہارے مال اور تمہارے بچے آزمائش ہیں''

چنانچہ میں نے اپنے ان دونوں بچوں کو دیکھا تو صبر نہ کر سکا اپنے سینہ سے لگایا۔ اس کے بعد دوبارہ خطبہ دینا شروع کر دیا۔

سیدنا حسن و حسین رضوان اللہ اجمعین جوانان بہشت کے سردار، اور سیدہ فاطمہؓ جنت کی عورتوں کی سردار:۔

ابن عساکر نے روایت کیا:۔

''اتانی ملک فسلم علی نزل من السماء لم ینزل قبلها فبشرنی ان الحسن والحسین سید اشباب اهل الجنة و ان فاطمة سیدة نساء اهل الجنة''(۷)

''میرے پاس ایک فرشتہ آیا آتے ہی مجھ کو سلام کیا یہ آسمان سے اترا اس سے پہلے نہ اترا تھا۔ پس مجھ کو بشارت دی کہ حسنؓ اور حسینؓ رضوان اللہ اجمعین

جوانانِ بہشت کے سردار ہیں اور فاطمہ زہرہؓ بہشت کی عورتوں کی سردار ہیں''۔

اس کو ابن عساکر نے بھی روایت کیا:۔

حسنین رضوان اللہ اجمعین دنیا میں میرے باغ کے پھول ہیں حدیث:۔

''ان الحسن و الحسین هما ریحانتای من الدنیا''۔(۸)

''حضرت حسنؓ اور حسینؓ دنیا میں میرے باغ کے دو پھول ہیں۔یعنی دنیا میں میرے گل اور ثمر مراد ہیں''۔

حسنؓ و حسینؓ عرش کی آرائش و زینت ہیں حدیث :۔

ا''الحسن و الحسین سنفا العرش و لیسا بمعلقین''۔(۹)

''حسنؓ اور حسینؓ دونوں عرش کے گوشوارے یعنی عرش کی آرائش و زینت ہیں اور عرش پر معلق نہیں ہیں''۔

حسنین کا دشمن میرا دشمن ہے حدیث:۔

''من احب الحسن و الحسین فقد احبنی و من ابغضهما فقد ابغضنی''.(۱۰)

''جو حسنؓ اور حسینؓ کو دوست رکھتا ہے وہ مجھ کو دوست رکھتا ہے اور جو ان کو دشمن جانتا ہے وہ مجھ کو دشمن جانتا ہے''۔

اہل بیت کی مثال سفینۂ نوحؑ کی سی ہے:۔

''مثل اهل بیتی مثل سفینة نوح من رکبها نجیٰ و من تخلف عنها غرق''(۱۱)

"میرے اہل بیت کی مثال ایسی ہے جیسے نوح کی کشتی جو اس پر سوار ہو گیا ہلاک ہونے سے بچ رہا اور جو رہ گیا اور سوار نہ ہوا غرق ہو گیا"۔ یعنی جو ان سے محبت رکھتا ہے اور ان کی معیت اور موافقت کرتا ہے خدا کی حمایت اور نصرت میں آ جاتا ہے۔

اہلبیت سے محبت کرنے والا پل صراط پر ثابت قدم ہوگا

"اثبتکم علی الصراط اشد لم حبا لاھل بیتی و اصحابی" (۱۲)

"تم میں پل صراط پر زیادہ ثابت قدم وہ شخص ہے جس کو میرے اہلبیت اور اصحاب کی محبت زیادہ ہے"۔ یعنی جو میرے اہلبیت اور میرے اصحابہ کرام سے محبت کرتا ہے وہ پل صراط پر ثابت قدم رہے گا یعنی اس کے قدموں میں لغزش نہیں آئے گی۔ اہلبیت اور اصحاب سے محبت جز و ایمان ہے۔

"ھذان ابنا ی و ابنتی اللھم انی احبھم فاحبھما و احب من یحبھما"۔ (۱۳)

فرمان نبویؐ: میری دوستی کی وجہ سے میرے اہل بیت کو دوست رکھو۔

"یہ دونوں یعنی حسنؓ اور حسینؓ میرے نواسے ہیں الٰہی میں ان دونوں کو دوست رکھتا ہوں تو بھی ان کو دوست رکھ اور جو ان کو دوست رکھے اس کو دوست رکھ"۔

"احبّو اللّٰہ لما یغدو کم بہ من نعمہ و احبونی لحبّ اللّٰہ و احبّو اھل بیتی لحبی" (۱۴)

"اللہ کو دوست رکھو اس لئے کہ وہ تم کو نعمتیں کھلاتا ہے اور اللہ کی دوستی کی وجہ سے مجھ کو دوست رکھو اور میری دوستی کی وجہ سے میرے اہلبیت کو دوست رکھو"۔

☆ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ اہل بیت میں مجھ کو حسنؓ اور حسینؓ سب سے زیادہ محبوب ہیں۔(۱۵)

☆ حضرت سیدنا حسنؓ کے متعلق نبی اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ میرا یہ بیٹا سید ہے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرائے گا۔(۱۶)

حسنین رضوان اللہ اجمعین کے رونے کی آواز مجھے غمگین کرتی ہے فرمان نبوی ﷺ:۔

☆ ایک بار رسول اللہ ﷺ نے حسینؓ کے رونے کی آواز سنی تو ان کی والدہ سیدہ فاطمہؓ سے فرمایا کہ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ان کا رونا مجھے غمگین و پریشان کرتا ہے۔(۱۷)

سوار بھی تو کتنا اچھا ہے:۔

☆ ایک مرتبہ آپ ﷺ حسنؓ کو اپنے کندھے پر سوار کر کے گھر سے باہر تشریف لائے تو ایک شخص نے دیکھ کر کہا کی میاں صاحبزادے کیا اچھی سواری ہے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا سوار بھی تو کتنا اچھا ہے۔(۱۸)

☆ آنحضرت ﷺ نماز پڑھتے وقت رکوع میں جاتے تو حسن و حسینؓ دونوں ٹانگوں کے اندر گھس جاتے، آپ ﷺ ان دونوں کو نکلنے کے لیئے ٹانگیں پھیلا کر راستہ بنا دیتے۔(۱۹)

☆ آپ ﷺ جب سجدہ میں ہوتے تو دونوں صاحبزادے جست لگا کر پشت مبارک پر بیٹھ جاتے تو آپ ﷺ اس وقت تک سجدہ سے سر نہ اٹھاتے جب

تک دونوں خود سے نہ اتر جاتے (۲۰)

امامین کریمینؓ باغ نبویؐ کے پھول ہیں:۔

☆انکم لمن ریحان اللہ

تم اللہ کی عطاء کردہ خوشبو ہو (۲۱)

☆ حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من سرہ ان ینظر الی رجل من اھل الجنۃ وفی لفظ سیدی شباب اھل الجنۃ فلینظر الی حسین بن علی رضی اللہ عنھما

''جو چاہے کہ اہل جنت مین سے کسی کو دیکھے یا یہ فرمایا کہ نوجوان اہل جنت کے سردار کو دیکھے وہ حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو دیکھے''۔(۲۲)

اہل ایمان کے نزدیک حسنینؓ محبوب ترین ہیں:۔

☆ایک روز ابن عمرؓ کعبہ کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے دیکھا کہ حسینؓ سامنے سے آرہے ہیں تو ان کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ شخص اس زمانے میں اہل ایمان کے نزدیک سارے اہل زمین سے زیادہ محبوب ہے۔(۲۳)

☆ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں تشریف رکھتے تھے، فرمایا کہ حسینؓ کہاں ہیں، حسینؓ آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں گر پڑے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک میں انگلیاں ڈالنے لگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسینؓ کے منہ پر بوسہ دیا اور فرمایا یا اللہ میں حسینؓ سے محبت کرتا ہوں آپ بھی اس سے محبت کریں اور اُس شخص سے بھی جو اِن سے محبت کرے۔(۲۴)

اَحب اهلی اِلٰی فاطمه''(۲۵)

ترجمہ: ''مجھ کو اپنے اہل میں زیادہ محبوب فاطمہؓ ہیں''۔

امت میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں کتاب اللہ اور اہلبیت کی تعظیم و توقیر اور محبت:۔

''انی تارک فیکم الثقلین او لهما کتاب اللّٰه فیه الهدی النور اتخذو بکتاب اللّٰه و استمسکو به فحث علی کتاب اللّٰه ورغب فیه ثم قال و اهلی بیتی اذکر کم اللّٰه فی اهل بیتی اذکر کم اللّٰه فی اهل بیتی''۔(۲۶)

ترجمہ: ''میں تم میں دو چیزیں گراں قدر یعنی عالی مرتبہ چھوڑے جا رہا ہوں اول کتاب اللہ کو مضبوطی سے پکڑو اور اس کو اختیار کرو۔ میرے اہل بیت یعنی میں تم کو اپنے اہل بیت کے بارے میں خدا کی یاد دلاتا ہوں''۔ یعنی ان کی تعظیم و توقیر اور محبت کے بارے میں ان کی دل سے محبت کرو۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنے نواسے کا نام حسینؓ رکھا:۔

جب سیدنا حضرت امام حسینؓ پیدا ہوئے تو نبی کریم ﷺ تشریف لائے حضرت حسینؓ کو اپنے ہاتھوں میں لیا اور فرمایا ما سمیتموه؟ اے علیؓ آپ نے اس کا کیا نام رکھا ہے۔ حضرت علیؓ عرض کرتے ہیں قلت سمیته حربا میں نے اس کا نام حرب رکھا ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بل هو حسین بلکہ وہ حسین ہے۔ یعنی نبی اکرم ﷺ نے حسین نام رکھا۔

اہل جنت کو دیکھنا ہو تو حسنینؓ کو دیکھئے:۔

حضرت جابرؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول کریمؐ نے فرمایا:۔

من سراه ان ینظر الی رجل من اهل الجنة فلینظر الی حسین بن علی .

جس کو پسند ہو کہ وہ اہل جنت میں سے ایک آدمی کو دیکھے پس حسینؓ بن علیؓ کو دیکھ لے۔(۲۷)

نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ حضرت سیدنا حسینؓ سے کس قدر محبت مودت الفت چاہت اور عقیدت عزت وقدر رکھتے تھے۔ حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

اہل جنت کے نوجوانوں کے سردار حسنین کریمینؓ ہیں:۔

"الحسن والحسین سید الشباب اهل الجنة"

حسنؓ و حسینؓ اہل جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔(۲۸)

حسنین کریمینؓ کے لیئے نبی کریم ﷺ کی دعا:۔

سیدنا حضرت عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے:۔

ا"اعیذ کما بکلمات الله التامه من کل شیطان وهامة ومن کل عین لاهه۔"(۲۹)

میں تم دونوں حسنؓ و حسینؓ کو ہر قسم کے شیطان زہریلے جانوروں اور لگنے والی ہر آنکھ سے اللہ تعالیٰ کے مکمل کلمات کی پناہ میں دیتا ہوں۔

حسنین کریمینؓ سے آقا کی محبت کی انتہا ہونٹ اور زبان کو بوسہ دینا:۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں:۔

''رایت رسول الله ﷺ یمعص لسانة اوقال شفته یعنی الحسین بن علی صلوات الله علیه واه لن یعذب لسان اوشفتان مصببهما''(۳۰)

میں نے دیکھا رسول اللہ ﷺ حضرت حسنؓ کی زبان یا ہونٹوں کو چوس رہے تھے اور اللہ ایسی زبان یا ہونٹوں کو کبھی عذاب نہ دے گا۔

ذرا اندازہ لگائیں کہ نبی کریمؐ کو اپنے نواسوں حضرت حسنؓ و حسینؓ سے کس قدر محبت انس و پیار تھا جس کا اندازہ نہیں کر سکتے۔

حسنینؓ میں جھلکِ رسول تھی:۔

"سیدنا حضرت حسنؓ رسول اللہ ﷺ کے بہت مشابہ تھے شکل میں رسالت کی جھلک تھی جو بھی آپ کے چہرہ انور کو دیکھتا تو بے ساختہ کہہ اٹھتا۔

''لم یکن احد اشبه بالنبی من الحسن بن علی''

حضرت حسنؓ سے بڑھ کر کوئی ہم شکلِ پیغمبر نہیں۔(۳۱)

حسنینؓ پر میرے ماں باپ قربان ''ابوبکر صدیقؓ'':۔

حضرت عقبہ بن حارثؓ فرماتے ہیں:۔

''رایت ابابکرؓ و حمل الحسنؓ وهو یقول بابی شبیه بالنبی ولیس شبیه بعلیؓ و علیؓ یضحک''(۳۲)

میں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو دیکھا کہ آپ حضرت حسنؓ کو اٹھائے ہوئے ہیں

اور فرما رہے ہیں میرے ماں باپ ان پر فدا ہوں یہ نبی کریم ﷺ کے مشابہ ہیں، حضرت علیؓ سے ان کی مشابہت نہیں ملتی اور حضرت علیؓ زبان صدیق سے یہ کلمات سن کر مسکرا رہے تھے۔

اس طرح بخاری شریف میں مرقوم ہے حضرت ابو بکرؓ فرماتے ہیں:۔

اہل بیت کی محبت میں خوشنودیِ رسول ﷺ ہے۔

"ارقبو محمد ﷺ فی اھل بیتہ" (۳۳)

نبی کریمؐ کی خوشنودی آپ کے اہل بیت کے ساتھ محبت کے ذریعہ تلاش کرو۔

علامہ ابن حجرؒ اس کی شرح یوں فرماتے ہیں:۔

"یخاطب بذلک الناس ویو صیھم بہ والمراقبۃ للتی فی المحافظۃ علیہ یقول احفظوہ فیھم فلا نوذوھم ولا تسو االیھم" (۳۴)

حضرت ابو بکرؓ لوگوں کو مخاطب کرتے اور وصیت فرماتے اہل بیت کی حفاظت کرو ان کا خیال رکھو نسبت الی النبی کی وجہ سے ان کا لحاظ کرو نہ ان سے برا سلوک کرو اور نہ ان کو کسی قسم کی تکلیف دو۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں:۔

"مارایت حسنا الاافاضت عینای دموعاً وذالک ان النبی ﷺ خرج یوم فوجدنی فی المسجد فاخذ بیدی فانظللقت معہ فما کلمنی حتی جئنا سوق بنی قینقاع فطاف بہ ونظر ثم انصرف وانا معہ حتی جئنا المسجد فجلس ثم قال این لکاع؟ ادع لکاع

فجاء حسن یشتد فوقع فی حجره ثم ادخل یراه فی لحیة ثم جعل النبی ﷺ یفتح فاه فیدخل فاه فی فیه ثم قال اللّٰهم انی احبه فاحببه و احب من یحبه یعنی الحسن بن علیؓ." (۳۵)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں میں نے جب بھی حضرت حسنؓ کو دیکھا تو میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے یہ اس لئے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ گھر سے باہر تشریف لائے اور مجھے مسجد میں پایا پس آپ نے میرا ہاتھ پکڑا میں آپؐ کے ساتھ چلا آپؐ نے میرے ساتھ کوئی بات نہ کی یہاں تک کہ ہم بنو قینقاع کے بازار میں پہنچے تھوڑا سا گھومنے کے بعد آپ واپس لوٹے اور میں آپ کے ساتھ تھا یہاں تک کہ ہم مسجد نبوی آئے آپؐ بیٹھ گئے پھر آپؐ نے فرمایا ننھا کدھر ہے؟ میرے پاس ننھے کو لے کر آؤ پس حضرت حسنؓ دوڑتے ہوئے آئے اور آپؐ کی گود میں بیٹھ گئے اور آپؐ کی داڑھی مبارک میں ہاتھ ڈالا پھر رسول اللہ ﷺ نے حسنؓ کے منہ کھول کر اپنا منہ وہاں رکھا پھر فرمایا اے اللہ میں اس سے محبت کرتا ہوں پس تو بھی اس سے محبت فرما اور جو اس سے محبت رکھتا ہے اس سے بھی محبت فرما۔

نبی کریم ﷺ کو اپنے شہزادوں سے کس قدر انتہائی پیار و محبت تھی۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں:۔

"اشهد ان رسول الله ﷺ قال انه سید"

میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ سردار ہیں۔ (۳۶)

حسنین کریمینؓ سے محبت کی انتہا:۔

مستدرک حاکم میں مرقوم ہے

''ان رسول اللہ ﷺ قبل حسنا وضمه اليه وجعل يشمه وعنده رجل من الانصار فقال الانصارى ان لى ابنا قد بلغ ما قبلته قطْ فقال رسول الله ارايت ان كان الله نزع الرحمة من قلبك فما ذنبى''۔(۳۷)

بے شک رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسنؓ کو بوسہ دیا گلے لگایا اور سونگھنا شروع ہو گئے آپؐ کے پاس قبیلہ انصار کا ایک آدمی بیٹھا تھا۔ انصاری کہنے لگا میرا ایک بچہ ہے جو بالغ ہو گیا ہے۔ میں نے تو کبھی اس کو بوسہ تک نہیں دیا۔ نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا اگر اللہ تعالیٰ نے تیرے دل سے محبت نکال لی ہے تو اس میں میرا کیا ہے۔

سیدنا ابوبکر صدیقؓ سے روایت ہے۔

''رايت الحسنؓ والحسينؓ يشبان على ظهر رسول الله ﷺ وهو يصلى فيمسكهما بيده حتى اذا استقر على الارض تركهما فلما صلى اجلسهما في حجره ثم مسح روسها ثم قال ان النبى هذين ريحانتاى من الدنيا''۔(۳۸)

حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرات حسنؓ و حسینؓ کو دیکھا کہ وہ آپؐ کی پشت مبارک پر اچھل کود رہے ہیں اور آپؐ نماز پڑھ رہے تھے آپؐ ان کو اپنے ہاتھوں سے پکڑ لیتے جب آپؐ زمین پر بیٹھ جاتے آپ انہیں چھوڑ

دیتے جب آپؐ نے نماز پڑھ لی تو دونوں کو اپنی گود مبارک میں بٹھایا سر پر پیار سے ہاتھ پھیرا اور فرمایا یہ میرے دونوں بیٹے دنیا کے پھول ہیں۔

جب حضرت عمرؓ نے بیت المال کا محکمہ قائم فرمایا تو مسلمانوں میں ان کے مراتب کے مطابق سالانہ وظائف مقرر فرمائے تو حضرت امام حسنؓ اور امام حسینؓ کے وظائف اصحاب بدر کے وظیفوں کے برابر پانچ ہزار درہم سالانہ مقرر فرمائے۔ ایک مرتبہ یمن سے کافی حلے بھیجے گئے تو حضرت عمرؓ نے ان کو صحابہ کرامؓ میں تقسیم فرمائے اور ان حلوں کو حضرت امام حسنؓ اور امام حسینؓ یعنی حسنین کریمینؓ کے لائق نہ سمجھا اور یمن کے حاکم کے نام فرمان بھیجا کہ فوری طور پر دو حلے مزید بھیجو جب وہ حلے اعلیٰ قسم کے آگئے تو حضرت عمر فاروقؓ نے حسنین کریمینؓ کو پہنائے اور انتہائی خوشی کا اظہار فرمایا اور جتنے تک حسنین کریمینؓ نے ان کو نہ لیا اس وقت تک حضرت عمرؓ بے چین ہی رہے اور یہ صرف اور صرف اس وجہ سے کہ وہ اہل بیت تھے اور نبی کریم ﷺ کے پیارے نواسے تھے۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں:۔

"دخلت علی رسول اللہ ﷺ الحسن والحسین یلعبان علی بطنہ فقلت اتحبھما یا رسول اللہ؟ فقال ومالی لا احبھما ریحانتای من الدنیا اشمھما" (۳۹)

میں رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا تو حضرت حسنؓ و حسینؓ آپؐ کے پیٹ پر کھیل رہے تھے میں نے کہا آپؐ ان سے محبت فرماتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا کیسے

محبت نہ کروں یہ میرے دنیا کے پھول ہیں اور میں ان کو سونگھتا ہوں۔

حسنین رضؓ کا دشمن میرا دشمن، حسنین رضؓ کا دوست میرا دوست، فرمان نبویﷺ:۔

''عن زید بن ارقمؓ ان رسول اللہ ﷺ قال علی و فاطمہ و الحسن و الحسینؓ انا حرب لمن حاربتم وسلم لمن سالمتم''(۴۰)

حضرت زید بن ارقمؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت علیؓ حضرت فاطمہؓ، حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ سے فرمایا میں اس سے لڑوں گا جس سے تم لڑو گے اور جس سے تم صلح کرو گے میں اس سے صلح کروں گا۔

''عن ابی ہریرہؓ قال نظر النبی ﷺ الی علیؓ و فاطمہؓ والحسنؓ والحسینؓ فقال انا حرب لمن حاربکم وسلم لمن سالمکم''۔(۴۱)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ حضرت علیؓ حضرت فاطمہؓ، حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کی طرف نظر التفات کی اور ارشاد فرمایا جو تم سے لڑے گا میں اس سے لڑوں گا جو تم سے صلح کرے گا میں اس سے صلح کروں گا۔یعنی جو تمہارا دشمن وہ میرا دشمن اور تمہارا دوست وہ میرا بھی دوست ہے۔

''عن ابی سعید الخدریؓ قال قال رسول اللہ ﷺ من ابغضنا اھل البیت فھو منافق''(۴۲)

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے ہم اہل بیت سے بغض رکھا تو وہ منافق ہے۔

جس نے اہل بیت سے بغض رکھا اس کا حشر یہودیوں کے ساتھ ہوگا

فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم:۔

"عن جابر بن عبداللہ الانصاریؓ قال خطبنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو یقول ایھاالناس من ابغضنا اھل البیت حشرہ اللہ یوم القیامۃ یھود یا فقلت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وان صام وصلیٰ؟ قال و ان صام و صلیٰ"(۴۳)

حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا آپؐ نے فرمایا جس نے ہم اہل بیت کے ساتھ بغض رکھا روز قیامت اس کا حشر یہودیوں کے ساتھ ہوگا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ وہ روزہ رکھے نماز بھی پڑھے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں اگرچہ وہ روزہ رکھے اور نماز بھی پڑھے اس کے باوجود دشمن اہل بیت ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کی عبادات کو رد فرما کر اسے یہودیوں کے ساتھ اٹھائے گا۔

بغض اہل بیت کا انجام جہنم ہے فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم:۔

"عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوان رجلا صف بین الرکن و المقام فصلیٰ وصام ثم لقی اللہ وھو مبغض لاھل بیت محمد دخل النار"۔(۴۴)

"حضرت عبداللہ بن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کوئی شخص کعبۃ اللہ کے پاس رکن یمانی اور مقام ابراہیم کے درمیان کھڑا ہو کر نماز پڑھے اور روزہ بھی رکھے اور پھر وہ اس حال میں مرے کہ اہل بیت

سے بغض رکھتا ہوتو وہ شخص جہنم میں جائے گا‘‘۔

امام کائنات سید الاولین و آخرین کو اپنے نواسوں سے کس قدر انتہائی محبت تھی کبھی ان کو ریحان جنت یعنی جنت کے پھول قرار دیا اور کبھی نوجوانان جنت کا سردار ہونے کی بشارت دی۔ خاص طور پر جزوِ رسول اور خاندان نبوت ہونے کے ان کو جو فیض نبوی اندرون خانہ نصیب ہوا دوسروں کو نہیں۔

سیدنا امام حسینؓ، نہ صرف جید صحابی بلکہ صاحب روایت صحابی ہیں:۔

حافظ ابن حجر اپنی مشہور تصنیف تہذیب التہذیب میں فرماتے ہیں:۔

’’الحسین بن علی بن ابی طالب الهاشمی ابو عبدالله المدنی سبط رسول ﷺ و ریحانة من الدنیا واحد سیدی شباب اهل الجنه رویٰ عن جده و ابیه و امه و خاله هند بن ابی هاله عمر بن الخطاب و عنه اخوه الحسین بن علی‘‘۔(۴۵)

حسینؓ بن ابی طالب ہاشمی ابو عبداللہ مدنی اولاد رسول اللہ ﷺ اور آپ کی دنیائے پاک کی خوشبو اور جوانان جنت کے دو سرداروں میں سے ایک ہیں۔ انہوں نے روایت کی اپنے دادا حضور ﷺ سے اور اپنے والد حضرت علیؓ سے اور اپنی والدہ حضرت فاطمہؓ سے اور اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہؓ سے اور عمر بن خطابؓ سے اور حضرت حسینؓ سے روایت کی حضرت حسنؓ بن علی نے اس طرح بہت سی احادیث آپ سے روایت ہیں۔

مرویات سیدنا امام حسینؓ:۔

سیدنا حضرت امام حسینؓ سے جو روایت حدیث سے متعلق مروی ہیں، امام احمد

بن حنبلؒ نے اپنی کتاب مسند امام احمد میں آٹھ روایات کا ذکر فرمایا ہے جو کہ درج ذیل ہیں:۔

۱۔عن حسینؓ بن علیؓ قال قال رسول اللہ ﷺ للسائل حق و ان جاء علی فرس.(۴۶)

حضرت سیدنا حسینؓ ابن علیؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا سائل کا حق ہے اگرچہ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر آئے۔

یعنی سائل کی اپنی استطاعت کے مطابق مدد و امداد کرنی چاہیے اگرچہ گھوڑے پر سوار ہو کر آئے۔یعنی کسی حال میں بھی محروم یا خالی ہاتھ نہیں بھیجنا چاہیے۔

۲۔عن ربیعة بن شیبان قال قلت للحسین بن علیؓ ما تعقل عن رسول اللہ ﷺ قال صعوت اللغرفة فاخذت تمرة فلکھا نی فیّ فقال النبی ﷺ القھا فانھا لا تحل لنا الصّدقه(۴۷)

ربیعہ بن شیبان کہتے ہیں کہ میں نے ایک روز حضرت امام حسینؓ سے عرض کیا کہ کیا چیز آپ نے نبی کریم ﷺ سے حاصل کی ہے۔جواب میں سیدنا حسینؓ نے فرمایا کہ ایک روز میں ایک کمرے میں داخل ہوا اور وہاں سے ایک دانہ کھجور لے کر منہ میں ڈال دی۔حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اسے پھینک دو بیشک ہمارے لئے صدقہ کا مال حلال نہیں۔یعنی سادات کے لئے صدقے کا مال جائز نہیں ہے۔

درحقیقت صدقے کا مال لوگوں کے مال کی میل ہوتا ہے جو کہ خاندان نبوت کے لئے جائز و مناسب نہیں۔

۳۔عن حسین بن علیؓ قال قال رسول اللہ ﷺ وان من حسن الاسلام المرء قلة الکلام فیما لا یعنیه۔(۴۸)

حضرت حسین بن علیؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا بیشک انسان کے اسلام کا حسن کم بولنا ہے ان چیزوں سے جو لایعنی ہیں۔

یعنی انسان کو بیہودہ باتیں اور غیر ضروری طور پر نہیں بولنا چاہیے۔اکثر و بیشتر لوگ لایعنی باتوں میں لگے رہتے ہیں اور ان کو اس بات کی فکر نہیں ہوتی کہ جو کچھ وہ بول رہے ہیں روز قیامت اس سے اس کی پرسش ہوگی ہر بات کراماً کاتبین لکھ رہے ہیں۔

یعنی انسان کو بے سود بے مقصد باتوں میں ٹائم ضائع نہیں کرنا چاہیے۔

۴۔عن حسین بن علیؓ قال انما قام النبی ﷺ من اجل جنازة یهودی مرّبها علیه فقال آذانی ریحها۔(۴۹)

سیدنا حسینؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ ایک یہودی کے جنازے کے گذرنے کے موقع پر کھڑے ہو گئے تھے اور فرمایا تھا کہ مجھے اس جنازے کی بدبو سے تکلیف ہوئی۔

۵۔عن حسین ابن علیؓ عن النبی ﷺ قال ما من مسلم ولا مسلمة اصیب بمصیبة فیذکرها و ان طال عهد ها فیحدث لذلک استر جاعا الا جدّ واللّٰه له عند ذلک فاعطاه مثل اجرها یوم اصیب بها۔(۵۰)

حضرت حسین بن علیؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا نہیں ہے

کوئی مسلمان مرد اور نہ عورت جس کو کوئی مصیبت پہنچی ہو۔ اگر چہ اس کو ایک زمانہ گذر گیا ہو اور یہ اس کو یاد کرے انا اللہ و انا الیہ راجعون کے ساتھ مگر اللہ تبارک و تعالیٰ اس کو اجر دیں گے پہلے دن کی طرح جس روز کہ اس کو مصیبت پہنچی تھی۔

٦۔عن الحسین بن علیؓ قال قال رسول اللہ ﷺ و ان من حسن الاسلام المرء قلة الکلام فیما لا یعنیه. (٥١)

حضرت سیدنا حسینؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا انسان کے اسلام کا حسن یہ ہے کہ لایعنی کاموں کو چھوڑ دے۔

یعنی ایک مسلمان کے اسلام کا حسن یہ ہے یعنی بہتر مسلمان وہ ہے جو فضول اور بے مقصد کاموں سے اپنے اوقات کو ضائع نہیں کرتا۔ انسان کو وقت کی قدر کرنی چاہیے۔ بیہودہ اور غیر ضروری کاموں میں اپنا وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے جہاں تک ہو سکے خدمت خلق، عبادت و ذکر و فکر میں مشغول رہنا چاہیے۔

٧۔عن الحسین بن علیؓ قال علمنی جدی او قال النبی ﷺ کلمات اقولهن فی الوتر۔ (٥٢)

حضرت حسین ابن علیؓ روایت کرتے ہیں کہ میرے نانا حضور اکرم ﷺ مجھے سکھاتے تھے کچھ کلمات جو کہ میں وتر میں پڑھتا ہوں۔

٨۔عن الحسینؓ بن علیؓ قال النبی ﷺ قال البخیل من ذُکرت عنده ثم لم یصلی علی۔ (٥٣)

سیدنا امام حسینؓ فرماتے ہیں کہ بیشک نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بخیل وہ شخص ہے کہ جس کے سامنے میرا نام لیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔
یعنی وہ انسان کتنا بد بخت اور بد نصیب و بخیل ہے جس کے سامنے آقا دو جہاں کا اسم گرامی آئے اور وہ شخص ان پر درود و سلام نہ پڑھے۔ دوسری حدیث شریف میں ہے کہ وہ شخص ذلیل و خوار ہو اس دنیا میں اور آخرت میں جس کے سامنے میرا نام لیا جائے اور وہ مجھ پر درود و سلام نہ پڑھے۔ نبی اکرم ﷺ رحمت اللعالمین ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:۔
''ان اللّٰہ و ملائکة یصلون علی النبی یا ایھاالّذین امنو صلو علیه و سلمو تسلیما''۔
بیشک اللہ تعالیٰ جلہ شانہ اور اس کے فرشتے نبی اکرم ﷺ پر درود و سلام بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو تم بھی نبی کریم ﷺ پر درود و سلام بھیجو۔
سیدنا امام حسینؓ سادات المسلمین اور جید صحابی ہیں۔ امام ابن کثیر اپنی مشہور کتاب البدایہ میں حافظ ابن کثیر سیدنا حسینؓ کی صحابیت کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:۔
''والمقصود ان الحسین عاصر رسول اللّٰه ﷺ و صحبة الی ان توفی و هو عنه راض ولکنه کان صغیرا''۔(۵۴)
ترجمہ: ''مقصود یہ بیان کرنا ہے کہ حسینؓ معاصر رسول اللہ ہیں جنہوں نے حضور ﷺ کی صحبت اٹھائی تا آنکہ حضور ﷺ نے رحلت فرمائی اور آپ ان سے راضی تشریف لے گئے البتہ حسینؓ خورد سال تھے''۔

اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے البدایہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

''فانه من سادات المسلمین و علماء الصحابة و ابن بنت رسول الله ﷺ التی هی افضل بناته و قد کان عابد و شجاعاو سخیّه''(۵۵)

ترجمہ: ''حضرت حسینؓ سادات المسلمین ہیں اور علماء صحابہ میں سے ہیں اور اللہ کے رسول ﷺ کی سب سے افضل صاحبزادی کے بیٹے ہیں اور وہ عابد بہادر اور سخی تھے''۔

سیدنا حسینؓ کے صحابی ہونے پر جمہور محدثین اور آئمہ حدیث کا اجماع:۔

امام بخاری نے صحیح بخاری، باب فضائل النبی ﷺ میں واضح طور پر روایت کی ہے:۔

''من صحب النبی ﷺ او رآه من المومنین فهو صحابی''۔(۵۶)

''جو نبی کریم ﷺ کی صحبت پائے یا آپ کو بحالت ایمان دیکھ لے وہی صحابی ہے''۔

جمہور محدثین کے نزدیک صحابیت کے لئے بالغ ہونا شرط نہیں، ابن حجرؒ:۔

جمہور محدثین کے نزدیک صحابیت کے لئے بوقت ملاقات نبوی بالغ ہونا شرط نہیں، یعنی کم سن بھی صحابی ہوسکتا ہے۔

حافظ ابن حجر، فتح الباری میں اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:۔

''ومنهم من اشترط فی ذلک ان یکون حین اجتماعه بالغاً وهو مردود والذی جزم به البخاری قول احمد بن حنبل والجمهور من المحدثین''۔(۵۷)

''ان میں سے بعض نے شرط لگائی کہ آدمی حضور ﷺ کے ساتھ جمع ہونے کے وقت بالغ ہو اور یہ مردود ہے پھر فرماتے ہیں بخاری نے جس قول پر اعتماد کیا ہے وہ قول امام احمد اور جمہور محدثین کا ہے''۔

سیدنا امام حسینؓ مقام صحابیت و محدثیت کے نہایت اعلیٰ وارفع مقام پر فائز تھے:۔

قرآن و حدیث و جمہور محدثین تمام آئمہ حدیث امام بخاری و امام مسلم کے نزدیک حضرت سیدنا حسینؓ نہ صرف مقام صحابیت کے اعلیٰ وارفع مقام پر فائز تھے بلکہ آپ کی نہ صرف صحابیت بلکہ محدثیت روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ آپؓ کی صحابیت کا انکار کرنا ضلالت اور کھلی گمراہی ہے۔قرآن مجید نے حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے و اوحینا الیہ ہم نے یوسفؑ کی طرف وحی کی۔ مفسرین کی اکثریت نے اس وحی کو باقاعدہ وحی قرار دیا ہے۔انہوں نے اس اعتراض پر کہ بچے پر کیوں کر وحی کا نزول ہوا یہ کہہ کر مسترد کر دیا کہ اگرچہ آپ نابالغ تھے مگر عقل و فراست میں کامل تھے۔ جب حضرت مریمؑ نے بغیر خاوند کے سیدنا عیسیٰؑ کو جنم دیا اور قوم نے طعن و تشنع کرتے ہوئے بچے کی بابت دریافت کیا تو نوزائیدہ بچے پر رب نے وحی کی اور خود اس بچے سے کہلوایا

''انی عبداللہ اٰتنی الکتاب و جعلنی نبیا''۔(۵۸)

بے شک میں اللہ کا بندہ ہوں مجھے نبی بنا کر بھیجا گیا ہے۔

یہی حال حضرت حسینؓ کا ہے جس نے نبیؐ کی گود میں پرورش و تربیت پائی ہو اس کی عقل و فراست علم و عمل اور صحابیت پر شک کرنا سورج کو چراغ دیکھانے کے مترادف ہے۔ ذرا سوچیں کہ ان کی صحابیت اور محدثیت کا مقام کتنا بلند اور ارفع ہو گا۔

سیدنا حسینؓ کے تقدس اور رضا کی گواہی قرآن میں :۔

بحثیت صحابی آپ کی جلالت عظمت و شان کی گواہی قرآن نے یہ کہہ کر دی ہو

''راضی اللّٰہ عنھم و رضو عنہ''۔(القرآن سورۃ التوبہ)

اللہ ان سے راضی ہے وہ اللہ سے راضی۔ یعنی ان کی نیات و عزائم سے ان کے اخلاق و اعمال سے اللہ تعالیٰ خوش اور یہ رضا جب تک قرآن باقی یہ رضا ابدالآباد تک باقی۔ جن کے تقدیس و تطہیر مقدس وعدول اور محفوظ من اللہ ہونے کی گواہی قرآن نے دی ہو ان پر صغر سنی کی قید لگا کر صحابیت کا انکار کرنا اور معاذ اللہ حب جاہ و ہوس کا الزام لگا کر شکوک و شبہات پیدا کرنا اللہ و رسولؐ کے فرمان کا کھلم کھلا انکار کرنا ہے۔ جن کے تقویٰ و طہارت دل کی ظاہر باطن کی پاکیزگی کے متعلق قرآن واضح اعلان کر رہا ہے :۔

''اولئک الذین امتحن اللہ قلوبھم للتقویٰ لھم مغفرۃ و اجر عظیم''۔(القرآن سورۃ الحجرات)

''یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ نے ان کے دلوں کو تقویٰ سے جانچ لیا ہے ان کے لئے

مغفرت اور اجر عظیم ہے''۔

سیدنا حسینؓ پاکدامن اور محفوظ من اللہ ہیں:۔

قرآن میں ان کے تقویٰ کو آزمودہ حق بتلایا گیا ہے وہیں انہیں پیشگی مغفرت اور اجر عظیم کی بشارت سے نوازہ گیا ہے اور انہی پاک شخصیات کو اپنے رسولؐ کی صحبت ومعیت کے لئے منتخب کرلیا گیا ہے۔ اور دین اسلام کی بقاوتحفظ کے لئے خصوصی طور پر ان کو پاکدامن ومقدس محفوظ من اللہ اور ان کے لئے پیشگی ہی انہیں مغفور وماجور ہونے کی بشارت دی گئی ہے۔ قرآن وحدیث نے صحابہ کے طبقہ کے سوا کسی طبقہ کو من حیث الطبقہ عدول متقین اور محفوظ من اللہ نہیں فرمایا ہے۔ حضرت سیدنا حسینؓ کا نبی کریمؐ کے ساتھ رہنا بلکہ نبی کریمؐ کی چادر میں آقا مدنی کے جسم سے قریب تر ہو کر رہنا جنھوں نے بیت نبوت میں آنکھ کھولی ہو، جس کی تعلیم وتربیت خود آنحضرت ﷺ نے اپنے ہاتھوں سے کی ہو، حضور ﷺ کی صحبت ولقاء کا شرف پایا ہو، جن کا ظاہر وباطن مرضی الٰہی ہونے کی وجہ سے ہوا و ہوس اور معصیت سے محفوظ ہو قرآن نے ان کے کمال رشد وہدایت کی کھلی شہادت دی ہو۔ (ظاہر وباطن محفوظ من اللہ ہونا) ولکن اللہ حبب الیکم والایمان و زینہ فی قلوبکم و کرّہ الیکم الکفر والفسوق ولعصیان اولئک ھم الراشدون فضلاً من اللہ و نعمۃ''۔ (القرآن سورۃ الحجرات)

''اللہ نے ایمان کو ان کے دلوں میں محبوب بنا دیا اور آراستہ کردیا ہے۔ اور کفر و فسق اور گناہ کو ان کے نزدیک مکروہ اور برا بنادیا یہی لوگ ہیں بزرگ اللہ کے

فضل ونعمت سے''۔

بعض کم علم کم فہم لوگ انہیں اپنے اوپر قیاس کر کے معاذ اللہ مرتکب معاصی ٹھہرادیتے ہیں وہ لغزش سے بالاتر ہیں یہی وہ حفاظت خداوندی ہے جس نے انہیں محفوظ من اللہ بنادیا۔ جن کے کمال ایمان وتقویٰ کمال عرفان وعلم، کمال فہم وفراست، کمال اخلاق واخلاص، کمال رشد وہدایت کی قرآن گواہی دے رہا ہو وہاں یزید جیسے فاسق وفاجر گمراہ سے تقابل کرنا جہالت وگمراہی اور بے دینی نہیں تو اور کیا ہے۔؟

حوالہ جات

(۱) (مولانا محمد حسین آزاد، ادیب و مصنف دربار اکبری ص ۳۸۲، ۳۸۳)

(۲) (نہج البلاغہ، خطبات حضرت علیؓ ترجمہ، ص ۲۵)

(۳) (نہج البلاغہ ترجمہ ص ۲۰۳)

(۴) (نہج البلاغہ ص ۲۶۱)

(۵) (شہید کربلا اور یزید، قاری محمد طیب، بحوالہ شہادت حسینؓ، ص ۲۷۸)

(۶) (جامع ترمذی ج ۲ ص ۲۱۹ باب مناقب اہل بیت)

(۷) (ابن عساکرؒ، جامع ترمذی، جلد دوم، ص ۲۱۹، مناقب اہل بیت)

(۸) (ابن عساکر، مجمع الزوئد، جلد ۹ ص ۱۸۴)

(۹) (رواہ الطبرانی)

(۱۰) (سنن ابن ماجه و احمد).

(۱۱) (رواہ ترمذی والبراز)

(۱۲) (راوہ ابن عدی والفردوسی)

(۱۳) (رواہ ترمذی ج ۲ ص ۲۱۸)

(۱۴) (رواہ ترمذی)

(۱۵) (رواہ ترمذی فضائل حسن وحسین)

(۱۶) (مستدرک حاکم فضائل امام حسنؓ)

(۱۷) (الطبرانی)

(۱۸)(رواہ ترمذی)

(۱۹)(تہذیب التہذیب ج ۲ص ۲۹۲)

(۲۰)(الاصابہ، ج ۲،تذکرہ حسنؓ و حسینؓ)

(۲۱)(رواہ ترمذی)

(۲۲)(ابن حبان)

(۲۳)(ابن عساکر)

(۲۴)(ابن سعد)

(۲۵)(رواہ ترمذی)

(۲۶)(رواہ مسلم)

(۲۷)(مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۹۲ باب مناقب الحسینؓ بن علیؓ)

(۲۸)(جامع ترمذی)

(۲۹)(بخاری شریف حدیث ۳۳۷۱)

(۳۰)(بخاری شریف حدیث ۳۳۷۱)

(۳۱)(صحیح بخاری، مناقب الحسنؓ والحسینؓ)

(۳۲)(بخاری کتاب فضائل النبیؐ باب مناقب الحسنؓ والحسینؓ)

(۳۳)(بخاری کتاب فضائل النبیؐ باب مناقب الحسنؓ والحسینؓ)

(۳۴)(فتح الباری ص ۸۰ ج ۸)

(۳۵)(اللولو والمرجان باب الفضائل حسنؓ و حسینؓ ج ۲ ص ۷۳۳)۔

(۳۶)(الولو والمرجان، باب فضال الحسنؓ والحسینؓ، جلد دوم ص ۷۳۳)

(۳۷)(مستدرک حاکم باب مناقب الحسن، ج ۳،ص ۱۷۰)

(۳۸)(جامع ترمذی ج ۴ص ۲۰۲)

(۳۹)(مجمع الزوائد ج ۹ص ۱۸۴)

(۴۰)ایضاً

(۴۱)(بحواله خصائص النبیؐ واهله، شیخ محمد خیر طعمه حلبی البختری الشامی ص ۳۸۸، ۳۸۹)

(۴۲)ایضاً

(۴۳)ایضاً

(۴۴)(بحواله خصائص النبیؐ واهله، شیخ محمد خیر طعمه حلبی البختری الشامی ص ۳۸۸، ۳۸۹)

(۴۵)(حافظ ابن حجر تہذیب التہذیب)

(۴۶)(امام احمد بن حنبل،مسند امام احمد بن حنبل)

(۴۷)(امام احمد بن حنبل،مسند امام احمد بن حنبل)

(۴۸)(امام احمد بن حنبل،مسند امام احمد بن حنبل)

(۴۹)(امام احمد بن حنبل،مسنید امام احمد بن حنبل)

(۵۰)(امام احمد بن حنبل،مسند امام احمد بن حنبل)

(۵۱)(امام احمد بن حنبل،مسند امام احمد بن حنبل)

(۵۲)(امام احمد بن حنبل،مسند امام احمد بن حنبل)

(۵۳)(امام احمد بن حنبل،مسند امام احمد بن حنبل)

(۵۴) (حافظ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۱۵۰)

(۵۵) (حافظ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۲۰۳)

(۵۶) (محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری باب فضائل اہل بیت)

(۵۷) (حافظ ابن حجر، فتح الباری، ج ۷ ص ۳۰)

(۵۸) (پروفیسر حافظ سعید، تفسیر سورۃ یوسف)

﴿باب دوم﴾

سیدنا امام حسینؓ ہمیشہ عزیمت پر عمل پیرا رہے۔

درحقیقت سیدنا امام حسینؓ شجاعت وحمیت کے پیکر تھے ہمیشہ عزیمت پر عمل کیا اور راہ حق میں کبھی کسی اذیت اور خطرہ کی پرواہ نہیں کی مسلمانوں کو صحیح رخ پر لگانے میں انہوں نے ہر آزمائش کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ سیدنا امام حسینؓ کی عزیمت وجرأت اور ہمت وشجاعت کا سب سے بڑا ظہور اسی واقعہ کربلا سے ہوا ہے کہ جس چیز کو وہ حق سمجھ چکے تھے اس پر جان دے دینی گوارا کی مگر باطل کے آگے سر جھکانا گوارہ نہیں کیا اور باوجود بے یارومددگار اور یکہ وتنہا ہونے کے باطل کے مقابلے میں ڈٹے رہے اور شہادت عظمیٰ کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوئے جس کی وضاحت ابن خلدون مقدمہ ابن خلدون میں یوں فرماتے ہیں:۔

''وماحدث فی یزید ماحدث من الفسق اختلف الصحابه حنیئذفی شانه فمنهم من رأی الخروج علیه ونقص البیعة من اجل ذلک کما فعل الحسین و عبدالله ابن الزبیر و من تبعهما فی ذالک و منهم من اباه لما فیه من اثارة الفتنة و کثرة القتل مع العجز عن الوفاء به لان شوکة یزید یومئیذ هی عصا بة بنی امیه''۔(۱)

''اور جب یزید میں وہ بات پیدا ہوگئی جو پیدا ہونی تھی یعنی فسق وفجور تو صحابہ اس کے بارہ میں مختلف الرائے ہو گئے بعض نے اس کے خلاف کھڑے ہو

جانے اوراس کی بیعت توڑ دینے کوضروری سمجھا۔اس کے فسق وفجور کی وجہ سے جیسا کہ حضرت حسینؓ اور عبداللہ ابن الزبیر اوران کے پیروؤں نے کیا اور بعض نے فتنہ اور کثرۃ قتل کے خطرات اوراس کی روک تھام سے عجز محسوس کرنے کی وجہ سے خاموشی اختیار کی کیونکہ اس دور میں یزید کی شوکت وقوت بنی امیہ کی عصبیت تھی‘‘۔

یزید کی جہادروم میں عدم شرکت اور مجاہدین کا مذاق اڑانا:۔

یزید کی عیش پرستی ،خودغرضی اورمطلب پرستی کا یہ عالم تھا کہ جب 50ھ میں لشکر روم بھیجا گیا یعنی جہاد قسطنطنیہ کے لئے یہ گھر میں بیٹھے داد عیش میں مست تھا۔

ابن اثیر لکھتے ہیں:۔

’’وفی هذه السنة وقيل سنة خمسين سيّر معاوية جيشا كثيفاً الى بلاد الروم للغزاة و جعل عليهم سفيان ابن عوف و امر ابنه‘ يزيد بالغزاة معهم فتشاقل و اعتل فامسک عنه ابوه فاصاب الناس فی غزاتهم جوع و مرض شديد فانشاء يزيد يقول ما ان ابالی بمالاقت جموعهم. بالفرقد ونة من حمیّ ومن حوم اذاتكأت على الانماء مرتفعاً بدير مرّان عندی ام كلثوم،ام كلثوم امرأة وهی ابنة عبدالله بن عامر (۲)

مجھے پرواہ نہیں کہ ان لشکروں پر یہ بخار وتنگی کی بلائیں فرقدونہ (مقام کا نام ہے) میں آپڑیں جبکہ میں دیرمران میں اونچی مسند پر تکیہ لگائے ام کلثوم کو اپنے پاس لئے بیٹھا ہوں۔ام کلثوم بنت عبداللہ یزید کی بیوی تھی۔

آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یزید کتنا عیش پرست تھا۔ پھر اس کی خود غرضی اور خود مطلبی کا یہ عالم تھا کہ ادھر مجاہدین روم کے جہاد میں لشکر پر بھوک و پیاس اور بیماری اور تکالیفوں کے پہاڑ ٹوٹ رہے ہیں اور یہاں یزید داد عیش دیتے ہوئے اشعار کہہ رہا ہے اور مجاہدین پر مذاق اڑا رہا ہے۔

کہاں کا جہاد کہاں کے مجاہد مجھے تو دیر مران میں ام کلثوم کے ساتھ عیش و عشرت چاہیے۔

یزید بدکردار اور باغی حق تھا:۔

جہاد روم پر وہ ٹھٹھہ و مذاق اڑا رہا ہے اور خود عیش و عشرت میں مست اشعار کہہ رہا ہے اس کے فسق و فجور میں کوئی شک وشبہ کیا جا سکتا ہے؟ یزید بوجہ اپنے فسق و فجور قلوب مسلمین میں مبغوض اور مستوجب مذمت و ملامت ہے۔ اس سے یزید کی جہاد قسطنطنیہ کی امارت کی واضح نفی ہو رہی ہے۔ 50ہجری میں لشکر روم میں جہاد میں شرکت بھی نہیں کی تھی جو کہ اس کے اشعار سے بالکل واضح ہے۔ یزید کی شنیع حرکات اور اس کے فاسقانہ افعال بالکل واضح ہیں۔ بقول قاری محمد طیب وہ ایک معمولی قسمت آزما، ناکام مدعی اور بچپن ہی سے جھتہ بندی کرنے والا، باغی حق، شہوت پرست، تارک صلواۃ تھا۔ اس کی امارت فسق و فجور پر قائم امارت صبیان تھی۔ بعض صحابہ کی خاموشی اسے فاسق سمجھ کر فتنہ سے بچنے کے لئے تھی۔ باغی حق ہونے کی وجہ سے سیدنا امام حسینؓ کا خروج برحق تھا۔ ناشناسی کا یہ عالم تھا کہ وہ اپنے زمانہ کے امام حق کو بھی نہ پہچان سکا۔ وہ عہد شکن، مطلب پرستی کے جوش میں اقتدار کی خاطر اجتماعی غداری کے جرم کا مرتکب

ہوا۔ وہ خلیفہ امام حق اور بے داغ کردار کے امام کی حق تلفی تک سے نہ بچ سکا۔ وہ خود ستائی، تکبر، مطلب براری، بدکرداری کی وجہ سے مبغوض خلائق اور بدعقیدہ ہونے کی وجہ سے مذمت وملامت کا نشان بن چکا تھا۔

یزید کی مذمت احادیث نبوی ﷺ سے:۔

بخاری شریف کی روایت:۔

یزید کے بارے میں بخاری شریف میں واضح طور پر احادیث موجود ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے۔

"قال ابو ھریرہؓ سمعت الصادق المصدوق ﷺ ھلکة امتی علی ایدی غلیمه من قریش" (۴)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے صادق ومصدوق ﷺ سے سنا ہے کہ میری امت کی ہلاکت چند قریشی لڑکوں کے ہاتھوں ہوگی۔

رسول اللہ ﷺ کا امارۃ صبیان سے اللہ کی پناہ مانگنا:۔

ابن شیبہ کی روایت:۔

جس کی مزید وضاحت فتح الباری کی اس حدیث سے ہوتی ہے۔

"وابن شیبه عن ابو ھریرہؓ رفعه اعوذ باللّٰه من امارة الضبیان قالو وما امارة الصبیان قال ان اطعمتموھم ھلکتم ای فی دینکم وان عصیتمو ھم اھلکوکم ای فی دنیا کم بازھاق النفس اوباذھاب المال اوبھما" (۵)

"ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ امارۃ صبیان کی

حکومت سے میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں آپ ﷺ سے پوچھا گیا امارۃ صبیان کی حکومت کا کیا مطلب ہے فرمایا کہ اگر تم ان لوگوں کی اطاعت کرو گے تو ہلاک ہو گے اور ان کی نافرمانی کرو گے تو تمہیں ہلاک کر ڈالیں گے یعنی تمہاری جان و مال چھین کر یا دونو لے کر تمہیں ہلاک و برباد کر دیں گے۔"

مصنف ابی شیبہ روایت بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

"فی روایۃ ابن ابی شیبہ ان ابا ھریرہ کان یمشی فی الاسواق ویقول اللھم لا تدرکنی سنۃ ستین ولا امارۃ الصبیان" (٦)

"ابن شیبہ کی ایک روایت میں ہے کہ ابو ہریرہؓ بازاروں میں چلتے پھرتے کہتے تھے کہ اے اللہ ٦٠ھ کا زمانہ مجھ پر ہرگز نہ گزرے اور نہ امارۃ صبیان مجھے پائے۔"

امت کی تباہی و بربادی یزید سے ہوگی۔ "حدیث نبویؐ"

علامہ ابن کثیر کی بیان کردہ حدیث:۔

امارۃ صبیان کی مزید وضاحت حافظ ابن کثیر کی بیان کردہ اس حدیث سے ہوتی ہے۔

"لا یزال امر ھذہ الامۃ قائماً بالقسط حتیٰ یکون اول من یثلمہ رجل من بنی امیہ یقال لہ یزید" (٧)

"میری امت میں امر و حکم عدل کے ساتھ قائم رہے گا یہاں تک کہ پہلا وہ شخص جو اسے تباہ کرے گا وہ بنی امیہ میں سے ہوگا جسے یزید کہا جائیگا۔"

ان احادیث میں واضح طور پر خبر دی گئی ہے کہ میری امت کی ہلاکت چند قریشی

لڑکوں کے ہاتھوں ہوگی اور امارت صبیان قائم ہوگی جو امت کے برگزیدہ لوگوں کی جان و مال اور آبرو کو تلف کرے گی اور یہ کہ ۶۰ھ کا دور ہوگا جس میں یزید کی امارت قائم ہوگی احادیث کی اس واضح خبر کا مصداق یزید ہے۔ جس کی مزید وضاحت امام ابن ہجر یوں فرماتے ہیں۔

امارۃ صبیان یزید کا دور تھا۔ "امام ابن حجرؒ"

"والذی یظھر ان المذکورین من جملتھم وان اولھم یزید کما دلّ علیہ قول ابو ھریرہ راس الستین و امارہ الصبیان فان یزید کان غالباَ ینتزع الشیوخ من امارۃ البلدان ویولّیھا الاصاغر من اقاربہ." (۸)

"اور اس بات سے جو بات کھل کر سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ مذکورشدہ قریشی لڑکے انہی صبیان میں سے ہیں۔ اور ان میں پہلا یزید ہے جیسا کہ ابو ہریرہ کا قول راس ستین اور امارۃ صبیان کا ہے کیونکہ یزید شیوخ اور اکابر امت کو امارۃ سے برطرف کرتا تھا اور ان کی جگہ اپنے رشتہ داروں میں نوعمروں کو بڑے بڑے عہدے دیتا تھا۔"

امارت صبیان یزید کا دور تھا۔ علامہ بدرالدین عینیؒ

علامہ بدرالدین عینیؒ امارۃ صبیان والی حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

"و اولھم یزید علیہ ما یستحق و کان غالباَ ینتزع الشیوخ من امارۃالبلدان الکبار ویولّیھاالا صاغر من اقاربۃ" (۹)

یزید اکثر احوال میں وہ شیوخ واکابرین کو بڑے بڑے شہروں کے ذمے دارانہ عہدوں سے برطرف کر کے اپنے نوعمر عزیزوں و اکارب کو بڑے بڑے عہدے سپرد کرتا جاتا تھا۔"

ان احادیث میں واضح طور پر خبردی گئی ہے کہ میری امت کی ہلاکت چند قریشی لڑکوں کے ہاتھوں پر ہوگی امارت صبیان قائم ہوگی جو کہ امت کے برگزیدہ لوگوں کی جان و مال اور آبرو کو تلف کرے گی اور یہ ۶۰ ھ کا دور ہوگا جس میں یزید کی امارت قائم ہوئی احادیث میں یزید کا نام لے کر بتایا گیا ہے علاوہ ازیں اقوال صحابہؓ اور تاریخی واقعات سے واضح طور پر اس کا ثبوت موجود ہے۔

یزید کی امارت اور سیدنا حضرت حسینؓ سے زبردستی بیعت کا حکم:۔

جب یزید کو تخت امارت مل گیا تو اس نے سب سے پہلا حکم یہی دیا کہ ان چاروں کی بیعت فوراً زبردستی لی جائے اور اس میں کسی قسم کی رعایت نہ دی جائے اور نہ دیر ہونے پائے۔

"فلم تکن یزید هما حین ملک الابیعة هولا ء الاربعة"

"جس وقت یزید امارت کا مالک ہوا ان چاروں کے بیعت کے علاوہ اس کو کوئی دُھن نہیں تھی"

اس نے مدینہ کے عامل ولید بن عتبہ کو لکھا

"ان یا خذهم بالبیعه اخذ شدید لا رخصة فیه"۔

ان چاروں سے سخت قسم کی بیعت لے اس میں ذرا مہلت نہ ہونے پائے۔

جب ولید بن عتبہ نے مروان سے مشورہ کیا تو مروان نے کہا کہ تم حسین بن علیؓ

اور عبداللہ بن زبیرؓ کو پکڑ و اور اسی وقت ان کو بلوا بھیجو اگر وہ دونوں بیعت کر لیں تو خیر ورنہ اس سے پہلے ان دونوں کی گردنیں کاٹو اس سے پہلے معاویہؓ کے انتقال کی خبر عام ہو اور ان دونوں سے ہر ایک کسی نہ کسی علاقہ میں اچھل پڑے اور مخالفت ظاہر کرنے لگے (۱۰)

سیدنا حسینؓ کا اقدام خروج برحق تھا:۔

ان واقعات وحقائق کی روشنی میں علامہ ابن خلدونؒ نے نہایت واضح طور پر مقدمہ ابن خلدون میں تحریر فرمایا ہے کہ یزید کے مقابلے میں حضرت سیدنا حسینؓ کے اقدام اور خروج برحق تھا۔ جو باطل سے لڑتے ہوئے شہادت کے اعلیٰ مقام پر فیضیاب ہوئے۔ علامہ خلدون مقدمہ ابن خلدون میں تحریر فرماتے ہیں:۔

فمنهم من رأى الخروج عليه و نقض البيعة من اجل ذالک و منهم من اباه لمافيه من اثارة الفتنه و كثرت القتل مع العجز عن الوفاء به۔ (۱۱)

ان میں سے بعض نے تو یزید پر خروج کرنے اور اس کی بیعت توڑ دینے کی رائے دی اور بعض نے اس میں فتنہ اور کثرت سے قتل دیکھ کر اس کے مقابلے سے عجز محسوس کر کے اس سے انکار کیا۔

یزید ظالم طاغی اور باغی حق تھا، شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ:۔

شیخ ابن تیمیہؒ نے سیدنا امام حسینؓ کے مقابلے میں یزیدی فوجوں کو ظالم طاغی اور باغی حق قرار دیا ہے (المنتقی) قرآن وسنت کی روشنی میں حضرت سیدنا امام حسینؓ

کا خروج اس فاسق و فاجر ظالم یزید کے خلاف نہ صرف جائز تھا بلکہ فرض تھا سیدنا امام حسینؓ اوران کی جماعت نے یہ اقدام کر کے پوری امت کی طرف سے فرض کی ادائیگی کا حق ادا کردیا ان حقائق کی روشنی میں ان کورچشم اشخاص کی آنکھیں کھل جانی چاہیے جو یزید کو سیدنا امام حسین کی شہادت سے بری الذمہ سمجھتے ہیں

یزید پر لعنت کرنے کا جواز:۔

امام احمد بن حنبلؒ سے یزید پر لعنت کا جواز:۔

علامہ ابن حجر مکی ھیثمی اپنی کتاب الصواعق المحر قہ میں ارشاد فرماتے ہیں

''وبعد اتفاقهم على فسقه اختلفوا في جواز لعنه بخصوص اسمه فاجازه قوم منهم ابن الجوزی ونقله عن احمد حنبل وغیره''۔(۱۲)

''اور یزید کے فسق پر متفق ہوجانے کے بعد اختلاف ہوا ہے اس پر نام لے کر لعنت کرنے میں اکثر نے اسے جائز رکھا ہے ان میں ابن جوزیؒ ہیں اور انہوں نے یہ جواز امام احمد بن حنبلؒ سے نقل کیا ہے''۔

اس کو مزید وضاحت کرتے ہوئے صاحب نبراس شارح شرح عقائد لکھتے ہیں:۔

''و بعضهم اطلق اللعن علیه منهم ابن الجوزی المحدث و صنف کتاباً سماه الرد علی المتعصب العنید المانع عن ذم یزید و منهم الامام احمد بن حنبل و منهم القاضی ابو یعلیٰ''۔(۱۳)

''اور بعض نے یزید پر لعنت کا اطلاق ثابت کیا ہے انہیں میں سے ابن جوزیؒ محدث بھی ہیں اور انہوں نے اس بارے میں ایک مستقل کتاب تصنیف کی ہے جس کا نام رکھا ''الرد علی المتعصب العنید المانع عن ذم یزید'' اور انہیں میں سے امام احمد بن حنبلؒ اور انہی میں سے قاضی ابویعلیٰؒ بھی ہیں۔''

امام احمد بن حنبلؒ نے تو قرآن سے ثابت کر کے فرمایا کہ قرآن مجید فرقان حمید میں اللہ تعالیٰ نے یزید پر لعنت بھیجی ہے۔

''ثم روی ابن الجوزی عن القاضی ابویعلیٰ انه روی فی کتاب المعتمد فی الاصول باسناده الی صالح بن احمد بن حنبل قال قلت لابی ان قوماً ینسبوننا الی تولیّ یزید فقال یا بنی و هل یتولیّٰ یزید احد یومن باالله ولم لاالعن من لعنه الله فی کتابه فقلت و این لعن الله یزید فی کتابه؟ فقال فی قوله تعالیٰ ''فهل عسیتم ان تولیتم ان تفسدو افی الارض و تقطعو ارحامکم اولئک الذین لعنهم الله فاصمهم و اعمی ابصارهم'' فهل یکون فساد اعظم من هذا القتل''۔(۱۴)

''ابن جوزیؒ نے قاضی ابویعلیٰ سے روایت کی ہے کہ قاضی صاحب نے اپنی کتاب المعتمد فی الاصول میں اپنی سند سے جو صالح بن احمد بن حنبلؒ تک پہنچی ہے روایت کیا ہے کہ صالحؒ نے اپنے والد احمد بن حنبلؒ سے کہا کہ بعض لوگ ہم پر الزام لگاتے ہیں کہ ہم یزید کے حمایتی ہیں تو امام احمد نے فرمایا کہ بیٹا کیا کوئی اللہ پر ایمان لانے والا ایسا بھی ہوگا جو یزید سے دوستی کا دم بھرے اور میں

اس پر لعنت کیوں نہ کروں جس پر اللہ نے اپنی کتاب قرآن میں لعنت کی ہو۔ میں نے عرض کیا اللہ نے اپنی کتاب میں یزید پر کہاں لعنت کی ہے؟ فرمایا اس ایت میں ''پھر تم سے بھی توقع ہے کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو خرابی ڈالو ملک میں اور قطع تعلق کرو اپنی قرابتیں، ایسے لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی پھر کر دیا ان کو بہرا اور اندھی کر دیں آنکھیں ان کی''۔

مندرجہ بالا عبارات سے واضح طور پر امام احمد بن حنبل کے نزدیک شہادت امام حسینؓ میں یزید کا ہاتھ بلا شبہ کارفرما تھا۔ آپ نے شہادت امام حسینؓ کو یزید کا فساد عظیم فرما کر یزید کو اس پر مستحق لعنت قرار دیا ہے۔ کیونکہ رضا بالقتل سے قاتل ہوا اسے حکماً قاتل ہی کہا جائے گا۔ اسی طرح ابن کثیر نے یزید کو قاتل سیدنا امام حسینؓ کہا ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ نے تو قرآن کریم سے ثابت کر کے مورد لعنت قرار دیا ہے۔ جیسا ''کہ قرآن مجید میں واضح طور پر ارشاد باری تعالیٰ ہے حکومت مل جانے کے بعد اس نے ملک میں فتنہ وفساد برپا کیا قطع قرابت کر کے سیدنا حسینؓ کو شہید کر کے آیت کے مصداق ملعونوں میں شامل ہو کر راندہ درگاہ ہوا''۔

محدث امام آجریؒ اور امام ابن تیمیہؒ کا یزید پر لعنت کا جواز:۔

قاتلان حسین کے بارے میں امام شہیر محدث کبیر آجریؒ فرماتے ہیں:۔

''مسة الف الف لعنة علی قاتل الحسینؓ''

''قاتل حسینؓ پر لاکھ لعنتیں ہوں''

دوسری جگہ فرماتے ہیں

''ولعنة اللّٰہ قاتل حسین''
سیدنا حسینؓ کے قاتلوں پر اللہ کی لعنتیں ہوں۔
علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:۔
''واما من قتل الحسین اواعان علی قتله اورضی بذلک فعلیه لعنة اللّٰہ و الملائکة والناس اجمعین لایقبل الله منه صرفا ولا عدلا''۔
جس نے حسینؓ کو قتل کیا یا ان کے قتل پر مدد کی یا قتل پر راضی ہوا ایسے ذلیل پر اللہ کی ،فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہو اور اللہ تعالیٰ اس کی فرض و نفل کوئی عبادت قبول نہ کرے۔(۱۵)
علامہ کمال ابن ہمامؒ کا یزید کی تکفیر پر تبصرہ:۔
شرح فقہ اکبر میں محقق علامہ کمال ابن ہمامؒ فرماتے ہیں۔
''قال ابن همام و اختلف فی اکفار یزید قیل نعم لماروی عنه مایدل علی کفره من تحلیل الخمر ومن تفوّ بعد قتل الحسین و اصحابه انی جازیتهم بما فعلو باشیاخ و صنادیدهم فی بدر و امثال ذلک ولعله وجه ما قال الامام احمد بتکفیره لماثبت عنده نقل تقریره''۔(۱۶)
ابن ہمامؒ فرماتے ہیں کہ یزید کی تکفیر میں اختلاف کیا گیا ہے۔بعض نے اسے کافر کہا کیونکہ اس سے وہ چیزیں مروی ہوئیں جو اس کے کفر پر دلالت کرتی ہیں۔کہ اس نے شراب کو حلال سمجھا اور قتل حسینؓ اور ان کے ساتھیوں کے قتل

کے بعد اس نے خود اپنے منہ سے کہا کہ میں نے حسینؓ وغیرہ سے بدلہ لے لیا ہے جوانہوں نے میرے بزرگوں اور رئیسوں کے ساتھ بدر میں کیا تھا۔ یا ایسی ہی اور باتیں شاید یہی وجہ ہے امام احمد بن حنبلؒ نے اسے کافر کہا کہ ان کے نزدیک یزید کی اس تقریر کی نقل ثابت ہوگئی تھی۔

الکیا الہراسی فقیہ شافعی کا یزید پر لعنت کا جواز:۔

علامہ کمال الدین الدمیریؒ اپنی شہرہ آفاق مایہ ناز کتاب حیات الحیوان میں یزید کے فسق وفجور کے بارے میں الکیا الہراسیؒ کا قول نقل فرماتے ہیں جس سے تمام آئمہ سلف اور آئمہ مجتہدین کا مسلک واضح ہو جاتا ہے جس سے یزید کے فسق وفجور کی وجوہات نمایاں طور پر دیکھی جا سکتی ہیں۔ علامہ دمیری حیات الحیوان میں تحریر فرماتے ہیں۔

”سئل الکیا الهراسی الفقیه الشافعی من یزید بن معاویهؓ هل هو من الصحابة ام لا؟ وهل یجوز لعنه ام لا؟ فاجاب انه لم یکن من الصحابة لانه ولد فی ایام عثمانؓ و اما قول السلف ففیه لکل و احد من ابی حنیفه و مالک و احمد قولان تصریح و تلویح و لنا قول و احد التصریح دون التلویح و کیف لایکون کذلک وهو المتصیّد بالفهد و اللاعب بالنرد ومد من الخمر ومن شعره

فی الخمر اقول لصحب

ضمت الکاس شملهم

وداعی صبابات الهویٰ یترنم

خذوا بنصيب من نعيم و لذة
فكل وان طال المدیٰ یتصرم

"وكتب فصلاً طويلاً اضربنا عن ذكره ثم قلب الورقة و كتب ولومددت ببياض لا طلقت العنان و بسطت الكلام فی مفاضی هذا رجل" (١٧)

"الکیا الہراسیؒ فقیہ شافعی سے سوال کیا گیا کہ یزید بن معاویہؓ صحابہ میں سے ہے یا نہیں؟ اور آیا اس پر لعنت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ یزید صحابہ میں سے نہیں تھا۔ کیونکہ اس کی ولادت زمانہ حضرت عثمان غنیؓ میں ہوئی ہے۔ اب رہا سلف صالحین کا قول اس کی لعنت کے بارے میں تو اس میں امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے دو قسم کے قول ہیں ایک تصریح کے ساتھ ایک تلویح کے ساتھ۔ اور ہمارے نزدیک ایک ہی قول ہے یعنی تصریح نہ کہ تلویح کے یعنی صراحۃً لعنت کا جواز ہے اور کیوں نہ ہو جبکہ یزید کی کیفیت یہ تھی کہ وہ چیتوں کے شکار میں رہتا تھا اور نرد سے کھیلتا تھا اور شراب خوری کرتا۔ چنانچہ اسی کے اشعار ہیں کہ میں اپنے ساتھیوں سے کہتا ہوں جنکی جماعت کو دور جام وشراب نے جمع کر دیا ہے اور عشق کی گرمیاں ترنم کی آواز سے پکار رہی ہیں کہ اپنے نعمتوں اور لذتوں کے حصہ کو حاصل کرلو کیونکہ ہر انسان ختم ہو جائے گا اگرچہ اس کی عمر کتنی ہی طویل کیوں نہ ہو لہذا وقت تھوڑا ہے جو عیش کرنا ہے کرلو کہ پھر یہ زندگی ہاتھ نہ آئے گی"۔

اس پر الہراسی فقیہ نے ایک لمبی فصل لکھی ہے جسے طویل ہونے کی وجہ سے ہم نے چھوڑ دیا ہے۔ پھر انہوں نے ایک ورق پلٹا اور لکھا کہ اگر اس ورق میں کچھ اور بھی جگہ چھوٹی ہوئی ہوتی تو میں قلم کی باگ ڈھیلی کر دیتا اور اس شخص یعنی یزید کی رسوائیاں کافی تفصیل سے لکھتا"۔(۱۸)

یزید کو امیر المومنین کہنے پر ایک شخص کو ۲۰ کوڑوں کی سزا:۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے سامنے کسی نے یزید کو امیر المومنین کہہ دیا تھا تو انہوں نے اسے بیس کوڑوں کی سزا دی۔ حالانکہ عمر بن عبدالعزیز خود بھی بنی امیہ میں سے تھے مگر حق پرست بنی امیہ تھے۔(۱۹)

مندرجہ بالا عبارت میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ یزید کے فسق و فجور کفر اور ملعون ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔ تمام آئمہ مجتہدین، آئمہ محدثین اور صحابہ کرام متفق ہیں۔

حضرت ابو سعید خدریؓ کی مرفوع حدیث سے یزید کی جہنم کی پیش گوئی:۔

حضرت ابو سعید خدریؓ کی اس حدیث مرفوع سے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے جس میں 60ھ کے زمانہ صبیان کی خبر دی گئی ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں۔

"انہ سمع ابا سعید الخدریؓ یقول سمعت رسول الله ﷺ یقول یکون خلف من بعد ستین سنتۃً "اضاعو الصلواۃ واتبعو الشھوات فسوف یلقون غیا"۔(۲۰)

"ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا

ہے کہ 60ھ کے بعد ایسے خلف ہوں گے جو نمازوں کو ضائع کریں گے اور شہوات نفس کی پیروی کریں گے تو وہ قریب غیّ (جہنم کی وادی ہے) میں ڈالے جائیں گے"۔

اس حدیث کی وضاحت میں علامہ حافظ ابن حجر فتح الباری میں ارشاد فرماتے ہیں:۔

"وفی ھذا اشارۃ الی ان اوّل الاغیلمۃ کان فی سنۃ ستین یزید وھو کذلک فان یزید بن معاویہ استخلف فیھا وبقی الیٰ سنۃ اربع و ستین فمات"۔(۲۱)

"اس حدیث میں اشارہ اس طرف ہے کہ ان نوخیز لڑکوں میں پہلا نوخیز لڑکا 60ھ میں یزید تھا اور وہ ایسا ہی تھا جیسا کہ حدیث میں خبر دی گئی ہے کیونکہ یزید بن معاویہؓ ہی اس سن میں خلیفہ بنایا گیا۔ اور وہ 64ھ تک باقی رہا پھر مر گیا"۔

اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے حافظ ابن حجر تحریر فرماتے ہیں۔

"والذی یظھر ان المذکورین من جملتھم و ان اولھم یزید کما دل علیہ قول ابوھریرۃ راس الستین و امارۃ الصبیان فان یزید کان غالباً ینتزع الشیوخ من امارۃ البلدان و یولّیھا الاصاغر من اقاربہ"۔(۲۲)

"اور اس بیان ماسبق سے جو بات کھلی وہ یہ ہے کہ یہ مذکورین یعنی قریشی لڑکے انہی صبیان میں سے ہیں اور ان میں پہلا یزید ہے۔ جیسا کہ ابو ہریرہؓ کا قول راس الستین اور امارۃ الصبیان کا ہے کیونکہ یزید غالب احوال میں شیوخ اور

اکابر امت کو امارۃ یعنی عہدوں سے برطرف کرتا تھا۔ اور ان کی جگہ اپنے رشتہ داروں میں سے نوخیز یعنی نوعمر لڑکوں کو بھرتی کرتا تھا''۔

اس کی مزید وضاحت حضرت ابوعبیدہؓ کی وہ حدیث ہے جو آپ نے رسول کریم ﷺ سے روایت کی۔

''لا یزال امر ھذہ الامة قائماً بالقسط حتی یکون اول من یثلمه رجل من بنی امیة یقال له یزید''۔(۲۳)

ترجمہ:''میری امت کا امر و حکم عدل کے ساتھ قائم رہے گا یہاں تک کہ پہلا وہ شخص جو اسے تباہ کرے گا بنی امیہ میں سے ہوگا۔ جسے یزید کہا جائے گا''۔

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ کا یزید پر لعنت کا فتویٰ:۔

جس نے بھی امام حسینؓ کو شہید کیا ان کے قتل میں مدد کی اس پر اللہ کی اور اس کے فرشتوں کی اور تمام مخلوق کی لعنت۔ اللہ تعالیٰ نہ ان کے عذاب کو دور کرے گا اور نہ اس کا عوض قبول کرے گا۔(۲۴)

سیدنا حسینؓ کو اللہ تعالیٰ نے شہادت کے ذریعے عزت بخشی اور ان کو جن لوگوں نے شہید کیا اور اس میں مدد کی یا اس عمل پر راضی ہوئے ان کو رسوا کیا۔ سیدنا حسینؓ اپنے پیش رو شہدائے اسلام کا نمونہ تھے کیونکہ وہ اور ان کے بھائی دونوں جوانان جنت کے سردار ہیں۔ اور ان دونوں کی تربیت اسلام کے عین عروج کے زمانہ میں ہوئی ان دونوں کو ہجرت اللہ کے دین کی راہ میں اذیت اور اس پر صبر کا وہ حصہ ملا جو ان کے خانوادہ عالی کے دوسرے افراد کو مل چکا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے شہادت سے سرفراز کر کے ان دونوں کو عزت و توقیر کو یہاں تک پہنچا دیا ان

کے درجات بلند کئے ان کی شہادت ایک انتہائی دردناک حادثہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سبحانہ نے مصیبت کے موقع پر انا اللّٰہ و انا الیہ راجعون پڑھنے کی تعلیم فرمائی ہے۔

وبشر الصبرین الذین اذا اصابتھم مصیبة قالو انا اللّٰہ و انا الیہ راجعون. آولیک علیھم صلوٰت من ربھم ورحمہ و اولیک ھم المھتدون۔(۲۵)

اور صبر کرنے والوں کو خدا کی خوشنودی کی بشارت سنا دو ان لوگوں پر جب کوئی مصیبت واقع ہوتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم خدا ہی کا مال ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں یہی لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی مہربانی اور رحمت ہے اور یہی سیدھے راستہ پر ہیں۔(۲۵)

حضرت شاہ ولی اللہؒ و مجدد الف ثانیؒ کا یزید پر لعنت کا جواز:۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اپنی شہرہ آفاق کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں بحث الفتن میں حدیث کے الفاظ ثم ینشا دعاة الضلال یعنی پھر گمراہی کی دعوت دینے والا شام میں یزید اور عراق میں مختار ہے۔(۲۶)

مجدد الف ثانی امام ربانی شیخ احمد بن عبد الاحد السرہندی اپنے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

کوئی متعین شخص اگرچہ کافر ہو اس پر لعنت کرنے میں عجلت نہیں کرنا چاہیے الا یہ کہ قطعی طور پر معلوم ہو کہ اس کا کفر پر خاتمہ ہوا ہو جیسے ابولہب اور اس کی بیوی لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ وہ یعنی یزید لعنت کا سزاوار نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ

تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

ان الذین یوذون اللّٰہ و رسولہ لعنھم اللّٰہ فی الدنیا و الاخرۃ

(سورۃ الاحزاب، ایت ۵۷)

جو لوگ خدا اور اس کے پیغمبر کو رنج پہنچاتے ہیں ان پر خدا دنیا میں اور آخرت میں لعنت کرتا ہے۔ (۲۷)

یزید مبغوض ترین، شقی القلب اور وحشی تھا:۔ محدث شیخ عبدالحقؒ

محدث جلیل شیخ عبدالحقؒ بخاری اپنی کتاب تکمیل الایمان میں لکھتے ہیں۔ خلاصہ کلام یہ کہ یزید ہمارے نزدیک مبغوض ترین افراد میں ہے وہ جرائم جن کا اس شقی القلب نے ارتکاب کیا ہے وہ ایسے جرائم ہیں کہ اس امت میں کسی سے سرزد نہیں ہوئے ہوں گے۔ (۲۸)

حافظ ابن کثیر کا یزید کے غیر شرعی حرکات پر تبصرہ:۔

۶۳ھ میں حرہ کا واقعہ پیش آیا جو اسلام کی تاریخ کی پیشانی پر بدنما داغ ہے۔ ابن کثیر لکھتے ہیں۔

''ان تین دنوں میں مدینہ نبی ﷺ میں وہ افسوسناک واقعات ہوئے جن کا بیان کرنا مشکل ہے۔ یزید کا مقصد صرف اپنی سطوت وحکومت کا استحکام اور ہر طرح کی روکاوٹ اور مخالفت کا خاتمہ کرنا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے منصوبہ وانتظامات کے برخلاف اس کو ناکام ونامراد بنادیا''۔ (۲۹)

یزید کے متعلق سب سے زیادہ جو بات قابل اعتراض اور لوگوں کی ناراضگی کا سبب تھی وہ شراب نوشی کی شہرت، غیر اخلاقی حرکات اور خلاف شرع و وضع

حرکات تھیں۔(۳۰)

یزید کو ناچ گانے شراب نوشی راگ رنگ اور شکار میں عام شہرت تھی۔ نابالغ لڑکے اور گانے والیاں اور کتے اپنے پاس رکھتا تھا۔ مینڈھے، بندر اور ریچھ کو آپس میں لڑانے اور اس کا تماشہ دیکھنے کا شوقین تھا۔(۳۱)

شہادت امام حسینؓ پر کوئی روایت اس طرح کی نہیں ہے کہ یزید نے ابن زیاد کو ملامت کی ہو یا سزادی ہو یا معزول کیا ہو۔(۳۲)

امت کا سب سے بڑا فتنہ یزید تھا:۔

یزید اس امت کا سب سے بڑا فتنہ تھا جو امت کی تباہی و بربادی کا سبب بنا۔ اس ظالم فاسق و فاجر نے صرف اس پر بس نہیں کیا بلکہ حرمین شریفین کے تقدس کو پامال کیا۔ مدینہ شریف کو تین دن تک مباح الدم قرار دیا اور صحابہ کرام اور ان کے بچوں کا قتل عام کیا۔

یزید نے حرمین شریفین کے تقدس کو پامال کیا:۔

حافظ ابن کثیرؒ ''البدایه و النهایه'' میں تحریر فرماتے ہیں:۔

''وقد اخطأ يزيد خطأ فاحشا فی قوله لمسلم بن عقبة ان يبيح المدينه ثلاثه ايام و هذا خطأ كبير فاحش مع ما انضم الى ذلك من قتل خلق من الصحابة و ابناء هم وقد تقدم انه قتل الحسين و اصحابه على يدی عبيد الله بن زياد وقد وقع فی هذه الثلاثه ايام من المفاسد العظيمة فی المدينه النبويه مالا يحدّ ولا يوصف مما لا يعلمه الا الله عزوجل''۔(۳۳)

''اور بلاشبہ یزید نے شدید ترین غلطی کی جو مسلم بن عقبہ سے کہا کہ وہ مدینہ کو تین دن تک مباح الدم قرار دیدے۔ یہ انتہائی مجرمانہ فعل تھا جس کے ساتھ یہ اور اضافہ ہوا کہ ایک بڑی تعداد صحابہ کرامؓ اور ان کے بچوں کی قتل کی گئی اور یہ پہلے ہی آچکا ہے کہ اس نے حضرت حسینؓ اور ان کے ساتھیوں کو عبید اللہ بن زیاد کے ہاتھوں سے شہید کرایا۔ ان تین دنوں میں بڑے بڑے عظیم مفسدے دنگا وفساد ہوئے جس کو نہ بیان کیا جاسکتا ہے نہ انکی کوئی کیفیت بتلائی جاسکتی ہے انہیں اللہ ہی جانتا ہے''۔

یزید کی ندامت کی وجہ تاقیامت لعنت وملامت اور رسوائی تھی:۔

بعض ناعاقبت اندیشوں کا یہ کہنا کہ شہادت عالی مقام حضرت امام حسینؓ کے معاملہ میں یزید کی خوشی اور رضا اس میں شامل نہ تھی اور پھر وہ نادم ہوا انتہائی کم علمی اور حقائق سے منہ موڑنا ہے جس کی حقیقت حافظ ابن کثیر یوں بیان فرماتے ہیں۔

''لما قتل ابن زیاد الحسینؓ ومن معه بعث رؤ سهم الی یزید فسّر بقتله اولاً و حسنت بذلک منزلة ابن زیاد عنده ثم لم یلبث الا قلیلاً حتی ندم''۔(۳۴)

''جب ابن زیاد نے حسینؓ کو مع ان کے ساتھیوں کے شہید کردیا اور ان کے سر یزید کے پاس بھیجے تو وہ اس قتل سے خوش ہوا اور اس کی وجہ سے ابن زیاد کا رتبہ اس کے یہاں بلند ہوگیا مگر اس خوشی پر تھوڑی دیر بھی نہ گذری کہ نادم ہوا''۔

اس سے واضح ہے کہ یزید حقیقۃً شہادت حسینؓ سے خوش ہوا اس لئے ابن مرجانہ قاتل کا رتبہ اپنے یہاں بلند کیا لیکن یہ خوشی دیر پا ثابت نہ ہوئی فوراً نادم و شرمندہ ہوا اس لئے نہیں کہ اس کو امام عالی مقام کی شہادت پر افسوس اور صدمہ ہوا بلکہ اس کی ندامت اور شرمندگی اپنی رسوائی اور لعنت و ملامت پر تھی جو قیامت تک اس کے حصہ میں آنے والی تھی اور آئی۔ یزید شہادت امام حسینؓ پر نہ صرف خوش ہوا بلکہ ملعون ابن زیاد کا رتبہ بھی اس کے یہاں بلند ہو گیا۔ جس قتل کو وہ بھاری اور ناممکن سمجھ رہا تھا ابن مرجانہ لعین نے اسے آسان کر دیا۔ اگر یزید کو شہادت امام حسینؓ پر واقعی غم تھا تو اس ظالم قاتل کو کوئی سزا دیتا معزول کرتا کوئی باز پرس کرتا۔ جس کی وضاحت کرتے ہوئے حافظ ابن کثیر البدایہ و النھایہ میں ارشاد فرماتے ہیں۔

”ولکن لم یعزل له علی ذلک ولا اعقبه ولا ارسل احدا یعیب علیه ذلک وللّٰه اعلم“۔(۳۵)

”لیکن نہ تو اس ناپاک حرکت پر اسے معزول کیا نہ بعد میں اس کو کچھ کہا اور نہ ہی کسی کو بھیجا کہ وہ اس کی طرف سے جا کر اس کا یہ شرمناک عیب اسے جتائے اور قائل کرے“۔

اس سے صاف واضح ہے کہ یزید کی رضا اور خوشی سے یہ سب کچھ ہوا اس کو ندامت صرف اور صرف امت میں تا قیامت اپنی مبغوضیت اپنی ملامت اور اپنی رسوائی کی وجہ سے تھی جو اس کے حصے میں تا قیامت آئی۔

ابن زیاد لعین کا سیدنا امام حسینؓ کے سر مبارک سے توہین آمیز رویہ:۔

حضرت سیدنا امام حسینؓ کا سر مبارک کو تن سے جدا کیا جانا اور سر مبارک کو طشت میں ابن زیاد کے سامنے لائے جانے اور زیاد کے اس کی بے حرمتی کرنے اور اپنے اندرونی خبث باطن کو نمایاں کرنے کی تمام تفصیلات کو محدثین کبار بخاری، طبرانی، ابن حجر، عسقلانی و بدرالدین عینی نے جید اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت انس بن مالکؓ اور حضرت زید بن ارقمؓ جیسے جلیل القدر اصحاب سے روایت کیا ہے۔ بخاری شریف میں واضح روایت موجود ہے۔

''حدثنا محمد بن الحسین بن ابراھیم ثنا انس بن مالکؓ قال اتی عبیداللہ بن زیاد براس الحسینؓ فجعل فی طشت فجعل ینیکت وقال فی حسنه شیاءً فقال انس کان اشبھم برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکان محضوباً بالوسمه''۔(۳۶)

''بیان کیا ہم سے محمد بن حسین بن ابراہیم نے کہا ہم سے بیان کیا انس بن مالکؓ نے انہوں نے کہا کہ عبیداللہ ابن زیاد کے پاس سیدنا حضرت حسینؓ کا سر لایا گیا جسے ایک طشت میں رکھا گیا تو اس نے اس سر کو چوکے دینا شروع کیا اور ان کے حسن و جمال کے بارے میں کچھ کہا۔ تو انس بن مالکؓ نے فرمایا کہ حسین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ مشابہ تھے۔ دوسری روایت میں ہے کہ حضرت انسؓ نے یہ جملہ اور زائد روایت کیا:۔

''وزاد البزاز من وجه اخر عن انس قال فقلت له انی رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یلثم حیث یقع قضیبک''(۳۷)

''بزاز نے ایک دوسرے طریقے سے حضرت انسؓ سے یہ جملہ روایت کیا ہے

کہ میں نے ڈانٹ دے کر کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ اس جگہ کو چومتے تھے جس جگہ یہ تیری چھڑی لگی ہے“۔

”ثم انفضع الشیخ یبکی فقال له ابن زیاد ابکی اللّٰہ عینیک فواللّٰہ لولانک شیخ قد خرفت و ذهبت عقلک لضربت عنقک فقام و خرج فسمعت الناس یقولون و اللّٰہ لقد قال زید بن ارقم قولاً لو سمعه ابن زیاد لقتله“۔(۳۸)

”زید بن ارقم رونے لگے تو ابن زیاد نے کہا خدا تیری آنکھوں کو روتا ہوا رکھے خدا کی قسم اگر تو بوڑھا نہ ہوتا جو سٹھیا گیا ہے اور عقل تیری ماری گئی ہے ورنہ میں تیری گردن اڑا دیتا تو زید بن ارقم کھڑے ہوگئے اور یہاں سے نکل گئے تو میں نے لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا وہ کہہ رہے تھے کہ واللہ زید بن ارقم نے ایک ایسا کلمہ کہا ہے کہ اگر ابن زیاد اسے سن لیتا تو انہیں ضرور قتل کر دیتا“۔

حافظ ابن حجر نے امام بخاری کی اس روایت کو مزید تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔

”وفجعل یجعل قضیبا فی یده فی عینه و انفه فقلت ارفع قضیبک فقد رایت فم رسول اللہ ﷺ فی موضعه وله من وجه آخر عن انس نحوه“۔(۳۹)

”ابن زیاد جب اپنے ہاتھ کی چھڑی حضرت حسینؓ کی آنکھ میں اور ناک میں دینے لگا تو میں نے یعنی زید بن ارقمؓ نے کہا کہ اپنی چھڑی اٹھا تحقیق میں نے رسول اللہ ﷺ کا چہرہ انور اس موقع پر رکھے ہوئے دیکھا ہے۔یہی روایت حضرت انسؓ سے بھی مروی ہے“۔

یزید لعین کا چہرہ انور سیدنا حسینؓ سے تحقیر آمیز رویہ:۔

اس کی مزید وضاحت محدث ابن ابی الدنیاؒ سے کھل کر سامنے آجاتی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:۔

''وقد رواه ابن ابی الدنیا عن ابی الولید عن خالد بن یزید بن اسد عن عمار الدهنی عن جعفر قال لما وضع رأس الحسین بین یدی یزید عنده ابوبرزه وجعل ینکیت بالقضیب فقال له ارفع قضیبک فلقد رأیت رسول الله ﷺ یلثمه''۔(۴۰)

''ابن ابی الدنیاؒ نے ابوالولید سے انہوں نے خالد بن یزید بن اسد سے انہوں نے عمار دہنیؒ سے انہوں نے حضرت جعفرؓ سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت حسینؓ کا سر یزید کے سامنے رکھا گیا اور اس کے پاس ابو برزہ اسلمیؓ صحابی بھی تھے اور یزید نے چھڑی سے حضرت حسینؓ کے منہ پر چوکے مارنے شروع کئے تو ابو برزہؓ نے فرمایا کہ اپنی چھڑی ہٹا میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس جگہ کا بوسہ لیتے ہوئے دیکھا ہے''۔

بلاشبہ یزید کا حضرت سیدنا حسینؓ کے چہرہ مبارک سے یہ تحقیر آمیز رویہ چہرہ مبارک کو چھڑی سے چوکا لگانا اس قدر گستاخانہ، تحقیر آمیز رویہ اختیار کرنا یزید کی کھلی اور واضح رضامندی اور دشمنی اہل بیت کا واضح اور کھلا ثبوت نہیں تو اور کیا ہے۔

یزید کے بیٹے کا اپنے والد کا اقرار جرم اور مدح اہل بیت:۔

یزید کی بدکرداری اور بدعملی، فسق وفجور اور اہل بیت عظام سے دشمنی کی گواہی خود

یزید کے بیٹے معاویہ کی زبانی جس کو علامہ کمال الدین الدمیری اپنی شہرہ آفاق کتاب میں یوں بیان فرماتے ہیں۔ معاویہ بن یزید کی تخت نشینی سے دستبرداری اوراہلبیت کی عظمت وشان میں تاریخی خطاب میں اپنے باپ دادا کی زیادتیوں کا اعتراف۔ یزید کے بعدان کے بیٹے معاویہ تخت نشین ہوئے۔ یہ نیک صالح دینداری ودانشمندی دونوں صفتوں سے متصف تھے۔ ان سے بیعت اس دن لی گئی جس دن اس کے والد یزید کا انتقال ہوگیا۔ معاویہ بن یزید چالیس یوم تک مسند خلافت پر رہے۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ تقریباً پانچ ماہ تک تخت نشین رہے اس کے بعد خود ہی دست بردار ہو گئے۔ اہل علم نے لکھا ہے کہ جس وقت معاویہ بن یزید دست بردار ہونے لگے تو منبر پر تشریف لائے دیر تک خاموش بیٹھے رہے۔ پھر عمدہ انداز میں حمد وثناء اور درود شریف پڑھنے کے بعد فرمایا۔ اے لوگو! مجھے حکومت وخلافت کی خواہش نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ اہم ذمہ داری ہے اور تم لوگ مجھ سے راضی بھی نہیں ہو۔ ہم نے بھی اور تم نے بھی ایک دوسرے کو متعدد بار آزمایا لیکن جو تقدیر میں تھا وہ ہوکر رہا۔ ہمارا دادا معاویہؓ اس خلافت کے بارے میں آگے بڑھے، اور کہا کہ وہ خلافت کے مستحق ہیں۔ جبکہ سیدنا حضرت علیؓ آفتاب نبوت ﷺ کے قریبی رشتہ دار، مرتبہ اور اسلام میں سبقت کی وجہ سے اکابر مہاجرین میں سے تھے۔ باعزت سب سے دلیر و بہادر، صاحب علم وفضل تھے۔ چچازاد بھائی، داماد نبی ﷺ تھے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنی چھوٹی صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہراؓ کا خود ہی ان کو شوہر بننے کے لئے انتخاب فرمایا۔ اس امت کے نوجوانوں میں سب سے زیادہ افضل اور

جنت کے نوجوانوں کے سردار حضرت حسنؓ و حسینؓ کے والد محترم تھے جس سے تم لوگ خوب واقف ہو۔ اس کے بعد پھر خلافت میرے باپ یزید کے پاس آ گئی وہ بھی تمہارے معاملات کے منتظم بنا دیئے گئے۔ وہ اپنی بدکرداری اور فضول خرچی کی وجہ سے جو خلافت کے شایان شان نہیں تھی اور اپنی خواہشات سے مغلوب ہو گئے تھے۔ گناہوں کا ارتکاب کرنے لگے، احکام الٰہی میں جری ہو گئے۔ جو کوئی اولاد رسول ﷺ کی عزت کرتا تو وہ ان کے پیچھے پڑ جاتے۔ آخرکار معاملہ یہاں تک پہنچا کہ ان کی عمر نے وفا نہ کی بہت کم زندہ رہے۔ مرنے کے بعد اس کے اثرات ختم ہو گئے اپنے ساتھ اپنا عمل لے کر دنیا سے رخصت ہو گیا۔ قبر کا حلیف بن گیا۔ بداعمالی میں گھر گیا وہ خود ہی اپنے نقصانات میں دب گیا۔ جو اس نے کیا تھا اس کا صلہ اسے مل گیا۔ پھر وہ اس وقت نادم ہوا جب کہ ندامت اور توبہ کا وقت جا چکا تھا۔ تو ہم بھی اس کے پیہم رنج والم میں شریک کار ہو گئے۔ ہائے افسوس انہوں نے جو کیا اور کہا اور جوان کے بارے میں تبصرے کئے جاتے ہیں اب وقت آ گیا جو انہوں نے کیا تھا ان کو سزا دی گئی یا جزا دی گئی مجھے معلوم نہیں۔ یہ صرف میرا تصور ہے وہم و گمان ہے پھر بعد میں غیرت نے ان کا گلا گھونٹ دیا۔

یزید کے بیٹے کی تخت سے دستبرداری:۔

اس کے بعد معاویہ بن یزید دیر تک روتے رہے۔ ساتھ میں لوگ بھی رونے لگے۔ کچھ دیر کے بعد معاویہ بن یزید نے فرمایا۔ اب اس وقت میں تمہارا تیسرا والی ہوں جس پر ناراض ہونے والے لوگ بھی ہیں۔ میں تمہارے بوجھ کو اٹھا

نہیں سکتا اور نہ خداوند قدوس یہ سمجھتا ہے کہ میں تمہاری خلافت کا مستحق تھا یا
گراں بار امانت کا حقدار تھا۔ تمہاری خلافت کی امانت ایک اہمیت رکھتی ہے
اس کی حفاظت کرو اور جسے تم اس کا مستحق سمجھو اس کو یہ امانت سپرد کر دو۔ میں
نے تمہاری خلافت کا قلادہ اپنی گردن سے اتار دیا ہے۔ اب میں دستبردار ہو رہا
ہوں۔ و آخر دعوانا عن الحمد الله رب العالمین۔

اتنے میں مروان بن الحکم نے کہا جو منبر کے نیچے بیٹھا ہوا تھا کہا یہی حضرت عمرؓ کی
سنت ہے۔ تو معاویہ بن یزید نے کہا کیا تم مجھے میرے دین سے ہٹانا چاہتے
ہو۔ مجھے دھوکہ میں ڈالنا چاہتے ہو خدا کی قسم مین تمہاری خلافت کی حلاوت نہیں
چکھ سکا تو اس کی کڑواہٹ کو کیسے برداشت کر سکتا ہوں۔ تم میرے پاس عمر
فاروقؓ جیسے لوگ لاؤ جس وقت کہ انہوں نے مجلس شوریٰ کی تشکیل دی تھی۔ اور
انہوں نے ایسی تجویز رکھ دی تھی کہ کوئی ظالم بھی ادنیٰ سا شبہ نہیں کر سکتا تھا۔ اور
نہ ان کی عدالت کو مشکوک گردان سکتا تھا خدا کی قسم! خلافت اگر غنیمت کی چیز تھی
تو اس کا مزہ میرے باپ نے تاوان یا گناہ کی شکل میں چکھ لیا اور اگر خلافت
بری چیز ہے تو اس کے مضرات جو میرے باپ کو پہنچ چکے ہیں بس وہی کافی
ہیں۔ اتنا کہہ کر معاویہ بن یزید منبر سے نیچے اتر آئے۔ تمام رشتہ داروں نے
انہیں گھیر لیا۔ معاویہ بن یزید رو رہے تھے۔ یہ ماجرا دیکھ کر ان کی ماں نے کہا
کاش کہ میں اس وقت حالت حیض میں ہوتی اور تمہارے حالات سے بے خبر
ہوتی۔ یہ سن کر معاویہ بن یزید نے کہا مجھے یہ منظور تھا۔ کاش کہ ایسا ہی ہوتا۔

اتالیق عمر المقصوص کا قتل:۔

مزید فرمایا خدا کی قسم اگر میرے پروردگار نے میرے ساتھ رحم وکرم کا معاملہ نہ فرمایا تو تباہ برباد ہو جاؤں گا۔ یہ معاملہ دیکھ کر بنوامیہ نے اتالیق عمر المقصوص سے کہا تم یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے، جان رہے تھے۔تم نے ہی اسے تلقین کی ہے تم ہی نے انہیں ایسی باتوں پر ابھارا ہے اور خلافت سے دستبردار ہونے کا مشورہ دیا ہے اور تم ہی نے ان میں حضرت علیؓ کی محبت اور ان کی اولاد کی الفت کا جذبہ پیدا کیا ہے، اور جو ہم نے ان پر زیادتیاں کی ہیں تم نے ان پر ابھارا ہے۔اور ایک نئی چیز کا مشورہ دیا یہاں تک کہ معاویہ بن یزید خوب بولے اور طویل گفتگو کی۔ اتالیق نے کہا خدا کی قسم میں نے ایسا نہیں کیا وہ تو خود سیدنا علیؓ اور ان کی اولاد سے محبت سے سرشار تھے۔لیکن بنوامیہ نے اس کا عذر قبول نہیں کیا پکڑ کر اسے زندہ دفن کر دیا۔ یہاں تک کہ موت کا شکار ہو گئے۔ خلافت سے دستبردار ہونے کے بعد معاویہ بن یزید کا انتقال چالیس رات گذرنے کے بعد ہوا ان کی عمر ۲۳ سال اور بعض قول کے مطابق اکیس سال اور بعض کے نزدیک ۱۸ سال ہوئی۔ (۴۱)

ایک عجیب خواب:۔

علامہ کمال الدین الدمیریؒ اپنی شہرہ آفاق کتاب حیات الحیوان میں ارشاد فرماتے ہیں نصر اللہ بن یحییٰ جو کہ ایک جید اور مستند عالم ہیں کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے سیدنا حضرت علیؓ کو خواب میں دیکھا تو میں نے ان سے یہ سوال کیا کہ اے امیر المومنین آپ لوگ مکہ کو فتح کرتے ہوئے یہ بھی فرما رہے تھے کہ جو

بھی ابوسفیانؓ کے گھر میں داخل ہو جائے گا تو اس کو امان ہے لیکن جو آپ کے صاحبزادے حضرت امام حسینؓ کے ساتھ معاملہ کیا گیا وہ سب کو معلوم ہے۔

سیدنا حضرت علیؓ نے فرمایا کہ کیا تم نے اس سلسلے میں ابن الصیغی کے اشعار نہیں سنے۔ میں نے کہا نہیں سنے۔ آپ نے فرمایا جاؤ اسی سے سن لو۔ اتنے میں میں بیدار ہو گیا۔ فوراً بھاگا بھاگا حیص بیص شاعر کے پاس گیا۔ اور ان سے اپنا خواب بیان کیا اور وہ رونے لگے۔ اتنے روئے کہ سسکیاں لینے لگے۔

پھر انہوں نے قسم کھا کر بیان کیا کہ جو بھی انہوں نے اشعار کہے ہیں وہ کسی کو نہیں لکھوائے اور وہ صرف اسی رات میں نظم کئے گئے ہیں۔ پھر انہوں نے اشعار سنائے۔

ملکنا فکان العفو منا سجیة

فلما ملکتم سال بالدم البطح

ہم مالک بن گئے تو عفو و درگذر ہماری طبیعت ثانیہ بن گئی۔

لیکن جب تم مالک بنے تو خون کے نالے بہہ گئے

وحللتمو اقتل الاساری و طالما

عدوتا علی الاسری فتعفو و نصفع

اور تم نے قیدیوں کے خون کو روا سمجھا اور ہمارا یہ حال ہے کہ دشمن عرصہ دراز تک ہمارے قیدی رہے لیکن ہم انہیں بخشتے رہے اور درگذر کرتے رہے۔

وحسبکم ھذا التفاوت بیننا

وکل اناء بالذی فیہ ینضح

بس یہی فرق ہمارے اور تمہارے درمیان کافی ہے۔
اور دیکھو دراصل بات یہ ہے کہ برتن میں جو چیز ہوتی ہے وہی ٹپکتی ہے۔
حیض بیض شاعر ان کا نام سعد بن محمد کنیت ابوالفوارس التمیمی ہے۔ لیکن ابن الصیغی سے زیادہ مشہور ہوئے۔ ایک مرتبہ اس نے لوگوں کو کسی اہم معاملہ میں الجھا ہوا دیکھا تو اس نے کہا ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ حیص بیص میں پڑ گئے ہیں۔ یعنی ایسی گڑ بڑی میں پڑ گئے ہیں جس سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ جب ہی سے اس کا لقب حیص بیص رکھ دیا گیا۔ اس نے علم فقہ امام شافعیؒ سے حاصل کیا۔ لیکن علم وادب اور شعر و شاعری کا زیادہ غلبہ تھا۔
ان کے اشعار بہت عمدہ اور علمی ہوتے۔ جب لوگ ان سے ان کی عمر کے متعلق سوال کرتے تو جواب دیتے کہ میں دنیا میں اندازے سے جی رہا ہوں اس لئے کہ ان کو اپنی تاریخ پیدائش کا صحیح علم نہ تھا۔ وفات ۵۷۴ھ میں ہوئی۔ (۴۲)

یزید کی رضا بقتل حسینؓ تواتر سے ثابت ہے تمام ائمہ کا اجماع ہے:۔

علامہ قسطلانی نے شارح بخاری علامہ سعدالدین تفتازانی سے نقل کیا ہے۔
''والحق ان رضا یزید بقتل الحسین و استبشارہ بذلک و اھانتہ اھل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم مما تواتر معناہ وان کان تفاصیلھا احادًا''۔ (۴۳)

''اور حق بات یہ ہے کہ یزید کا شہادت حسینؓ سے راضی ہونا اور اہانت اہلبیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان چیزوں میں سے ہے جو معنوی طور پر تواتر کے ساتھ ثابت شدہ ہیں اگرچہ ان کی تفصیلات اخبار احاد ہیں''۔

ان دونوں آئمہ حدیث کے نزدیک یزید کی رضا بقتل حسینؓ تواتر کے ساتھ ثابت شدہ ہے۔تمام آئمہ کا اس پر اجماع ہے۔

حوالہ جات

(۱)(ابن خلدون، مقدمہ ابن خلدون، ص ۱۷۷)

(۲)(ابن اثیر، ج ۳، ص ۱۷۹)

(۳)(ابن اثیر، ج ۳، ص ۱۹۷)

(۴)(الصحیح البخاری کتاب الفتن، ج ۲، ص ۱۰۴۶)

(۵)(حافظ ابن الحجر، فتح الباری، ج ۱۳، ص ۷)

(۶)(حافظ ابن الحجر، فتح الباری، ج ۱۳، ص ۷)

(۷)(ابن کثیر، البدایہ و النہایہ، ج ۸، ص ۲۳۱)

(۸)(حافظ ابن حجر، فتح الباری ج ۱۳، ص ۸)

(۹)(علامہ بدرالدین عینی، عمدۃ القاری، ج ۱۱، ص ۳۳۴)

(۱۰)(الاخبار الطوال، ص ۲۲۹)

(۱۱)(مقدمہ ابن خلدون ص ۱۷۷)

(۱۲)(علامہ ابن الحجر، الصوائق المحر قہ، ص ۱۲۳)

(۱۳)(نبراس، علیٰ شرح العقائد، ص ۵۵۳) ''بحوالہ شہید کربلا''

(۱۴)(علامہ ابن حجر، الصوئق المحر قہ، ص ۱۳۲)

(۱۵)(محدث کبیر امام آجری کتاب الشریعۃ، ج ۵، ص ۲۱۸۳)۔

(۱۶)(محقق علامہ کمال ابن ہمام، شرح فقہ اکبر، ص ۸۸)

(۱۷)(علامہ کمال الدین الدمیری، حیات الحیوان، ج ۲، ص ۱۹۵، ۱۹۶)

(۱۸) (تہذیب التہذیب، ج ۱۱، ص ۳۶۱)

(۱۹) (تہذیب التہذیب، ج ۱۱، ص ۳۶۱)

(۲۰) (حافظ ابن کثیر البدیہ والنہایہ، ج ۸، ص ۲۳۰)

(۲۱) (علامہ حافظ ابن حجر فتح الباری، ج ۱۳، ص ۸)

(۲۲) (علامہ حافظ ابن حجر فتح الباری، ج ۱۳، ص ۸)

(۲۳) (حافظ ابن کثیر البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۲۳۱)

(۲۴) (شیخ السلام ابن تیمیہ، فتوی ابن تیمیہؒ، ج ۴، ص ۴۸۷)

(۲۵) (سورۃ البقرہ ایت ۱۵۷، ۱۵۵، فتوی ابن تیمیہ ج ۴ ص ۵۱۱)

(۲۶) (حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی، حجۃ اللہ البالغہ، ج ۲، ص ۲۱۳ مکتبہ لاہور)

(۲۷) (مکتوبات امام ربانی ج ۱ مکتوب ۲۵۱ مطبع مجددی امرتسر بھارت)

(۲۸) (محدث جلیل شیخ عبدالحق بخاری تکمیل الایمان ص ۷۱ مطبع لکھنو ۱۹۰۵)

(۲۹) (حافظ علامہ ابن کثیر البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۲۲)

(۳۰) (حافظ علامہ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ۔ ج ۸، ص ۲۳۲)

(۳۱) (حافظ علامہ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ ج ۸، ص ۲۳۵)

(۳۲) (حافظ علامہ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۲۳۶)

(۳۳) (حافظ علامہ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۲۲۲)

(۳۴) (حافظ علامہ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۲۳۲)

(۳۵) (حافظ علامہ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۲۰۳)

(۳۶) (محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، ج ۱، ص ۹۳۰)

(۳۷)(علامہ بدرالدین عینی،شرح بخاری،ج ۷،ص ۶۵۷)

(۳۸)(علامہ بدرالدین عینی،شرح بخاری،ج ۷،ص ۶۷۵)

(۳۹)(حافظ ابن حجر،فتح الباری،ج ۷،ص ۷۵)

(۴۰)(ابن کثیر البدایہ والنہایہ،ج ۸،ص ۱۹۸)

(۴۱)(علامہ کمال الدین الدمیری م ۸۰۸ ھ حیات الحیوان ترجمہ ص ۲۲۷ تا ۲۲۹)

(۴۲)(علامہ کمال الدین الدمیری، کتاب حیات الحیوان ص ۳۹۸، ۳۹۹ حصہ اول)

(۴۳)(علامہ قسطلانی،شرح بخاری،۵،ص ۱۲۴،۱۲۵)

باب سوم

شہادت سیدنا امام حسینؓ مستند حقائق کی روشنی میں:۔

تختِ حکومت پر قدم رکھنے کے بعد یزید کے لئے سب سے اہم معاملہ حضرت سیدنا امام حسینؓ اور ابن زبیرؓ کی بیعت کا تھا۔ کیونکہ یزید کی ولی عہدی کی بیعت کے وقت ان دونوں نے اس کو نہ دل سے تسلیم کیا تھا اور نہ زبان سے اقرار کیا تھا۔(۱)

زمام حکومت سنبھالنے کے بعد یزید نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ ولید بن عتبہ حاکم مدینہ کے نام سیدنا حضرت امام حسینؓ اور ابن زبیرؓ سے بیعت لینے کا تاکیدی حکم بھیجا۔ اس حکم پر ولید نے ان دونوں کو بلا بھیجا۔ سیدنا امام حسینؓ اس کی طلبی پر چلے آئے لیکن ابن زبیرؓ نے ایک دن کی مہلت مانگ لی اور راتوں رات مدینہ سے مکہ چلے گئے۔(۲)

حضرت سیدنا امام حسینؓ جس دن ولید سے ملے تھے اس کے بعد دوسرے دن ولید نے پھر حضرت سیدنا امام حسینؓ کے پاس یاددہانی کے لئے آدمی بھیجا، آپ نے ایک دن کی اور مہلت مانگی۔ ولید نے اسے بھی منظور کرلیا۔(۳)

مورخ علامہ ندوی لکھتے ہیں سیدنا حضرت حسینؓ نے مدینہ چھوڑ کر مکہ جانے کا قصد کرلیا۔ چنانچہ شعبان ۶۰ھ میں مع اہل وعیال مکہ روانہ ہو گئے۔(۴)

جس طرح حضرت عبداللہ بن زبیرؓ راتوں رات مدینہ سے مکہ چلے گئے اسی طرح نواسہء رسولؐ حضرت سیدنا حسینؓ کشمکش اور پریشانی میں اپنے اہل وعیال

اور عزیز و اقارب کو لے کر رات کو روانہ ہوئے۔ (۵) مکہ پہنچنے کے بعد سیدنا حضرت امام حسینؓ نے شعب ابی طالب میں قیام فرمایا آپ کی آمد کی خبر سن کر لوگ جوق در جوق زیارت کے لئے آنے لگے اور کوفیوں کے بلاوے کے خطوط کا تانتا بندھ گیا۔ عمائد کوفہ کے وفود نے آکر عرض کیا کہ آپ جلد سے جلد کوفہ تشریف لے چلئے وہاں کی مسند خلافت آپ کے لئے خالی ہے اور ہماری گردنیں آپ کے لئے حاضر ہیں۔ سیدنا حضرت امام حسینؓ نے یہ اشتیاق سن کر فرمایا میں تمہاری محبت اور ہمدردی کا شکر گزار ہوں لیکن فی الحال نہیں آسکتا، پہلے اپنے بھائی مسلم بن عقیلؓ کو بھیجتا ہوں یہ وہاں کے حالات کا اندازہ لگا کر مجھے اطلاع دیں گے اس وقت کوفہ کا قصد کروں گا۔ چنانچہ حضرت مسلمؓ کو ایک خط دے کر کوفہ روانہ کر دیا۔ کوفہ والے چشم براہ ہی تھے، حضرت مسلمؓ کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور ان کے پہنچتے ہی کوفہ میں یزید کی علانیہ مخالفت شروع ہو گئی۔ (۶)
امام مسلمؓ کے پاس حضرت امام حسینؓ کے حامیوں کی خفیہ آمد و رفت شروع ہو گئی اور ان کی بیعت کا سلسلہ جاری ہو گیا۔ (۷) اور اٹھارہ ہزار اہل کوفہ ان کے ہاتھ پر بیعت کر کے حضرت امام حسینؓ کے زمرہ عقیدت میں داخل ہو گئے۔ (۸)

....

اسی سیاست اور خلافت کے سلسلہ میں ہر دو حضرات کو جام شہادت نوش کرنا پڑا اور ظالم اعداء و مخالفین نے سیدنا امام حسینؓ کو اس دردناک اور الم انگیز طریقے سے شہید کیا جس کے تصور سے انسان لرزہ براندام ہو جاتا ہے۔ شمر لوگوں کو برابر ابھار رہا تھا۔ یزیدی لشکر اس کے ابھارنے پر یہ شوریدہ بخت ہر طرف سے

ٹوٹنے لگے لیکن شمشیر حسینیؓ ان بادلوں کو ہوا کی طرح اڑا دیتی تھی۔ مگر ایک خستہ دل، خستہ جگر اور زخموں سے چور ہستی میں سکت ہی کیا باقی تھی۔ یہ بھی حضرت سیدنا حسینؓ کا دل تھا کہ اب تک دشمنوں کے بے پناہ ریلے کو روکے ہوئے تھے۔ لیکن تابکے بالآخر وہ وقت آ گیا کہ ماہ خلافت کو شامیوں نے نرغہ کے تاریک بادلوں میں گھیر لیا۔ ابن اسد اللہ الغالب پھر حملہ آور ہوئے اور جدھر رخ کر دیا دشمنوں کی صفیں درہم برہم کر دیں۔ (۹) میدان کربلا میں قیامت برپا تھی۔ ہر طرف تلواروں کی چمک سے بجلی تڑپ رہی تھی کہ دفعۃً مالک بن شیر کندی نے دوش نبوی ﷺ کے شہ سوار پر ایسا وار کیا کہ تلوار کلاہ مبارک کو کاٹتی ہوئی کاسئہ سر تک پہنچ گئی، خون کا فوارہ پھوٹ نکلا اور سارا بدن خون کے چھینٹوں سے لالہء احمر ہو گیا۔ حضرت حسینؓ کی حالت لحہ بہ لحہ غیر ہوتی جاتی تھی زخموں سے سارا بدن چور ہو چکا تھا۔ لیکن کسی کو شہید کرنے کی ہمت نہ پڑتی تھی اور سب اس جبل استقامت کو ایک دوسرے پر ٹال رہے تھے۔ شمر یہ تذبذب دیکھ کر پکارا تمہارا برا ہو تمہاری مائیں لڑکوں کو روئیں دیکھتے کیا ہو بڑھ کر حسینؓ کو قتل کر دو۔ اس للکار پر شامی چاروں طرف سے امام ہمامؓ پر ٹوٹ پڑے۔ ایک شخص نے تیر مارا گردن میں آ کر بیٹھ گیا۔ امام نے اس کو ہاتھوں سے نکال کر الگ کیا ابھی آپ نے تیر نکالا ہی تھا کہ زرعہ بن شریک تمیمی نے بائیں ہاتھ پر تلوار ماری پھر گردن پر وار کیا ان پیہم زخموں نے امام عالی مقامؓ کو بالکل نڈھال کر دیا، اعضاء جواب دے گئے اور کھڑے ہونے کی طاقت باقی نہ رہی عین اسی حالت میں سنان بن انس نے کھینچ کر ایسا کاری نیزہ مارا کہ فلک امامت

زمین بوس ہو گئے۔ سنگ دل اور شقی ازلی خولی بن یزید سر کاٹنے کے لئے بڑھا لیکن ہاتھ کانپ گئے تھرا کر پیچھے ہٹ گیا اور لعین سنان بن انس نے اس سر کو جو بوسہ گاہ سرور کائناتؐ تھا جسم اطہر سے جدا کر لیا۔ (۱۰) نواسہء رسول سیدنا امام عالی مقام کی دردناک شہادت کا واقعہ پیش آیا۔ ہزاروں کوفیوں نے سیدنا حضرت امام حسینؓ کو باصرار بلوا کر غداری کی اور آپ کے چچازاد بھائی مسلم بن عقیلؓ کے ساتھ اٹھارہ ہزار آدمیوں نے اور حضرت امام حسینؓ کی خلافت پر بیعت کی سب نے ایک ایک کر کے ساتھ چھوڑ دیا اور مسلم بن عقیلؓ تن تنہا رہ گئے اور آپ کو شہید کر دیا گیا۔ سیدنا امام حسینؓ کے مقابلے میں یزیدیوں کا ایک بڑا لشکر تھا اور سیدنا امام عالی مقامؓ کے ساتھ گنتی کے چند عزیز و اقارب تھے جنہوں نے نواسہء رسولؐ کی شہادت سے پہلے امام عالی مقام پر اپنی جانیں نچھاور کیں اور جام شہادت نوش فرمایا۔ اپنے عزیز و اقارب کے شہید ہو جانے کے باوجود اپنی شہادت سے پہلے آپ کی شجاعت بہادری اور دلیری میں کوئی فرق نہ آیا۔ مخالفین کی تعداد ہزاروں میں تھی۔ بہت بڑے لشکر کے باوجود کسی کو نواسہء رسولؐ کے قریب جانے کی جرات نہ پڑتی تھی۔ شیروں کی طرح لڑتے ہوئے متعدد اعداء و اشقیاء کو جہنم رسید کیا۔ کسی ایک شقی اور ملعون میں قطعاً یہ ہمت و جرات نہ تھی کہ اکیلا حملہ کر سکے متعدد ملعونوں اور لعینوں نے مل کر تیروں تلواروں اور نیزوں کے پے در پے وار کر کے نرغہ میں لے کر حملہ کر کے شہید کیا۔ سارا جسم زخموں سے چور ہو چکا تھا سر مبارک سے خون کا فوارہ پھوٹ نکلا اور سارا بدن خون کے چھینٹوں سے لالہ احمر ہو گیا۔ سر مبارک تن اقدس سے جدا

کیا گیا اور لاش مبارک کی توہین کی گئی۔ حضرت امام ہمامؓ کو شہید کرنے کے بعد سنگ دل ظالم اور خونی ملعونوں کا جذبہ عناد وانتقام فرو نہ ہوا اور شہادت کے بعد ان وحشی ملعونوں نے آپ کے جسد اطہر کو جسے سید الکونین نے اپنے جسد مبارک کا ٹکڑا فرمایا جزوِ رسول فرمایا جگر گوشہ نبی فرمایا تھا گھوڑوں کے ٹاپوں سے روند ڈالا ان لعین یزیدیوں کی کینہ اور آتش انتقام کی آگ نواسہ رسول کے خون سے نہ بجھی۔ شہادت کے بعد ان کا سر کٹوا کر یزید کے پاس بھجوادیا گیا۔ نواسہ رسول کی نعش دو تین دن بے گور و کفن رہی شہادت کے دوسرے تیسرے روز غاضریہ کے باشندوں نے شہداء کی لاشیں دفن کیں (۱۱)۔ امام عالی مقام سیدنا امام حسینؓ کا لاشہ بے سر کے دفن کیا گیا۔ (۱۲) سیدنا امام حسینؓ کا سر مبارک وجود مبارک سے جدا کر کے پہلے کربلا سے کوفہ پھر کوفہ سے شام روانہ کیا گیا۔ (۱۳)

سیدنا امام حسینؓ کی شہادت کے وقت جس طرح بنات رسولؐ نے جس ایمانی جرأت وصبر ثبات اور تحمل و برداشت کا مظاہرہ فرمایا اس کی مثال انسانیت کی تاریخ میں ملنا مشکل ہے۔ آپ کے جسم اطہر پر ۳۳ زخم نیزے کے اور ۴۳ زخم تلوار کے تھے جبکہ تیروں کے زخم ان کے علاوہ تھے۔ شروع میں آپ ذوالجناح پر سوار ہو کر حملہ آور ہوتے رہے مگر جب گھوڑا مارا گیا تو پھر پیدل لڑنے لگے دشمنوں میں سے بہت سے لوگوں نے آپ سے براہ راست مقابلہ نہ کیا اور مقابلے سے بچنے کی کوشش کرتے تھے کیونکہ آپ کا وار جدھر بھی پڑتا تھا اس کو زخمی یا ہلاک کر جاتا تھا۔ آخر کار ۱۰ محرم ۶۱ ہجری بروز جمعہ بمطابق 10 اکتوبر

680ء کو حضرت امام حسینؓ شہید کر دیئے گئے اس کے بعد عمرو بن سعد لعین نے دس بارہ افراد کو حکم دیا کہ آپ کی نعش مبارک پر گھوڑے دوڑا کر نعش مبارک کو روند دیا جائے۔ چنانچہ اسی طرح کیا گیا اس کے بعد عمرو بن سعد لعین نے تمام شہداء کرام کے سر کاٹنے کا حکم دیا (تاریخ اسلام) شرح نہج البلاغہ میں مرقوم ہے۔نو محرم الحرام کا دن گزر چکا تھا عاشورہ شب کی تاریکی چھا چکی تھی۔ سیدنا امام حسینؓ نے اہل بیت کے خیموں کی حفاظت کا انتظام فرما لیا اور پھر ذکر الٰہی میں مشغول ہو گئے ساری رات عبادت و تلاوت میں گزاری نماز فجر کے لئے اپنے پیارے بیٹے سید علی اکبرؓ کو اذان دینے کا حکم فرمایا انہوں نے اذان دی وضو کے لئے پانی نہیں تھا تیمّم کر کے نماز فجر ادا کی گئی۔ نماز کے بعد بارگاہ الٰہی میں بلند آواز سے دعا مانگی:۔ یا اللہ ہر مصیبت میں میرا تجھ پر ہی توکل ہے اور ہر تکلیف میں تو ہی میرا سہارا ہے۔ مجھ پر جو مصائب والم گزرنے ہیں ان میں تو ہی میرا پشت پناہ تھا۔ کثرت غم کے باعث دل کمزور پڑ جاتا ہے کامیابی کی تدابیر ناکام پڑ جاتی ہیں اور رہائی کی صورتیں معدوم ہو جاتی ہیں دوست ساتھ چھوڑ دیتے ہیں اور دشمن چڑھائی کرتے ہیں میں نے ایسے نازک وقت میں سب کو چھوڑ کر تیری طرف رجوع کیا تجھی سے اس کی شکایت کی اور مدد مانگی تو نے مصائب کے بادل دور کر دیئے تو ہی ہر نعمت کا والی ہر بھلائی کا مالک اور ہر آرزو کا منتہیٰ ہے۔ (۱۴)

انجام قاتلان سیدنا امام حسینؓ:۔

بہر حال حضرت سیدنا امام حسینؓ کے سر کو طشت میں ابن زیاد کے سامنے لائے

جانے اور ابن زیاد کے اس کی بے حرمتی کرنے اور اپنے خبث باطل کو نمایاں کرنے اور سیدنا امام حسینؓ کی آنکھ ناک کو اپنی چھڑی سے کریدنے کا اس ظالم لعین وملعون کا انجام یہ ہوا جس کو علامہ عینی اور حافظ ابن کثیر نے ترمذی کی روایت سے ذکر کیا ہے۔

''ثم ان اللہ جازیٰ ھذا الفاسق الظالم عبیداللہ بن زیاد بان جعل قتلہ علی یدی ابراھیم بن اشتر یوم السبت لثمان بقین من ذی الحجۃ سنتہ ست و ستین غلی ارض یقال لھا الجاز ربینھا وبین الوصل خمسۃ فراسخ و کان المختار بن ابی عبیدۃ الثقفی ارسلہ لقتال ابن زیاد و لماقتل ابن زیاد جئ براسہ وبروس اصحابہ وطرحت بین یدی المختار و جاء ت حیتّہ دقیقہ تخللت الرؤس حتی دخلت فی فم ابن مرجانہ و ھوابن زیاد وخرجت من منخرہ وخرجت من فیہ وجعلت تدخل وتخرج من راسہ بین الرؤس ثم ان المختار بعث براس ابن زیادو بروس الذین قتلوا معہ الی محمد بن الحنفیۃ و قیل الی عبداللہ ابن الزبیر فنصبھا بمکۃ و احرق ابن الاشتر جثۃ ابن زیاد وجثہ الباقین''۔(۱۵)

''پھر اللہ نے فاسق ظالم عبیداللہ ابن زیاد کو بدلہ یہ دیا کہ اس کا قتل ابراہیم بن الاشتر کے ہاتھ سے شنبہ کے دن 8 ذی الحجہ 66ھ کو اس سرزمین پر کرایا جے ''جازر'' کہا جاتا ہے اور اس میں اور موضع وصل میں پانچ میل کا فاصلہ ہے۔

جس کا واقعہ یہ ہوا کہ مختار بن ابی عبیدہ ثقفیؒ نے اسے ابن زیاد سے جنگ کرنے کے لئے بھیجا اور جب ابن زیاد قتل ہو گیا تو اس کا سر اور اس کے ساتھیوں کے سر لائے گئے اور مختارؒ کے سامنے ڈال دیئے گئے تو ایک پتلا سانپ آیا جو ان سروں کے درمیان گھوما اور چھانٹ کر ابن مرجانہ ابن زیاد کے منہ میں گھسا اور اور اسکی ناک کے نتھنوں سے نکلا اور پھر ناک کے نتھنوں میں گھسا اور منہ سے نکلا اور وہ یہی کرتا رہا کہ ان سب سروں میں سے صرف ابن زیاد کے سر میں گھستا رہا اور نکلتا رہا پھر مختار نے ابن زیاد اور اس کے ساتھیوں کے سروں کو محمد بن الحنفیہؓ اور عبداللہ ابن الزبیرؓ کے پاس بھیجا تو وہ مکہ میں لٹکائے گئے اور ابن الاشتر نے ابن زیاد کی لاش اور باقیوں کی لاشوں کو جلا دیا'' ۔ جیسا کہ ابن کثیر نے ترمذی کی روایت سے ذکر کیا کہ ''ابن زیاد ملعون اور اس کے ساتھیوں کے سروں کا رحبہ میں رکھا جانا اور سانپ کا بار بار آنا اور لوگوں کا اسے غائب ہو ہو کر آتے دیکھ کر چلانا کہ وہ آیا وہ آیا اور اس کا دوسرے سروں کو چھوڑ کر صرف ابن زیاد ہی کے سر کو منتخب کر کے اس کے نتھنوں میں گھسنا اور منہ سے نکلنا منہ میں گھسنا اور نتھنوں سے نکلنا۔'' جس نے سیدنا امام حسینؓ کے سر کی بے حرمتی اپنی چھڑی سے کی تو اللہ تعالیٰ نے سانپ کے ذریعے ابن زیاد کے سر کی تحقیر دنیا کے سامنے ظاہر فرمائی۔ یہ وہ عذاب ہے جو بنص حدیث قبروں میں کفار اور ملحدوں پر مسلط کیا جاتا ہے۔(۱۶)

علامہ کمال الدین الدمیری اپنی کتاب حیات الحیوان میں فرماتے ہیں کہ یہ لوگ سیدنا حسینؓ کا سر لے کر راستے میں ایک عبادت گاہ میں پہنچے قیلولہ کرنے لگے تو

اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ بعض دیواروں پر یہ شیر لکھا ہے

اترجو امة قتلت حسينا شفاعة جده يوم الحساب

ترجمہ: کیا تم ایسی امت کے بارے میں جس نے حسینؓ کو شہید کیا ہے قیامت کے دن ان کے نانا جان کی شفاعت سے امید رکھتے ہو۔

لشکر والوں نے جب راہب سے سوال کیا کہ شعر کس نے لکھا ہے۔؟ اور کب سے لکھا ہوا ہے۔؟ تو اس نے جواب دیا کہ یہ تمہارے نبی ﷺ کی بعثت سے پانچ سو سال قبل سے لکھا ہوا ہے بعض اہل علم لکھتے ہیں کہ ایک دیوار پھٹی اس میں سے ایک خون آلود ہتھیلی نکلی جس میں خون ہی سے یہ شعر لکھا ہوا تھا۔

مورخین لکھتے ہیں کہ جس وقت سیدنا امام حسینؓ میدان کربلا میں پہنچے تو لوگوں سے پوچھا تھا کہ یہ کون سی جگہ ہے تو بتایا گیا کہ یہ کربلا ہے تو آپؓ نے فرمایا کہ واقعی یہ زمین کرب و بلا کی ہے یہ بھی فرمایا کہ جس وقت میرے والد محترم جنگ صفین کے لیئے اس سرزمین سے گزر رہے تھے تو میں بھی ان کے ساتھ تھا۔اچانک آپ یہاں کھڑے ہو گئے اور اس جگہ کے بارے میں لوگوں سے دریافت فرمایا تو لوگوں نے بتایا کہ یہ کرب و بلا ہے تو ابا جان نے فرمایا تھا کہ یہاں قافلے اتریں گے اور یہاں خون ریزی ہو گی پھر ابا جان سے اس کی تفصیل پوچھی گئی تو فرمایا آل محمد ﷺ کے لوگ یہاں اتریں گے پھر انہیں سازو سامان کے ساتھ اترنے کا حکم دیا جائے گا امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ سیدنا امام حسینؓ کی شہادت ۶۰ھ میں ہوئی ہے (۱۷)۔

حافظ ابن عبد البر نے بہجۃ المجالس وانس المجالس میں یہ تحریر کیا ہے کہ سیدنا امام

جعفر صادقؓ سے کسی نے سوال کیا کہ خواب کی تعبیر کتنے دنوں تک مؤخر ہو سکتی ہے تو فرمایا کہ پچاس سال تک مؤخر ہو سکتی ہے اس لیئے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک خواب دیکھا تھا کہ میرے نواسے حسینؓ کو سیاہ سفید رنگ کا کتا خون میں لت پت کر دیگا تو آپ ﷺ نے اس کی یہ تعبیر بتائی تھی کہ میری بیٹی سیدہ فاطمہؓ کا لخت جگر سیدنا حسینؓ کو قتل کیا جائیگا۔ سیدنا حسینؓ کا قاتل شمر ذی الجوشین کتا ہوا اس کو برص کی بیماری تھی اسکا رنگ سیاہ و سفید تھا برص کی وجہ سے۔ جس وقت حضرت سیدنا امام حسینؓ پیاس سے مجبور ہو کر دریا فرات پر پہنچے اور پانی پینا چاہتے تھے کہ کمبخت لعین راندہ درگاہ حصین بن نمیر نے تیر مارا جو آپؓ کے دہن مبارک پر لگا تو اس وقت آپکی زبان مبارک سے بے ساختہ بد دعا نکلی۔

سیدنا امام حسینؓ کی بد دعا:۔

یا اللہ رسول اللہ ﷺ کے لخت جگر کے ساتھ جو کچھ کیا جا رہا ہے میں اسکا شکوہ آپ ہی سے کرتا ہوں۔ یا اللہ ان کو چن چن کر ان کے ٹکڑے ٹکڑے فرما دے سیدنا امام حسینؓ کی بد دعا جس کی قبولیت میں کیا شبہ ہو سکتا ہے دعا قبول ہوئی آخرت سے پہلے دنیا ہی میں عبرتناک سزا سے دوچار ہوئے دنیا میں اسکا ایک نمونہ تھا کتوں نے انکی لاشوں کو نوچ نوچ کر کھایا دنیا میں اسکا ایک نمونہ تھا آخرت کا عذاب بہت شدید ہے۔

سیدنا امام حسینؓ کی شہادت کے بعد ۶۶ھ مختارؒ نے قاتلان حسینؓ سے قصاص لیا اور ان لعینوں کو چن چن کر قتل کیا گیا اور عبرتناک سزائیں دی۔ عبداللہ بن سید جہنی، مالک بن بشیر بدی، حمل بن مالک کا محاصرہ کیا تو انہوں نے رحم کی

اپیل کی مختارؒ نے فرمایا ظالموں ذلیلو تم نے سبط رسول ﷺ پر رحم نہ کھایا تم پر کیسے رحم کھایا جائے سب کو ذلیل وخوار کر کے قتل کیا گیا۔ مالک بن بشیر نے حضرت امام حسینؓ کی ٹوپی اٹھائی تھی اس کے دونوں پیر دونوں ہاتھ قطع کر کے کتوں کے سامنے ڈال دیئے گئے تڑپ تڑپ کر مر گیا شمر بن ذی الجوشن لعین کو قتل کر کے اس کی لاش کتوں کے سامنے ڈال دی گئی۔ قاتلان حسینؓ کو دنیا میں عبرتناک عذاب دیا گیا اور آخرت کا عذاب ان بطش ربک لشدید۔ سبط ابن جوزیؒ نے روایت کیا ہے کہ ایک بوڑھا آدمی حضرت حسینؓ کے قتل میں شریک تھا تو دفعتاً اندھا ہو گیا لوگوں نے سبب پوچھا تو اس نے کہا کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آستین چڑھائے ہوئے ہیں ہاتھ میں تلوار ہے اور آپ ﷺ کے سامنے چمڑے کا وہ فرش ہے جس پر کسی کو قتل کیا جاتا ہے اور اس پر قاتلان حسینؓ میں سے دس آدمیوں کی لاشیں ذبح کی ہوئی پڑی ہیں اسکے بعد آپ ﷺ نے مجھے ڈانٹا اور خون حسینؓ کی سلائی میری آنکھوں میں ڈال دی صبح اٹھا تو اندھا تھا۔ (اسعاف) ابن جوزی نے نقل کیا ہے کہ جس نے حضرت حسینؓ کے سر مبارک کو اپنے گھوڑے کی گردن میں لٹکایا تھا۔ اسکے بعد اسے دیکھا گیا کہ اسکا منہ تارکول کی طرح کالا وسیاہ ہو گیا اس نے کہا کہ جب ذرہ سوتا ہوں دو آدمی میرے بازو پکڑتے ہیں اور مجھے دہکتی ہوئی آگ پر لے جاتے ہیں اس حالت میں چند روز میں ذلیل وخوار ہو کر مر گیا۔ تیر مارنے والا شدت پیاس سے تڑپ تڑپ کر مر گیا اور اسکا پیٹ پھٹ گیا۔ امام زہری فرماتے ہیں جو لوگ قتل حسینؓ میں شریک تھے ان میں سے ایک بھی زندہ نہیں

بچا جس کو آخرت سے پہلے دنیا میں دردناک عذاب نہ دیا گیا ہو اور وہ ذلیل و خوار ہو کر راندہ درگاہ نہ ہوئے ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا خواب:۔

بیقہی نے بسند روایت لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ایک رات آنحضرت ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ دوپہر کا وقت ہے اور آپ ﷺ پراگندہ بال پریشان حال ہیں آپ ﷺ کے ہاتھ میں ایک بوتل یعنی شیشی ہے جس میں خون ہے ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یا سول اللہ ﷺ اس میں کیا ہے فرمایا کہ حسینؓ کا خون ہے میں اپنے اللہ کے سامنے پیش کروں گا۔ حضرت عباسؓ نے اسی وقت لوگوں کو خبر دے دی کہ حضرت سیدنا حسینؓ شہید ہو چکے ہیں اس خواب کے چندروز کے بعد سیدنا حضرت حسینؓ کی شہادت کی خبر پہنچی یہ ٹھیک وہی دن اور وہی وقت تھا جس دن نبی کریم ﷺ نے آپکو خبر دی تھی۔ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ حضرت حسینؓ کی شہادت کے بعد تین ماہ تک فضاء کی یہ کیفیت رہی ہے کہ جب آفتاب طلوع ہوتا تو گویا ایسا معلوم ہوتا کہ جیسے دھوپ نے درودیواروں کو خون میں لپیٹ دیا ہو ہر طرف فضاء خون سے آلودہ دکھائی دیتی تھی۔

شہادت سیدنا امام حسینؓ کی غیبی خبر:۔

عن عبداللّٰہ بن نجی عن ابیه انه سار مع علیؓ وكان صاحب مطهرته فلما حاذیٰ نینویٰ وهو منطلق الی صفین فنادیٰ علیؓ اصبر اباعبداللّٰہ صبر ابا عبدالله بشط الفرات قلت و ماذا قال

دخلت علی النبی اللہ ﷺ ذات یوم وعیناہ تفیضان قلت یا نبی اللّٰہ أاغضبک حد ما شان عینیک تفیضان؟ قال بلی قام من عندی جبریل قبل فحدثنی ان الحسین یقتل بشط الفرات قال: ھل لک الی ان اشمک من تربتہ قال نعم فمد یرہ فقبض قبضۃ من تراب فاعطا نیھا فلم املک عینی ان قاضتا"۔(۱۸)

عبداللہ بن نجیؓ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں اور وہ امیر المومنین حضرت علیؓ کے لئے طہارت کا پانی اٹھائے تھے۔ کہ وہ سیدنا علیؓ کے ساتھ سفر پر گئے اور صفین کو جاتے ہوئے جب مقام نینویٰ پر پہنچے تو حضرت علیؓ نے آواز دی اے ابوعبداللہ اے ابوعبداللہ فرات کے کنارے صبر کرنا میں نے کہا یہ کیا بات ہوئی؟ حضرت علیؓ کہنے لگے میں ایک روز رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا اور آپ ﷺ کی آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں میں نے کہا اے اللہ کے رسول ؐ کس نے آپ کو غصہ دلایا؟ کیا حالت ہے آپ کی آنکھوں کی؟ آپ ﷺ فرمانے لگے کیوں نہیں ابھی جبرائیل علیہ السلام میرے پاس سے گئے ہیں اور انہوں نے مجھے خبر دی ہے کے حسینؓ کو فرات کے کنارے قتل کر دیا جائے گا اور کہا اگر آپ چاہیں تو میں وہاں کی مٹی آپ کو سونگھا دوں میں نے کہا ہاں، پس جبرائیل علیہ السلام نے اپنے ہاتھوں کو بڑھایا اور ایک مٹھی بھر مٹی پکڑی اور مجھے پکڑا دی پس پھر میری آنکھیں قابو میں نہ رہیں حتیٰ کہ آنسو بہہ نکلے۔ علامہ ہیثمی فرماتے ہیں اس حدیث کو امام احمد، ابویعلیٰ بزاز الاطبرانی نے روایت کیا۔

جبرائیلؑ کا شہادت حسینؓ کی خبر دینا اور سرخ مٹی پیش کرنا:۔

علامہ البانی نے دوسری روایات بھی نقل کی ہیں۔

"اتانی جبرائیل علیہ الصلاۃ و اسلام فاخبرنی ان امتی ستقتل ابنی ھذا یعنی الحسین قلت اھذا فقال؟ نعم اتانی بتربۃ من تربتہ حمراء". (۱۹)

میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے مجھے خبر دی کہ میری امت عنقریب میرے اس بیٹے کو قتل کر دے گی میں نے کہا کیا اس کو تو جبرائیل علیہ السلام نے کہا ہاں اور وہ میرے پاس وہاں کی سرخ مٹی لے کر آئے۔

"قال النبی صلی اللہ علیہ و سلم لقد داخل علی البیت ملک لم یدخل علی قبلھا فقال ان ابنک ھذا حسین مقتول و ان شئت اریتک من تربۃ الارض التی یقتل بھا"۔(۲۰)

فرمایا رسول اللہ ﷺ "میرے گھر میں ایک ایسا فرشتہ آیا جو کبھی نہ آیا تھا اس نے کہا یقیناً آپ کا حسینؓ قتل کر دیا جائے گا اور اگر آپ چاہیں تو میں آپ ﷺ کو اس زمین کی مٹی دکھلاؤں جہاں پر قتل ہونگے"۔

حضرت ام سلمہؓ کا خواب:۔

حضرت سلمیٰؓ سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ میں حضرت ام سلمہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو میں نے دیکھا کہ آپ آنسو بہا رہی ہیں۔ میں نے آنسو بہانے کی وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ میں نے خواب میں حضور ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ کا سر مبارک اور ریش مبارک غبار آلود تھی میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں

آپ کو کس حال میں دیکھ رہی ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا میں نے ابھی ابھی حسینؓ کو شہید ہوتے دیکھا ہے۔ (۲۱)

مسند امام احمدؒ میں ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:۔

''حضرت جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے تھے اور مجھے خبر دی کہ میرا بیٹا دریا کے کنارے شہید کر دیا جائے گا اور اس مقام کو کربلا کے نام سے یاد کیا جاتا ہے''۔

حاکم نے المستدرک میں حضرت ابو سعید خدریؓ کی روایت نقل کی ہے۔

''میرے بعد میری اہل بیت کو میری امت کی طرف سے قتل و غارت اور جلاوطنی کا سامنا کرنا پڑے گا اور ان میں سب سے زیادہ بغض رکھنے والے بنو امیہ بنومغیرہ بنومخزوم ہوں گے''۔

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:۔

''اللہ تبارک نے میرے اہل بیت کے لئے آخرت کو دنیا پر ترجیح دی۔ اور میرے اہل بیت میرے بعد جلاوطنی، مصیبتوں اور پریشانیوں کا سامنا کریں گے''۔

تذکرہ خواص الامہ میں ہے کہ قاتلان سیدنا امام حسینؓ میں سے کوئی ایسا شخص نہیں بچا جسے اس دنیا میں سزا نہ ملی ہو چاہے وہ قتل ہوا ہو یا اس کی بصارت جاتی رہی ہو۔ یا اس کا چہرہ سیاہ ہوا اور قلیل مدت میں اس کی حکومت جاتی رہی ہو۔ المختصر یزید اور اس کی پارٹی کے یہ فاسقانہ ملحدانہ ظالمانہ کرتوت تھے جس کے نتیجہ میں توہین صحابہ وشہادت امام عالی مقام واہانت اہل بیت تحلیل مکہ اور اہانت

مدینہ ہوئی واقعہ حرہ کے موقعہ پر یزید نے لشکر بھیج کر مدینۃ الرسول ﷺ کو تین دن کے لئے مباح الدم قرار دیا جس سے اس ظالم فاسق ملحد اور لعین کے ہاتھوں پر کتنے صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین اور ان کے اہل و عیال شہید ہوئے، عورتوں کی بے حرمتی ہوئی، نئے نئے فتنوں کی تخم ریزی کی اور امت کو عظیم کرب و بلا کا سامنا کرنا پڑا۔ قیامت تک امت کا شیرازہ بکھیر دیا۔ بنص حدیث امارت صبیان قائم کر کے فسق و فجور اور الحاد کا بازار گرم کیا نوخیزوں کے ہاتھوں امت کی ہلاکت تباہی و بربادی ہوی۔ جو بالاخر امت کی اجتماعی تباہی و ہلاکت پر منتج ہوئی۔ جس کی وجہ سے ملت اسلامیہ ٹوٹ پھوٹ اور ایک بہت بڑے فتنے کا شکار ہوئی۔

اولاد سیدنا امام حسینؓ:۔

سیدنا حضرت امام حسینؓ کی نسل حضرت زین العابدینؒ ہی سے جاری رہی۔ حضرت زین العابدینؒ کے صاحبزادے محمد الباقرؒ اور ان کے فرزند جعفر الصادقؒ اور ان کے فرزند حضرت موسیٰ بن جعفرؒ جن کا لقب موسیٰ الکاظم ہے اور ان کے صاحبزادے حضرت علی الرضاؒ سب کے سب اپنے آباء و اجداد کے نقش قدم پر بردباری، سخاوت و صداقت اور پاکبازی و خودداری میں مثالی شخصیتوں کے مالک تھے۔ عمرو بن مقدامؒ کہتے تھے ابو جعفر محمد الباقرؒ پر جب نظر پڑتی تو دیکھتے ہی یقین ہو جاتا کہ یہ خانوادہ نبوت کے چشم و چراغ ہیں۔ (۲۲)

ان کے صاحبزادہ جعفر بن محمد الصادقؒ عبادت اور یاد الٰہی میں خشوع و خضوع کے ساتھ مشغول رہتے۔ خلوت گزینی اور دنیا سے بے تعلقی کو جاہ طلبی اور رجوع

خلائق وعقیدت عام پر ترجیح دیتے تھے۔ (۲۳)

حضرت امام مالکؒ ان کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے تھے کہ میں اکثر جعفر بن محمدؒ کے پاس جایا کرتا تھا۔ وہ ہمیشہ متبسم رہا کرتے تھے لیکن جب آنحضرت ﷺ کا نام نامی لیا جاتا تو رنگ پیلا پڑ جاتا۔ میں مدت دراز تک ان کے پاس آتا جاتا رہا میں ہمیشہ ان کو تین کاموں میں سے ایک کام میں مشغول پاتا۔ یا تو نوافل ادا کر رہے ہوتے یا روزہ سے ہوتے یا تلاوت کلام پاک میں مشغول ہوتے۔ کبھی میں نے ان کو بلا وضو رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے نہیں سنا۔ بے مطلب کی بات میں دخل نہ دیتے وہ بلاشبہ خدا ترس، عابد و زاہد بزرگوں میں تھے۔ (۲۴)

حضرت موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علیؒ المعروف موسیٰ الکاظمؒ اس درجہ کے فیاض عالی ظرف اور کریم النفس شخص تھے کہ اگر ان کو کسی شخص کے متعلق معلوم ہوتا کہ وہ ان کی برائی کرتا ہے تو اس کے پاس کچھ رقم کبھی ایک ہزار دینار کی تھیلی بھیج دیتے تھے۔ وہ چار سو تین سو اور دو سو دینار کی تھیلیاں تیار رکھتے اور اہل مدینہ میں تقسیم فرماتے تھے۔ ان کے صاحبزادے حضرت علی رضا ابن موسیٰ الکاظمؒ کو خلیفہ مامون الرشید نے اپنا ولی عہد بنایا تھا۔ ان کی ولادت ۱۵۳ھ کی ہے۔ ان کی وفات ماہ صفر کے آخری روز ۲۰۴ھ میں ہوئی۔ ان کی نماز جنازہ خلیفہ مامون نے خود پڑھائی اور اپنے والد خلیفہ ہارون الرشید کی قبر کے پاس قدیم طوس حال مشہد میں دفن کیا۔ (۲۵)

اولاد سیدنا حضرت امام حسنؓ:۔

حضرت عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالبؓ جن کو عبداللہ المحض کہا جاتا ہے۔ان کو عبداللہ المحض اس لئے کہا جاتا ہے کہ ان کے والد حضرت حسن المثنیٰ بن حضرت حسن بن علیؓ تھے اور ان کی والدہ فاطمہ الصغریٰ حضرت حسین شہید کی صاحبزادی تھیں ۔اس طرح یہ پدری و مادری لحاظ سے دونوں واسطوں سے خالص ہاشمی علوی تھے۔

تابعین اہل مدینہ اور محدثین میں سے تھے۔مورخ واقدی کا بیان ہے کہ عبداللہ کثیر العبادت بزرگ تھے۔لوگ ان کی بڑی عزت و تعظیم کرتے تھے۔ظاہری طور پر بھی بڑی وجیہہ اور بارعب شخصیت کے مالک تھے۔قوت گویائی میں بھی ان کو وافر حصہ ملا تھا۔مصعب ابن عبداللہ کہا کرتے تھے میں نے اپنے علماء کو کسی کی اتنی عزت و تعظیم کرتے نہیں دیکھا جس قدر وہ عبداللہ المحضؒ کی تعظیم کرتے تھے۔ربیعہؒ نے ایک مرتبہ ان کو گفتگو کرتے ہوئے سنا تو بے ساختہ ان کی زبان سے نکلا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ طرز گفتگو انبیاء کی اولاد ہی کا ہوسکتا ہے۔

مکہ مکرمہ میں ایک مرتبہ کچھ لوگ بیٹھے تھے۔ان میں مشہور عالم و محدث ایوب بھی تھے۔ پیچھے سے کسی آنے والے نے ان کو سلام کیا وہ اپنے پورے جسم کے ساتھ ان کی طرف مڑ گئے اور آہستہ سے جواب دیا پھر وہ ان کی طرف متوجہ ہوئے انکی آنکھوں میں آنسو تھے۔اس اہتمام و تعظیم کو دیکھ کر ان سے پوچھا گیا یہ کون ہیں۔کہا فرزند رسول عبداللہ بن حسنؒ ہیں۔(۲۶)

ابن کثیر کا بیان ہے عبداللہ المحضؒ بن حسن المثنیٰ ابن حسن بن علی بن ابی طالب

رضوان اللہ علیھم کی علماء بڑی تعظیم کرتے تھے۔ وہ باوقار، عابد وزاہد بزرگ تھے۔ یحیٰ نے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ لوگوں کو ان پر بڑا اعتماد اور ان کی نگاہوں میں ان کی بڑی قدرومنزلت اور وقعت اور وزن تھا۔ ان سے بہت سے محدثین نے احادیث کی روایت کی ہے۔ جس میں سفیان ثوریؒ، دراوادیؒ اور مالکؒ بھی ہیں۔ سن وفات ۱۴۵ھ ہے۔ (۲۷)

ان کے صاحبزادے محمدؒ نے حکومت وقت عباسیوں کے خلاف علم جہاد بلند کیا تھا۔ بہت ہی بلند ہمت اور صاحب عزیمت بزرگ تھے۔ ان کا بڑا رعب داب تھا۔ شجاعت میں یکتا کثیر القیام اور کثیر النوافل تھے۔ جسمانی طور پر نہایت قوی وتوانا تھے۔ ان کا لقب المھدیؒ اور النفس الزکیہؒ تھا۔ ان میں بنی ہاشم اور اہل بیت نبوت کی تمام خصوصیات پائی جاتی تھیں۔ (۲۸)

سیدنا امام حسنؓ اور سیدنا امام حسینؓ کے صاحبزادوں کی قربانیاں:۔

خلفائے راشدین کے بعد جو خلافت قائم ہوئی وہ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ موروثی وخاندانی نظام پر قائم تھی۔ عرب اور مسلمان جس کے زیرنگین تھے۔ کسی کی ہمت نہ تھی کہ خلفائے بنی امیہ یا خلفائے بنی عباس سے مقابلہ کی ہمت کرتا۔ اور کامیابی کی ذرا بھی توقع ہوتی۔ صرف وہ شخصیتیں اس بارہ میں مستثنیٰ تھیں جن کی عالی نسبی اور علو خاندانی معروف ومسلم تھی۔ اور ان کی وسیع پیمانے پر مسلمانوں کی حمایت ودینی حمیت کی قوت حاصل تھی۔ حقیقت میں لوہا ہی لوہے سے ٹکرا سکتا ہے اور ہوا کا مقابلہ آندھی ہی کرسکتی ہے۔ اسی لئے دیکھا گیا ہے کہ اموی اور عباسی خلفاء کے مقابلے میں جس نے جہاد کا علم بلند کیا اور

اصلاح حال کے لئے آواز لگائی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خانوادہ کے افراد گرامی اور علوی خاندان کے گل سرسید تھے۔ ان ہی لوگوں کو اس کا حقیقی غم تھا۔ کہ زمین میں فساد پھیل رہا ہے۔ بگاڑ بڑھ رہا ہے۔ خلافت کی روح ختم ہوگئی ہے۔ مسلمانوں کی دولت وقوت، نفسانی خواہشات کے پورا کرنے اور عیش کوشی کے اسباب فراہم کرنے اور جاہلیت کی سنتوں کے احیاء میں صرف ہو رہی ہیں۔

سیدنا حضرت حسینؓ کے بعد ان کے پوتے زید بن علیؓ بن حسینؓ نے ہشام بن عبدالمالک الاموی کے خلاف علم جہاد بلند کیا۔ ۱۲۴ھ میں وہ سولی دے کر شہید کئے گئے۔ پھر حضرت حسنؓ بن علیؓ کی اولاد میں محمد بن عبداللہؒ بن حسنؓ بن علیؓ ذوالنفس الزکیہؒ مدینہ منورہ میں اور ان کے بھائی ابراہیم آپس میں اتفاق کر کے منصور عباسی کے مقابلے میں کھڑے ہوئے۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ دونوں حضرات ذوالنفس الزکیہؒ کے طرفداروں میں تھے۔ اور امام ابوحنیفہؒ نے اعلانیہ انکا ساتھ دیا اور رقم بھی ان کی خدمت میں بھیجی اور منصور کے کمانڈر حسن بن قحطبہ کو ان سے جنگ نہ کرنے کا مشورہ دیا اور اس کو اس سے باز رکھا اور یہی حقیقی سبب تھا امام ابوحنیفہؒ سے منصور کی سخت عداوت و دشمنی کا بڑا سبب تھا جو ان کی زندگی کے خاتمہ کا سبب ہوا۔

....

امام مالکؒ بن انس سے محمد ذوالنفس الزکیہؒ کے جہاد میں ساتھ دینے یا نہ دینے کے سلسلہ میں فتویٰ مانگا گیا اور اس استفتاء میں کہا گیا کہ کیا یہ جائز ہے اس حال میں کہ ابوجعفر منصور کی بیعت کا قلادہ ہماری گردنوں میں ہے؟ امام مالکؒ نے فرمایا تم لوگوں سے زبردستی بیعت لی گئی ہے اور نکرہ یعنی جس سے زبردستی کوئی

کام کرایا جائے اس قسم کا یعنی حلف کا کوئی اعتبار نہیں ہے یعنی یہ حلف غلط اور زبردستی ہے۔

اس فتویٰ کے بعد لوگ ذوالنفس الزکیہؒ سے جا کر مل گئے اور ان کے ساتھ مل کر جہاد کیا۔ محمد ذوالنفس الزکیہؒ ۱۴۵ھ میں رمضان کے مہینہ میں شہید کئے گئے۔ اور ان کے بھائی اسی سال ذوالقعدہ میں شہید ہوئے۔ (۲۹)

اس طرح ان صاحب ایمان وعزیمت متبعین نے اپنی جانیں خطرہ میں ڈال کر آنے والی نسلوں کے لئے روشنی کے ایسے منارے قائم کر دیئے ہیں جن کے ذریعے تاریخ کے دھندلکے میں ایمان کی روشنی جگمگاتی رہی اور بعد میں آنے والی نسلوں کو راستہ دکھاتی رہی ہے۔ اور ان کو اسلام کی فروسیت سابقہ کی یاد دلاتی اور باطل کا مقابلہ کرنے کی ہمت بخشتی رہی اور اس نے اسلام کی غربت اور حدود وقوانین اسلام کے تعطل پر خلش کو زندہ رکھا یہ ایک قابل صد احترام و راشت ہے جو مسلمانوں کے لئے قابل فخر ہے۔ یہ وہ بیش بہا دولت ہے جس سے نسل درنسل افراد کو رخصت پر عزیمت سہولت پسندی اور زمانہ "باتو فسازد تو با زمانہ بساز کے جاہلی اصول پر زمانہ باتو نسازد تو باز مانہ شیز"

کے بہادرانہ وجرات مندانہ اسلامی اصول کو ترجیح دینے پر آمادہ کیا۔ یہ مجاہدانہ کارناموں کا ایک تسلسل ہے جو دل کو ایمان ویقین اور اعتماد سے معمور اور جوش اسلامی سے مخمور کرتا ہے۔

من المومنین رجال صد قوا ما عاهدو االلّٰه علیه فمنهم من قضیٰ نحبه و منهم من ینتظر و ما بدلو اتبدیلاً (سورہ احزاب ۲۳)

مومنوں میں کتنے ہی ایسے شخص ہیں کہ جو اقرار انہوں نے خدا سے کیا تھا اس کو سچ کر دکھایا تو ان میں بعض ایسے ہیں جو اپنی نذر سے فارغ ہو گئے اور بعض ایسے ہی کہ انتظار کر رہے ہیں۔(۳۰)

یزید کے بیٹے معاویہؒ پر ڈاکٹر حسن ابراہیم مصری کا تبصرہ:۔

معاویہ بن یزید کا واضح طور پر اپنے باپ کے جرم کو قبول کرنا اور اس پر نادم و شرمندہ ہونا ان لوگوں کے لئے تازیانہ اور باعث عبرت وشرم ہے جو یزید کی صفائی میں رطب السان رہتے ہیں۔قبل ازیں معاویہ بن یزید کا اعتراف جرم علامہ کمال الدین الدمیری کی تصنیف کتاب الحیوان سے لکھا جاچکا ہے لیکن یہ بیان ڈاکٹر حسن ابراہیم کی کتاب النظم اسلامی سے لیا گیا ہے۔ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن پروفیسر تاریخ قاہرہ یونیورسٹی اپنی محققانہ کتاب النظم الاسلامیہ میں تحریر فرماتے ہیں۔یزید کی موت مکہ کے محاصرہ کے زمانے میں واقع ہوئی۔ اس کی موت کے بعد اس کا بیٹا معاویہ ثانی اس کا جانشین بنایا گیا۔جو چالیس روز کے بعد خلافت سے دست بردار ہو گیا اور اس مسئلہ کو جمہور کے فیصلہ پر چھوڑ دیا۔اس نے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا انتخاب خلیفہ کا حق صرف تم لوگوں کو حاصل ہے جس کو مناسب سمجھو اپنا خلیفہ بنالو۔اس وقت منبر پر کھڑے ہو کر اس نے حسب ذیل تقریر کی۔

''لوگو میرے باپ یزید نے خلافت حاصل کی حالانکہ وہ اس کا اہل نہ تھا۔اس نے اپنی نفسانی خواہشات پر عمل کیا لیکن موت نے زیادہ دن تک اس کو موقع نہ دیا اور بالآخر وہ بھی اپنے گناہوں کی پوٹلی لے کر قبر میں پہنچ گیا''۔

اس کے بعد اتنا رویا کہ دونوں رخسار آنسوؤں سے تر ہو گئے۔ تقریر جاری رکھتے ہوئے مزید کہا۔

''ہمارے لئے سب سے زیادہ تکلیف دہ یہ احساس ہے کہ ان کا انجام بد ہے۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کے لوگوں کو شہید کیا، حرم میں خون ریزی کی، کعبہ کی بے حرمتی کی اور اسے خراب کیا۔ میں اس منصب خلافت کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ مشورہ کر کے کسی دوسرے کو خلیفہ کر لو''۔

خلافت سے دست برداری کے بعد اس نے گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی۔ اور چند روز کے بعد اسی سال اس کا انتقال ہو گیا۔ (۳۱)

حضرت زین العابدینؒ اور اہلبیت کی شان میں فرزدق کا قصیدہ۔

اہلبیت عظام کی محبت و مودت عزت و احترام اور عظمت و شان امت مسلمہ کا ہر دور میں جزو ایمان رہا ہے عرب کے ایک مشہور شاعر فرزدق اہلبیت سے اپنے جذبات کا اظہار اپنے فلبدیع اشعار میں کس خوبصورتی سے کرتا ہے، جب ہشام بن عبدالملک اپنے باپ کے دور میں حج کے لیئے آیا طواف کرتے ہوئے اس نے چاہا کہ حجر اسود کے استلام سے مشرف ہو یعنی حجر اسود کا بوسے دے لیکن کثرت اژدھام کی وجہ سے قادر نہیں ہو سکا پھر اسکے لیئے کرسی لائی گئی وہ اس پر بیٹھ گیا۔ اسی دوران حضرت زین العابدین علی بن حسینؓ بن علیؓ جو نہایت خوبصورت تھے چہرہ انور پر انوار کی جھلک اور جاہ و جلال تھا تشریف لائے اور خانہ کعبہ کا طواف کے لیئے آگے بڑھے اور جب انہوں نے حجر اسود کے بوسہ کا ارادہ کیا تو اژدھام چھٹتا گیا جگہ مل گئی یہ ماجرہ دیکھ کر ہشام حیرت زدہ رہ

گیا اتنے میں ایک شامی آدمی جو اسکے ساتھ تھا پوچھنے لگا۔شہزادہ مکرم یہ شخصیت مکرم کون ہے۔؟ کہ اس کے احترام میں عوام غیر معمولی شغف لے رہے ہیں۔ توہشام نے کہا میں انہیں نہیں جانتا حالانکہ وہ جانتا تھا۔اس مجمع میں مشہور شاعر فرزدق بھی موجود تھا یہ سنتے ہی اس نے کہا کہ میں انہیں جانتا ہوں اس وقت فرزدق نے حضرت زین العابدینؒ کی شان میں برجستہ یہ قصیدہ کہا، اللہ جل شانہ' کی رحمت سے امید ہے کہ اس قصیدہ کی وجہ سے فرزدق کی بخشش ہو جائیگی۔

هذا الذی تعرف البطحاء وطأته

والبيت يعرفه والحل والحرم

یہ وہ شخصیت ہیں جس کو بطحا کی نرم زمین بیت اللہ حل وحرم سب جانتے پہچانتے ہیں

هذا ابن علی رسول اللّٰه والده

امست بنور هداته تهتدی الامم

یہ زین العابدینؒ بن علیؓ ہیں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے نانا ہیں ان کے نور عرفان سے قومیں ہدایت پارہی ہیں

هذا ابن خير عباد اللّٰه كلهم

هذ التقی النقی الطاهر العلم

یہ اللہ کے نیک بندوں میں سب سے بہتر شخص کے بیٹے ہیں صاف ستھرے متقی پاکیزہ اور سردار ہیں۔

اذا راتــــه قـــريـــش قـــال قـــائلهـــا

الـــى مـــكــــارم هـٰـذا ايـنـتـهـى الـكـرم

جب قریش ان کی زیارت کرتے ہیں تو بے ساختہ پکار اٹھتے ہیں کہ ان کے افعال کریمانہ پر بزرگی کی انتہا ہے

يـنـمـى الى ذروة العز اللتى قصرت

عـن نيـلهـا عـرب الاسـلام والعجم

یہ صاحب شرف وعزت کے ایسے مقام پر فائز ہیں جس کے حاصل کرنے سے عربی وعجمی سبھی لوگ عاجز رہتے ہیں

يـكـــاد يمسكـــه عـرفـــان راحتـــه

ركـن الـخـطـيـم ازا مـاجـاء ليستلم

ممکن ہے حجر اسود کو بوسہ دیتے وقت رکن حطیم ان کو روک لے اس لیئے کہ وہ ان کی ہتھیلیوں کو پہچانتا ہے

فـــى كـــفّـــه خـيـزران ريـحـــه عبق

مـــن كف اروع فـــى عـــزنيـــه شـمـم

ان کے دست مبارک میں عصائے شاہی ہے۔جس میں حسین ہتھیلی کے مس ہونے کی وجہ سے خوشبو پھوٹ رہی ہے اوران کی ناک حسین وہموار ہے۔

ويـغـضــى حيـاء ويـغـضـى من مهابته

فـــمـــا يـكــلــم الاحـيـن يبتسم

یہ شرم وحیا کی وجہ سے نگاہوں کو نیچے رکھتے ہیں بلکہ ان کی ہیبت کی وجہ سے لوگ نگاہیں نیچی کر لیتے ہیں اور جب وہ مسکراتے ہیں تو لوگوں کو بات کرنے کی ہمت نہیں ہوتی۔

ینشق نور الھدی من نور غرتہ

کالشمس ینجاب عن اشراقھا القتم

ان کی روشن پیشانی کی چمک سے ہدایت کا نور پھیل رہا ہے جس طرح کہ طلوع آفتاب سے صبح صبح ہو جاتی ہے اور تاریکی کافور ہو جاتی ہے۔

مستقة من رسول اللّٰہ نبعہ

طابت عناصرہ والخیم والشیم

ان کا شرف خاندان نبوت رسول اللہ ﷺ سے ملتا ہے ان کی نسل و عادت وخصلت سب پاکیزہ ہیں۔

ھذا ابن فاطمہؓ ان کنت جاھلہ

بجدہ انبیاء اللّٰہ قد ختمو

اگر تم ان سے ناواقف ہو تو سنو! یہ حضرت سیدہ فاطمہؓ کے صاجزادے ہیں اور ان کے جدامجد پر انبیاء کا سلسلہ ختم کر دیا گیا ہے۔

اللّٰہ شرّفہ قدما وعظمہ

جری بزالک لہ فی لوحہ القلم

اللہ ہی نے ان کو شرافت و بزرگی عطاء فرمائی ہے جس کے متعلق لوح محفوظ میں قلم جاری ہو چکا ہے۔

کلتا یدیہ غیاث عمّ نفعهما

یستو کفان ولا یعروهما عدم

ان کے دونوں ہاتھوں سے فیض عام ہے ان کے وسیلے بخشش طلب کی جاتی ہے

اور ان پر کبھی افلاس طاری نہیں ہوتا۔

سهل الخلیقة لا تغشی بوادره

یزینه اثنان حسن الخلق والشیم

یہ نرم خو ہیں ان سے بے جا غیظ وغضب کا خطرہ نہیں ہے ان کو بُردباری بزرگی

دو خصلتوں سے زیب وزینت ہے۔

حمّال اثقال اقوام اذا اقترحوا

حلوُ الشمائل یحلو عنده نعم

جب کوئی قوم ان سے قرض مانگتی ہے تو یہ اس بوجھ کو برداشت کرتے ہیں ان کی

تمام عادتیں میٹھی ہیں ان کے نزدیک بوقت سوال کلمہ نعم ہی اچھا ہے یعنی کبھی

انکار نہیں کرتے۔

ما قال لا قط الا فی تشهده

لولا التشهد کانت لائه نعم

انہوں نے تشہد کے علاوہ کبھی کلمہ لا یعنی نہیں استعمال ہی نہیں کیا اگر تشہد نہ ہوتا تو

ان کے ہاں کلمہ لا بھی نعم یعنی ہاں ہی ہوتا۔

عمّ البریه بالاحسان فانقشعت

عنهما الغيابة والاملاق والعدم

یہ احسان ونوازش کی وجہ سے تمام مخلوق پر چھا گئے اور ان کی وجہ سے مخلوق سے تاریکی افلاس فقر وفاقہ دور ہو گیا۔

من معشر حبهم دين وبغضهمو

كفر وقربهمو امنجی والنعم

یہ ایسے طبقے سے تعلق رکھتے ہیں جن سے محبت رکھنا عین دین ہے دشمنی رکھنا کفر ہے ان کی قربت باعث نجات وذریعہ حفاظت ہے۔

يستدفع السوء ولبلوىٰ بحبّهم

ويستزاد به الاحسان والنعم

ان کی محبت کے ذریعے مصیبتیں اور بلائیں دور کی جاتی ہیں اور انہی کی محبت کے ذریعے نعمتوں اور عطایا میں اللہ تعالیٰ اضافہ فرماتے ہیں۔

من جده وان فضل الانبياء له

وفضل امته وانت له الامم

یہ وہ صاحب ہیں جن کے نانا کی وجہ سے نبیوں کی بزرگی عزت یاب ہے۔

مقدم بعد ذكر الله زكرهمو

فى كل بدء مختوم به الكلم

ہر چیز میں اللہ کے ذکر کے بعد ان کا ذکر مقدم ہے اور انہی کے ذکر کے بعد کلام ختم کیا جاتا ہے۔

ان عد اهل التقى كانو المُتهم

او قیل من خیر اهل الارض قیل هم

اگر متقی لوگو کو شمار کیا جانے لگے تو یہ ان کے پیشوا ہوتے ہیں اور اگر یہ سوال کیا جائے کہ زمین میں سب سے بہتر کون ہے تو یہی جواب ہوتا ہے کہ یہی ہیں۔

لا یستطیع جواد بعد غایتهم

ولا یدانیهوا قوام وان کرموا

کوئی ان کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا اور نہ کوئی قوم ان کے برابر ہو سکتی ہے خواہ کتنی ہی شریف و کریم الطبع ہو۔

هم الغیوث اذ ازمة ازمت

والاسد اسدا الشری والباس معتدم

جب کبھی قحط سالی ہوتی ہے ابر باراں کی طرح ہو جاتے ہیں اور خوف و دہشت شری مقام کے شیروں کی طرح ہوتے ہیں۔

لا ینقص العسر بسط من اَلفهم

سیان ذالک ان اثرو اوان عدمو

ان کی ہتھیلیوں کی فراخی کو فقر و فاقہ تنگ نہیں کر سکتا ان کے یہاں تو آسودگی اور تنگی دونوں برابر ہیں۔

یابی لهم ان یحل الزم ساحتهم

خلق کریم واید بالندی هضم

ان کی مزمت و برائی کرنے سے ان کے پاکیزہ اخلاق اور فیاض ہاتھ روکتے ہیں۔

ای الـخـلائق یست فی رقابهـم

لا ولیة هٰـذااوّلـه نـعـم

مخلوق میں ایسا کون ہے جس کی گردن میں ان کی نوازش وکرم کا طوق نہ ہو۔

مـن یـعـرف الـلـه یعرف اولیة ذا

فـالـدیـن مـن بیت هذا نـا لـه الامم

جو شخص خدا کو جانتا ہے وہ ان کی عظمت کو بھی پہچانتا ہے اس لیئے کہ سبھی لوگوں نے ان کے گھرانے سے دین حاصل کیا ہے۔

ان کـنـت لا تـعـرفـه فـالـلّٰـه یعرفه

والـعـرش یـعـرفـه والوح والقلم

اگر تم ان کو نہیں جانتے پہچانتے تو خدا تعالیٰ ان کو جانتا ہے عرش، لوح محفوظ اور قلم بھی ان کو جانتے ہیں۔

ولیــس قـولـک هـذابضـائـره

الـعـرب تـعـرف مـن انکرت العجم

اور تیرا ہی کہنا کہ وہ کون ہے ان کے لیئے مضر نہیں اس لیئے کہ جس کا تم انکار کرتے ہو ان کو عربی و عجمی سب جانتے ہیں۔ (۳۲)

حوالہ جات

(۱) (سیر الصحابہ، ج ۶، ص ۱۵۱، سنہ ۱۹۵۱)

(۲) (سیر صحابہ، ج ۶، ص ۲۶۰)

(۳) (سیر الصحابہ، ج ۶، ص ۱۵۴)

(۴) (سیر الصحابہ، ج ۶، ص ۱۵۵)

(۵) (سیر الصحابہ، ج ۶، ص ۱۵۵)

(۶) (سیر الصحابہ، ج ۶، ص ۱۵۶)

(۷) (سیر الصحابہ، ج ۶، ص ۱۵۸)

(۸) (سیر الصحابہ، ج ۶، ص ۱۵۸)

(۹) (سیر الصحابہ، ج ۶، ص ۱۵۹)

(۱۰) (طبری، اخبار الطوال، ص ۲۶۹)

(۱۱) (سیر الصحابہ، ج ۶، ص ۲۲۴)

(۱۲) (سیر الصحابہ، ج ۶، ص ۲۲۴)

(۱۳) (سیر الصحابہ، ج ۶، ص ۲۲۳)

(۱۴) (ابن الحدید شرح نہج البلاغہ)

(۱۵) (علامہ عینی، عینی، ج ۷، ص ۶۷۵)

(۱۶) (حافظ ابن کثیر البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۱۹۱)

(۱۷) (طبری، الاخبار الطوال)

(۱۸)(مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۱۹۰)

(۱۹)(سلسلہ الاحادیث ج ۲ ص ۴۸۴، حدیث نمبر ۸۲۱)

(۲۰)(فتح الباری، سلسلہ الاحادیث الصحیح ج ۲ ص ۴۸۵، حدیث نمبر ۸۲۲)

(۲۱)(رواہ ترمذی)

(۲۲)(حلیۃ الاولیاء، ج ۲، ص ۱۹۳)

(۲۳)(حلیۃ الاولیاء، ج ۲، ص ۱۹۳)

(۲۴)(الامام الصادقؒ، علامہ ابوزہرۃ، ص ۷۷، دارالندوہ الجدیدۃ بیروت)

(۲۵)(صفۃ الصفوۃ، ج ۲، ص ۱۰۳، بحوالہ المرتضیٰ، ص ۳۸۸)

(۲۶)(تاریخ ابن عساکر، ج ۴، ص ۳۵۷ تا ۳۵۹)

(۲۷)(البدایہ والنہایہ، ج ۹، ص ۴۲، بحوالہ المرتضیٰ، ص ۳۸۹)

(۲۸)(الکامل لابن الاثیر، ج ۵، ص ۵۵۳)

(۲۹)(الکامل لابن الاثیر، ج ۵، ص ۲۵۱)

(۳۰)(سید ابوالحسن ندوی المرتضیٰ، ص ۳۸۱، ۳۸۲)

(۳۱)(ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن، پی ایچ ڈی لبنان، النظم الاسلامیہ، ترجمہ ص ۵۵، دارالاشاعت کراچی)

(۳۲)(علامہ کمال الدین الدمیری (حیات الحیوان، ج ۱، ص ۶۷، ۶۸، ۶۹،)

﴿باب چہارم﴾

فضائل ومناقب سیرت وکردار امیر المومنین حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ:۔

آپ نبی کریم ﷺ کے چچا زاد بھائی تھے۔آپ کا زمانہ جاہلیت اور اسلام دونوں میں علیؓ ہی نام رہا۔کنیت ابوالحسن ، ابوتراب، جناب نبی کریم ﷺ نے رکھی۔آپ کا سلسلہ نسب جناب رسول کریم ﷺ سے عبدالمطلب جو جد ہیں مل جاتا ہے۔ نیز آپ کو ہاشم کی طرف بھی منسوب کیا جاتا ہے۔اس لئے آپ کو القریشی الہاشمی بھی کہتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کو آپ سے بے پناہ محبت وتعلق تھا۔آپ سات سال کی عمر میں اسلام کی دولت سے مالا مال ہو گئے۔آپ سوائے تبوک کے تمام غزوات میں شریک رہے۔ اس لئے کہ جناب سید الانبیاء محمد الرسول اللہ ﷺ نے گھر کا جانشین بنا دیا تھا۔آپ کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ نبی کریمؐ نے جس وقت ہجرت فرمائی تھی تو حضرت علیؓ کو اپنے بستر پر گھر چھوڑ گئے تھے۔ چنانچہ تین دن رات رہ کر نبی کریم ﷺ کے پاس رکھی امانتیں لوگوں کو واپس کر دیں اور مدینہ منورہ ہجرت کر کے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔آپ کم عمر لوگوں میں سب سے پہلے مسلمان ہوئے اور سب سے پہلے نماز پڑھی۔

حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ اس وقت جب کہ رسول اللہ ﷺ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کے حجرہ مبارک میں تشریف فرما تھے۔حضرت علیؓ نے دروازہ پر دستک دی۔حضرت ام سلمہؓ نے پوچھا کون ہے۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا اے

ام سلمہؓ اٹھو اور دروازہ کھول دو یہ وہ پاکیزہ شخصیت ہے جسے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ دوست رکھتے ہیں۔ اور وہ بھی اللہ اور رسول ﷺ کو دوست رکھتے ہیں۔ حضرت ام سلمہؓ نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یہ کون شخص ہیں جس کے بارے میں آپ ﷺ گواہی دے رہے ہیں۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میرے چچا کا بیٹا اور میرا بھائی علیؓ بن ابی طالب ہے۔ ذرا آپ کے مرتبہ و مقام کا اندازہ لگایئے کہ آنحضرت ﷺ کی سب سے پیاری صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا آپ کی اہلیہ محترمہ تھیں۔

نبی پاک ﷺ نے جہیز میں ایک چادر، کھجور کی چھال کا بھرا ہوا چمڑے کا تکیہ، دو چکی ایک مشکیزہ اور دو گھڑے دیئے تھے۔

آپ رعایا پر مہربان، تواضع کے پیکر متقی، پرہیزگار، دین کے معاملے میں چست تھے۔ ایک مٹھی جو کا آٹا پانی میں ڈال کر پی لیتے تھے۔ سیدنا علی کرم اللہ وجہہٗ کی بہادری کے متعلق مشہور ہے کہ جب آپ مقابل کے سامنے آتے تو اسے جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیتے اوپر سے وار کرتے تو نیچے تک تلوار اتر آتی۔ اگر سامنے کے جانب سے حملہ کرتے تو کمر سے دوسری جانب تلوار نکل جاتی۔ آپ میں مجاہدانہ عزم و ہمت تھی۔ سرفروشانہ جدوجہد اور آقا مدنی سید الانبیاءؐ سے عقیدت و محبت اور فدائیت میں اپنی مثال آپ تھے۔

فاتح غزوہ خیبر:۔

غزوہ خیبر میں یکے بعد دیگرے سب قلعے فتح ہو گئے۔ لیکن قلعہ قموص باقی رہ گیا جو سب سے زیادہ مضبوط تھا اور عرب کا مشہور پہلوان ''مرحب'' جو ہزار

سواروں کے برابر مانا جاتا تھا اس قلعہ کا رئیس تھا۔ تقریباً دو ہفتے اس قلعہ کا محاصرہ رہا اس پر بار بار حملہ کیا گیا مگر کامیابی نہیں ہوئی۔ بالاخر غیرت حق کو جنبش ہوئی ایک دن شام کو پیغمبر حق صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

"عن سهل بن سعد ان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قال يوم خيبر لاعطين هذه الراية غداً رجلاً يفتح الله على يديه بحب الله و رسوله فلما اصبح الناس غدو على رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم كلهم يرجون ان يعطاها فقال اين على ابن طالب فقالو هويا رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم يشتكى عينيه قال فارسلوا اليه فاتى به فبصق رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فى عينيه فبرا حتى كان لم يكن به و جع فاعطاه الرايه فقال على يا رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم اقاتلهم حتى يكونو مثلنا قال انفد على رسلك حتى تنزل بساحتهم ثم ادعهم الى الاسلام و اخبر هم بمايحب عليهم من حق الله فيه فوالله لان يهدى الله بك رجلاً واحدًا اخير" لك من ان تكون لك حمر النعم متفق عليه و ذكر حديث البراء قال لعلى انت منى و انا منك فى باب بلوغ الصغيره"(۱)

حضرت سہل بن سعدؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن فرمایا میں یہ جھنڈا ایک ایسے شخص کو دونگا جس کے ہاتھوں سے خدا تعالیٰ قلعہ خیبر کو فتح کرائے گا۔ اور وہ شخص اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت رکھے گا اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسولؐ اس سے محبت کرے گا۔ جب صبح ہوئی تو تمام لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کی خدمت میں یہ امید لے کر حاضر ہوئے کہ وہ جھنڈا انہیں کو ملے گا۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے تو آپ ؐ نے پوچھا علیؓ بن ابی طالب کہاں ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ان کی آنکھیں دکھتی ہیں۔ آپ ؐ نے فرمایا کوئی جا کر ان کو بلا لائے۔ چنانچہ ان کو بلا کر لایا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی آنکھوں پر لعاب دہن لگایا اور وہ اچھی ہو گئیں گویا دکھتی ہی نہ تھیں۔ پھر آپ ؐ نے ان کو جھنڈا عطا فرمایا۔ علیؓ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں ان لوگوں سے یعنی دشمنوں سے اس وقت تک لڑوں گا جب تک وہ ہماری مانند مسلمان نہ ہو جائیں۔ آپ ؐ نے فرمایا ''جاؤ اور اپنی فطری نرمی و آہستگی سے کام لو جب تم میدان جنگ میں پہنچ جاؤ تو پہلے دشمنوں کو اسلام کی دعوت دو۔ یعنی اسلام کی طرف بلاؤ۔ اور پھر بتلاؤ کہ اسلام قبول کرنے کے بعد ان پر خدا کا کیا حق ہے۔ خدا کی قسم اگر تمہاری تحریک و تبلیغ سے خدا تعالیٰ نے ایک شخص کو بھی ہدایت دے دی تو تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بھی بہت بہتر ہو گا''۔

حضرت سیدنا علیؓ اس قابل فخر جھنڈے کا پھریرا اڑاتے ہوئے قلعہ پر حملہ آور ہوئے۔ مرحب گرجتا ہوا نکلا:۔

قد علمت خیبر انی مرحب

شاکی السلاح بطل مجرب

خیبر خوب جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں، سلاح پوش ہوں دلیر ہوں، تجربہ کار ہوں۔

سیدنا حضرت علیؓ بھی کلہ بکلہ جواب دینے کے لئے تیار تھے۔ آپ نے یہ رجز

پڑھا:۔

انا الذی سمتنی امی حیدره

کلیث غابات کریهه المنظره

میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام شیر رکھا تھا

میں شیر نیستاں کی طرح دہشت انگیز صورت رکھتا ہوں

فخریہ اشعار کے بعد مقابلہ ہوا تو تلوار حیدری ایک ہی وار میں مرحب کے سر کو کاٹتی ہوئی دانتوں تک پہنچ گئی۔ ایک ''مرحب'' کا مارا جانا ایک ہزار کو موت کے گھاٹ اتار دینے کے برابر تھا۔ دشمنوں کے چھکے چھوٹ گئے۔ اب ان کے لئے ہتھیار ڈالنے کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا۔ یہ تھا اللہ تعالیٰ کا وعدہ جس کو قرآن مجید نے اس طرح ارشاد فرمایا:۔

''وعدکم اللہ مغانم کثیرة تا خذونها فعجل لکم هذه الایه''

اللہ تعالیٰ نے تم سے بہت سی نعمتوں کا وعدہ کیا ہے فی الحال اس نے تم کو یہ غنیمت عطا کردی ہے۔ یعنی یہ خیبر کی غنیمت عطا کر دی ہے۔

''عن سعدبن ابی وقاصؓ قال قال رسول اللہ ﷺ لعلی انت منی بمنزلة هارونؑ من موسیٰ الا انه لانبی بعدی''(۲)

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کی نسبت فرمایا تو میرے لئے ایسا ہی ہے جیسا کہ موسیٰؑ کے لئے ہارونؑ تھے۔ البتہ اتنا فرق ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ جس طرح ہارونؑ پیغمبر تھے لیکن آپ پیغمبر نہیں ہو سکتے اس لئے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

سیدنا علیؓ سے محبت ایمان کی علامت:۔

"عن زربن حبیشؓ قال قال علی والذی فلق الحبة و برأالنسمة انه لعهد النبی الامی صلی اللہ علیہ وسلم الی ان لایحبنی الا مومن ولا یبغضنی الا منافق (۳)

زربن حبیشؓ کہتے ہیں کہ علیؓ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے دانہ کو پھاڑا یعنی اگایا اور ذی روح کو پیدا کیا کہ نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو حکم دیا اور یہ وصیت کی کہ مجھ سے یعنی علیؓ سے صرف وہ شخص محبت کرے گا جو مومن ہوگا اور مجھ سے وہ شخص بغض و عداوت رکھے گا جو منافق ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے انتہائی قرب و تعلق خونی رشتہ ہے:۔

"عن عمران بن حصین ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان علیا منی و انا منه وهو ولی" کل مومن" (۴)

"حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے علیؓ مجھ سے ہے اور میں علیؓ سے ہوں اور علیؓ ہر مومن کا دوست ہے"۔

"وعن زید بن ارقم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من کنتُ مولا فَعلی" مولاہ" (۵)

"حضرت زید بن ارقمؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس شخص کا میں دوست ہوں علیؓ اس کا دوست ہے۔ یعنی میں جس کو دوست رکھتا ہوں علیؓ بھی اس کو دوست رکھتا ہے"۔

"وعن حبشی بن جنادة قال قال رسول الله ﷺ علی منی و انا من علی ولا یؤدی عنی الا انا او علی"(۶)

"حضرت حبشی بن جنادہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے علیؓ مجھ سے ہے اور میں علیؓ سے ہوں اور میری جانب سے کوئی عہد نہ کرے اور نہ کوئی معاہدہ کرے مگر میں خود یا میری جانب سے علیؓ"۔

"وعن ابن عمر قال آخی رسول اللّٰہ ﷺ بین اصحابه فجاء علی تدمع عیناه فقال آخیت بین اصحابک و لم نواخ بینی و بین احد فقال رسول اللّٰہ ﷺ انت اخی فی الدنیا و الاخرة"

(۷)

علی تو دنیا و آخرت دونوں میں تو میرا بھائی ہے "فرمان رسول ﷺ"

"حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کے درمیان اخوت بھائی چارہ قائم کر دیا تھا۔ یعنی دو دو صحابہ کو آپس میں بھائی بنا دیا تھا۔ پھر علیؓ آئے اس حال میں کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا آپؐ نے صحابہ کے درمیان اخوت قائم کی اور مجھ کو کسی کا بھائی نہیں بنایا یعنی میرے ساتھ کسی کا بھائی چارہ قائم نہیں کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دنیا و آخرت دونوں میں تو میرا بھائی ہے"۔

سیدنا علیؓ اللہ تعالیٰ کے محبوب ترین بندے:۔

وعن انسؓ قال کان عند رسول اللّٰہ ﷺ طیر" فقال اللّٰھم ائتنی باَحبِ خلقک الیک یا کل معی هذا الالطیر فجاءہ علی"

فاکل معه (۸)

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بھنا ہوا پرندہ رکھا تھا کہ آپ نے یہ دعا فرمائی اے اللہ تو میرے پاس اس شخص کو بھیج جو تجھ کو اپنی مخلوق میں بہت پیارا ہو تا کہ وہ میرے ساتھ اس پرندہ کو کھائے۔ اس دعا کے بعد آپ کی خدمت میں علیؓ حاضر ہوئے اور آپؐ کے ساتھ پرندہ کا گوشت کھایا۔

"وعن ام عطية قالت بعث رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم جيشاً فيهم علی" قالت سمعت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم وهو رافع يديه يقول اللّهم لا تمتنی حتی ترينی علياً (۹)

"حضرت ام عطیہؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر کو کہیں بھیجا جس میں علیؓ بھی تھے ام عطیہؓ کا بیان ہے کہ علیؓ کے چلے جانے کے بعد میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا یعنی ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو اس وقت تک موت نہ دے جب تک کہ تو مجھ کو علیؓ کو نہ دکھا دے"۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے بغض رکھنے والا منافق ہے:۔

"عن ام سلمة قالت قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم لا يحب علياً منافق و لايبغضه مومن". (۱۰)

"حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے علیؓ سے منافق محبت نہیں رکھتا اور مومن وہ ہے جو علیؓ سے بغض وعداوت نہیں رکھتا"۔

سیدنا علیؓ کے ساتھ دشمنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی ہے:۔

"وعنها قالت قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم من سبّ علياً فقد

سبنّی"۔(۱۱)

"حضرت ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے جس شخص نے علیؓ کو برا کہا گویا محمد ﷺ کو برا کہا"۔

غدیر الخم میں آنحضرت ﷺ کا فرمان:۔

"عن البراء بن عازب و زید بن ارقم ان رسول اللہ ﷺ لمانزل بغدیر خم اخذبیدہ علیؓ فقال الستم تعلمون انی اولیٰ بالمومنین من انفسھم قالو بلیٰ قال الستم تعلمون انی اولیٰ بکل مومن من نفسہ قالو بلیٰ فقال اللھم من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ فلقیہ عمر بعد ذلک فقال لہ ھنیا یا ابن ابی طالب اصبحت و امسیت مولیٰ کل مومن و مومنۃ" (۱۲)

"حضرت براء بن عازبؓ اور حضرت زید بن ارقمؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب غدیر الخم میں قیام پذیر ہوئے غدیر خم ایک مقام کا نام ہے۔ جو مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع ہے تو علیؓ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا کیا تم کو یہ معلوم ہے کہ مومنوں کے نزدیک میں ان کی جانوں سے زیادہ عزیز و بہتر ہوں۔ لوگوں نے عرض کیا ہاں یارسول اللہ ﷺ پھر آپؐ نے فرمایا کیا تم کو یہ معلوم نہیں ہے کہ میں ہر مومن کے نزدیک اس کی جان سے زیادہ عزیز و پیارا ہوں۔ لوگوں نے عرض کیا ہاں یارسول اللہ ﷺ۔ پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا اے اللہ تعالیٰ جس شخص کا میں دوست ہوں علیؓ اس کا دوست ہے۔ اے اللہ تو اس شخص کو دوست

رکھ جو علیؓ کو دوست رکھے اور اس شخص کو اپنا دشمن خیال کر جو علیؓ سے دشمنی رکھے۔

اس واقعہ کے بعد علیؓ نے عمرؓ سے ملاقات کی۔ عمرؓ نے ان سے کہا ابو طالب کے بیٹے خوش رہو تم صبح اور شام ہر وقت ہر مومن مرد اور ہر مومن عورت کے دوست اور محبوب ہو"۔

مسجد میں سیدنا علیؓ کا دروازہ:۔

عن ابن عباس ان رسول اللّٰہ ﷺ امر بسدالابواب الا باب علی (۱۳)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مسجد نبوی کے اندر تمام لوگوں کے گھروں کے دروازوں کو بند کرادیا مگر علیؓ کا دروازہ مسجد کی طرف باقی رکھا۔

رسول اللہ ﷺ قربت و بے تکلفی کا خصوصی مقام:۔

"وعن علی قالت کانت لی منزلة من رسول الله ﷺ لم تکن لاحد من الخلائق اتیه باعلیٰ سحر فاقول السلام علیک یا نبی اللّٰہ فان تنحنح انصرفت الی اهلی والادخلت علیه (۱۴)

"سیدنا حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی نظر میں میرا اتنا مرتبہ تھا۔ کہ مخلوق میں سے اتنا مرتبہ کسی کا نہ تھا میں صبح ہی صبح رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور کہتا السلام علیکم یا نبی اللہ اگر آپ سلام کے جواب میں کھنکھارتے تو میں اپنے گھر واپس چلا جاتا اور آپ نہ کھنکھارتے تو میں گھر کے اندر چلا جاتا"۔

اہل بیت سے محبت جزو ایمان ہے:۔

سنن ترمذی اور المستدرک میں حدیث نبوی ﷺ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرو کہ وہ آپ کو نعمتیں عطا کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے محبت کے نتیجے میں مجھ سے محبت کرو اور میری محبت کی وجہ سے میری اہل بیت سے محبت کرو۔

تم پر علیؓ فاطمہؓ اور حسنؓ و حسینؓ کی محبت واجب ہے فرمان نبوی ﷺ:۔

مجمع الزوائد میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ جس وقت آیت قرابت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ یارسول اللہ ﷺ آپ کے یہ کون سے قرابت دار ہیں کہ جن کی محبت کو ہم پر واجب قرار دیا گیا ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ علیؓ و فاطمہؓ و ابناھما کہ علیؓ فاطمہؓ اور ان کے دو بیٹے رضوان اللہ اجمعین۔ ''ویلمی'' نے حضرت علیؓ کی روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اپنی اولاد کو تین باتوں کی تعلیم دو اپنے نبیؐ سے محبت ان کے اہل بیت سے محبت اور تلاوت قرآن پاک۔

اللہ تعالیٰ نے ہمارے گھرانے کو طاہر و مطہر بنا دیا ہے ''حضرت حسنؓ'':۔

حاکم المستدرک میں حضرت ابی الطفیل کی روایت نقل کی ہے کہ ایک دن حضرت حسنؓ بن علیؓ نے خطبہ دیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا:۔

جس نے مجھے پہچانا سو اس نے مجھے پہچانا، جس نے مجھے نہیں پہچانا تو میں حسنؓ نبی کریم کا بیٹا ہوں اور پھر یہ آیت تلاوت فرمائی ''واتبعت ملة ابائی ابراھیم و اسحاق و یعقوب '''' س یوسف ایت ۳۸'' اور میں نے اتباع اختیار کی اپنے باپ دادا ابراہیمؑ، اسحاقؑ اور یعقوبؑ کے دین کی پھر کتاب اللہ کو

اٹھا کر فرمایا کہ میں بشیر ونذیر کا بیٹا ہوں میں نبی کا بیٹا ہوں میں ان کا بیٹا ہوں جو لوگوں کو خدا کی طرف بلاتے ہیں۔ میں سراج منیر کا بیٹا ہوں، میں نبی کا بیٹا ہوں، میں ان کا بیٹا ہوں جن کو دونوں جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا۔ میں اس گھرانے سے ہوں کہ جس گھرانے سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے آلائش کو دور فرما کر پاک وطاہر بنا دیا ہے۔ میں اس گھرانے سے ہوں کہ جن کی محبت کو اللہ تعالیٰ نے فرض قرار دیا ہے۔

میرے اہلبیت کے بارے میں مجھے تکلیف مت دو "فرمان نبوی ﷺ":۔

بلخی نے ینابیع المودۃ میں حضرت عمار بن یاسرؓ کی ایک روایت نقل کی ہے کہ جب ابولہب کی بیٹی حضرت درہؓ نے مدینہ منورہ ہجرت کی تو حضرت رافع بن المعلی کے گھر قیام پذیر ہوئیں۔ قبیلہ بنی زریق کی کچھ خواتین نے حضرت درہؓ سے کہنا شروع کر دیا کہ تو ابولہب کی بیٹی ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں "کہ ٹوٹے ہاتھ ابی لہب کے" اس لئے تجھے تیری ہجرت بھی کوئی فائدہ نہ دے گی۔ یہ سن کر حضرت درہؓ نبی کریم ﷺ کے پاس تشریف لائیں اور آکر سارا ماجرا بیان کیا۔ آپ ﷺ منبر پر جلوہ افروز ہونے کے بعد سامعین کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:۔

"اے لوگو! میرے اہل بیت کے بارے میں مجھے کیوں تکلیف دیتے ہو؟ خدا کی قسم روز قیامت میری شفاعت میرے قرابت داروں کو فائدہ پہنچائے گی"۔

کوئی شخص اس وقت تک مومن کامل نہیں ہوسکتا جب تک اہلبیت سے محبت حد تک نہ کرے ''فرمان نبوی ﷺ'':۔

بلخی نے ''ینابیع المودۃ'' میں حضرت سلیمانؓ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:۔

''کوئی شخص اس وقت تک مومن ہونہیں سکتا کہ جب تک میرے اہل بیت اور مجھ سے محبت نہ کرتا ہو''۔ جس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ آپ کی اہل بیت سے محبت کی کیا نشانی ہے؟ جس پر آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کے سر پر دست مبارک رکھتے ہوئے ارشاد فرمایا ان سے''۔

مجھ سے محبت کی علامت اہلبیت سے محبت ہے ''حدیث نبوی ﷺ'':۔

مسند دیلمی میں حضرت انسؓ بن مالکؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

جو شخص اللہ تبارک وتعالیٰ سے محبت کرتا ہے وہ قرآن مجید سے محبت کرتا ہے جو قرآن سے محبت کرتا ہے وہ مجھ سے محبت کرتا ہے، جو مجھ سے محبت کرتا ہے وہ میرے اصحاب اور قرابت داروں سے محبت کرتا ہے''۔

بلخی نے ینابیع المودۃ میں حدیث نقل کی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

''جس نے حضرت علیؓ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی، جس نے حضرت علیؓ سے بغض رکھا گویا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے علیؓ کو ایذا پہنچائی اس نے مجھے ایذاء پہنچائی۔ اور جس نے مجھے ایذاء پہنچائی تو اس نے خداوند تعالیٰ کی ناراضگی حاصل کی''۔

اہلبیت سے محبت کرنے والا جنتی ہے ''الحدیث'':۔

ابن عدی نے الکامل میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت نقل کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔

''کہ میں درخت ہوں، فاطمہؓ پھل دینے والی، علیؓ پیوند کار ہے، حسنؓ اور حسینؓ اس کے پھل ہیں اور میرے اہل بیت سے محبت کرنے والے اس کے پتے ہیں۔ یہ سب کے سب جنتی ہیں۔ یہ حق ہے یہ حق ہے''۔

حسنین رضوان اللہ اجمعین سے محبت کرنے والا جنت میں میرے ساتھ ہو گا''الحدیث'':۔

ذخائر العقبیٰ میں حضرت علیؓ سے روایت ہے۔

ایک دن رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے ہاتھوں کو پکڑ کر ارشاد فرمایا کہ ''جس نے ان دونوں اور ان کے والدین سے محبت کی اور میری سنت پر عمل کرتے ہوئے فوت ہو گیا تو وہ جنت میں میرے ساتھ ہو گا''۔

ذخائر العقبیٰ میں حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''الھم اغفر للعباس وولدہ ولمن احبھم''۔ اے باری تعالیٰ حضرت عباس ان کی اولاد اور ان سے محبت کرنے والوں کی مغفرت فرما۔

اسی طرح نبی کریمؐ نے انصار اور ان کی اولاد سے محبت کرنے والوں کے لئے دعا فرمائی۔

جس نے اہلبیت سے بغض رکھا میری شفاعت سے محروم ہو گا

''الحدیث'':۔

سنن ترمذی میں حضرت علیؓ کی روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔

کہ ''جس نے دل سے ہمارے ساتھ محبت کی اپنی زبان اور ہاتھ سے ہماری اعانت کی میں اور وہ شخص جنت کے اعلیٰ درجے میں ہوں گے''۔

''ابن الجوزی'' نے الموضوعات میں حضرت انسؓ کی روایت نقل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے اہل بیت سے محبت کرو اور حضرت علیؓ سے بھی محبت کرو کیونکہ جس کسی نے میرے اہل بیت سے بغض رکھا وہ میری شفاعت سے محروم کر دیا جائے گا۔

ذخائر العقبیٰ میں حضرت علیؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔اے فاطمہؓ بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کے ناراض ہونے کی وجہ سے ناراض ہو جاتے ہیں اور آپ کے راضی ہونے سے راضی ہو جاتے ہیں۔

حاکم نے المستدرک میں حضرت ابی سعید الخدریؓ کی روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

قسم ہے اس کی کہ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ ہمارے اہل بیت سے بغض رکھنے والا کوئی شخص بھی نہیں بچ سکتا حتیٰ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اسے آگ میں داخل نہ فرما دیں۔

اہلبیت سے بغض رکھنے والا منافق ہے "الحدیث":۔

مسند دیلمی میں حضرت ابو سعید الخدریؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ "من بغضنا فھو منافق"۔

"جس نے ہم سے بغض اختیار کیا پس وہ منافق ہے"۔

سنن ترمذی میں حضرت جابرؓ کا قول ہے کہ "ما کنا تعرف المنافقین الا ببغضھم علیاً رضی اللہ عنہ"۔

ہم منافقوں کی پہچان نہ کر سکتے تھے سوائے اس کے کہ وہ حضرت علیؓ سے بغض رکھتا ہو"۔

اہلبیت سے محبت کرنے والا شفاعت کا حق دار ہوگا "الحدیث":۔

دیلمی نے الفردوس میں حدیث نبوی ﷺ نقل فرمائی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

جو شخص میرے وسیلے سے روز قیامت شفاعت کا طلب گار ہے تو اسے چاہیے کہ وہ میری اہل بیت سے تعلق رکھے اور انہیں خوشیاں بہم پہنچائے۔

"دارقطنی" نے الفضائل میں نقل کیا ہے کہ حضرت عمرؓ بن خطاب نے حضرت زبیر العوامؓ سے فرمایا۔

ہمارے ساتھ حضرت حسنؓ کی زیارت کو چلو کیا تمہیں معلوم نہیں کہ بنی ہاشم کی عیادت واجب اور ان کی زیارت نوافل میں شمار ہوتی ہے۔

"طبرانی نے الاوسط" میں حدیث حضرت ابان بن عثمانؓ سے نقل کی ہے۔ کہ میں نے اپنے والد حضرت عثمانؓ بن عفان سے سنا کہ رسول کریم ﷺ نے

ارشاد فرمایا کہ جس کسی نے حضرت عبدالمطلب کی اولاد کے کسی بھی فرد سے نیکی کا ہاتھ بڑھایا اور وہ شخص اس نیکی کا بدلہ نہ ادا کر سکا تو اس کا بدلہ میرے ذمہ ہے کل جب وہ مجھے ملے گا تو میں ادا کروں گا۔

خاندان نبوت کی مدد کے صلہ جنت میں اعلیٰ مقام ''ابن مبارکؒ'':۔

''تذکرۃ خواص الامہ فی معرفۃ'' میں سبط ابن الجوزی نے حضرت عبداللہ ابن المبارکؒ کی سند سے نقل کیا ہے کہ آپ ایک سال حج ادا کرتے اور ایک سال جہاد میں شرکت فرمایا کرتے۔ سال حج میں انہوں نے پانچ سو دینار نکالے اور اونٹوں کی منڈی میں اونٹ کی خریداری کے لئے چل پڑے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک عورت دیکھی جو کہ گندگی کے ڈھیر سے ایک مردہ بطخ کو صاف کر رہی تھی۔ میں اس کے قریب گیا اور مردہ بطخ کو صاف کرنے کی وجہ دریافت کی۔ جس پر اس عورت نے جواب دیا کہ اے عبداللہ تو مجھ سے ایسی بات کے متعلق پوچھ رہا ہے جس کا تجھ سے کوئی تعلق نہیں۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ میرے ذہن میں اچانک ایک خیال گزرا اور حقیقت حال کا پتہ لگانے کے لئے میں نے دوبارہ اصرار کیا۔ جس پر اس عورت نے کہا کہ اے عبداللہ تو نے مجھے اتنا مجبور کر دیا ہے کہ اب میں تجھے اصل صورتحال سے آگاہ کرتی ہوں۔

انا امراۃ علویۃ ولی اربع بنات یتامیٰ مات ابوھن من قریب۔

کہ میں ایک علوی خاتون ہوں میری چار یتیم بچیاں ہیں، ان کا باپ کچھ عرصہ قبل انتقال کر گیا ہے اور آج چوتھا دن ہے کہ ہم نے کچھ نہیں کھایا اور یقیناً اب ہم پر مردار حلال ہو گیا ہے۔ اس لئے اس بطخ کو صاف کر کے اپنی بچیوں کے

کھانے کے لئے لے جا رہی ہوں۔ آپ فرماتے ہیں میں نے دل میں کہا "ویحک یا ابن المبارک" کہ اے ابن مبارک حیف ہے تجھ پر کہ سب کچھ کیا ہے؟ آپ فرماتے ہیں کہ میرے دل سے حج ادا کرنے کی خواہش جاتی رہی اور میں نے مذکورہ رقم اس پریشان خاندان کے حوالے کر دی۔ زمانہ حج گذر گیا۔ اور لوگ حج کی ادائیگی کے بعد واپس آنا شروع ہو گئے۔ میں جس حاجی کو بھی حج کی مبارک باد دیتا تو وہ جواباً مجھے بھی حج کی مبارک باد دیتے اور کہتے کہ ہم نے آپ سے فلاں مقام پر ملاقات کی ہے اور ہم آپ سے فلاں مقام پر ملے تھے۔ حتی کہ بے شمار لوگوں نے مجھے اس قسم کی باتیں بتائیں کہ میں اس بارے میں بہت متفکر ہو گیا۔

خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت "ابن مبارک":۔

"فرایت رسول الله ﷺ فی المنام وهو یقول یا عبدالله لا تعجب فانک اغثت ملهوفة من ولدی فسالت الله ان یخلق علی صورتک ملکاً نهحج عنک کل عام الی یوم القیامة فان شئت ان تحج وان شئت لا تحج"۔

"خواب میں مجھے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا اور آپؐ مجھ سے فرما رہے ہیں کہ اے عبداللہ تو اس بات پر تعجب نہ کر تو نے میری اولاد کی ایک حاجت مند خاتون کی مدد کی تو میں نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا کی ہے کہ وہ تیری شکل وصورت کا ایک فرشتہ پیدا کر دے جو قیامت تک ہر سال تیری طرف سے حج کرتا رہے اب تو حج ادا کر یا نہ کر یہ تیری مرضی ہے"۔

امام یافعی فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے وفات کے وقت اپنی دونوں آنکھیں کھولیں پھر ہنسے اور کہا ''لمثل هذا فليعمل العاملون''۔ ''کہ کام کرنے والوں کو ایسے ہی کام کرنے چاہیں''۔

حضرت عثمانؓ روایت کرتے ہیں کہ ''ان رسول الله ﷺ كان يكرم بني هاشم'' رسول کریمؐ بنی ہاشم کی بہت زیادہ عزت و تکریم فرمایا کرتے تھے اور اس سنت پر خلفاء راشدین بھی عمل کرتے تھے۔

اہل بیت کی عزت و تکریم خاندان نبوت ﷺ کی وجہ سے:۔

صحیح بخاری میں حضرت انس بن مالکؓ کی روایت ہے کہ حضرت حسنؓ سے بڑھ کر کوئی بھی رسول اللہ کی مشابہت نہیں رکھتا تھا۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ حضرت حسنؓ سر مبارک سے لے کر سینہ مبارک تک نبی اکرمؐ کے مشابہ تھے اور حضرت حسینؓ سینہ مبارک سے نیچے تک آپؐ کے مشابہ تھے۔

خاندان نبوت کی تکریم ہر مسلمان پر واجب ہے ''صدیق اکبرؓ'':۔

اہل بیت کی عزت و تکریم کے بارے میں صحیح بخاری میں ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے منبر پر ارشاد فرمایا:۔

''ارقبوا محمد ﷺ في اهل بيتة''۔ ''اے لوگو! اہل بیت نبوی کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کو ملحوظ خاطر رکھو یعنی ان کی عزت و تکریم نبی اکرم ﷺ کی نسبت خاندان نبوت ہونے کی وجہ سے ہر مومن پر لازم ہے''۔

دار قطنی میں حضرت سفیان بن عینیہؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب تشریف فرما ہوتے تو دائیں جانب حضرت ابوبکر صدیقؓ اور بائیں جانب

حضرت عمر فاروقؓ اور سامنے حضرت عثمانؓ تشریف فرما ہوتے۔ لیکن جب حضرت عباسؓ تشریف لاتے تو حضرت ابو بکر صدیقؓ اپنی جگہ سے ہٹ جاتے اور حضرت عباسؓ ان کی جگہ پر تشریف فرما ہوتے۔

فرمان نبوی ﷺ کی فضیلت کو اہل فضل پہچانتے ہیں:۔

"صواعق محرقة اور الفوائد المجموعه" میں حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی پاک ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے اس اثناء میں حضرت علیؓ تشریف لے آئے سلام پیش کیا اور اپنے بیٹھنے کے لئے جگہ دیکھنی شروع کر دی۔ نبی اکرم ﷺ نے بھی صحابہ کرام کے چہروں کو دیکھنا شروع کر دیا کہ ان میں سے کون شخص حضرت علیؓ کے لئے جگہ وسیع کرتا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نبی کریم ﷺ کے دائیں جانب تشریف فرما تھے آپؓ نے اپنی جگہ سے حرکت شروع کر دی اور حضرت علیؓ سے فرمایا "ها هنا يا ابا حسن تجلس" اے الوالحسن یہاں تشریف لائیں۔ یعنی ابو بکرؓ نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور حضرت علیؓ نبی اکرم ﷺ اور ابو بکرؓ کے درمیان تشریف فرما ہوئے۔ جس پر نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ سے فرمایا اے ابو بکرؓ فضیلت کو اہل فضل ہی پہچان سکتے ہیں۔

....

مقام حضرت عباسؓ:۔

"البغوی نے معجم" میں حضرت سیدہ عائشہ صدیقہؓ کا قول نقل کیا جو انہوں نے حضرت عروہؓ سے فرمایا تھا۔

"لقدرایت من تعظیم رسول الله ﷺ عمه العباسؓ امر اعجیبه"

''کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے چچا حضرت عباسؓ کی عزت و تکریم کرتے وقت عجیب کیفیت دیکھی''۔

ابن عبدالبر نے ''الاستیعاب'' میں ابن شہاب سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کرام بھی حضرت عباسؓ کی فضیلت و اہمیت سے آگاہ تھے۔ اس لئے وہ حضرت عباسؓ کو ہر معاملہ میں پیش پیش رکھتے تھے، ان سے مشورہ کرتے اور ان کی آراء سے مستفید ہوتے۔

النظر الی وجہ علیؓ عبادۃ ''الحدیث'':۔

حاکم نے المستدرک میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کی ایک روایت نقل کی ہے جس میں آپ نے فرمایا کہ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کو کثرت سے حضرت علیؓ کے چہرہ انور کی زیارت کرتے ہوئے دیکھا تو پوچھا کہ اے ابا جان آپ حضرت علیؓ کے چہرہ کو اتنا کیوں دیکھتے ہیں؟ جس پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جواب دیا بیٹی میں نے رسول کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ ''النظر الی وجہ علیؓ عبادۃ''۔ ''حضرت علیؓ کے چہرہ کو دیکھنا بھی عبادت ہے۔ یعنی اجر و ثواب ملتا ہے''۔

سبط ابن الجوزی نے تذکرۃ الخواص الامہ میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت نقل کی ہے کہ حضرت عمرؓ بن خطاب، حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ سے انتہائی زیادہ محبت فرمایا کرتے تھے۔ حتی کہ اپنے بیٹے پر بھی ان شہزادوں کو بہت زیادہ فوقیت و افضلیت دیا کرتے تھے۔

صواعق محرقہ میں حضرت زید بن اسلم کی روایت نقل کی ہے کہ حضرت عمر

امام یافعی فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے وفات کے وقت اپنی دونوں آنکھیں کھولیں پھر ہنسے اور کہا ''لمثل هذا فليعمل العاملون''۔ ''کہ کام کرنے والوں کو ایسے ہی کام کرنے چاہیں''۔

حضرت عثمانؓ روایت کرتے ہیں کہ ''ان رسول الله ﷺ كان يكرم بنی هاشم'' رسول کریمؐ بنی ہاشم کی بہت زیادہ عزت وتکریم فرمایا کرتے تھے اور اس سنت پر خلفاء راشدین بھی عمل کرتے تھے۔

اہل بیت کی عزت وتکریم خاندان نبوت ﷺ کی وجہ سے:۔

صحیح بخاری میں حضرت انس بن مالکؓ کی روایت ہے کہ حضرت حسنؓ سے بڑھ کر کوئی بھی رسول اللہ کی مشابہت نہیں رکھتا تھا۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ حضرت حسنؓ سر مبارک سے لے کر سینہ مبارک تک نبی اکرمؐ کے مشابہ تھے اور حضرت حسینؓ سینہ مبارک سے نیچے تک آپؐ کے مشابہ تھے۔

خاندان نبوت کی تکریم ہر مسلمان پر واجب ہے ''صدیق اکبرؓ'':۔

اہل بیت کی عزت وتکریم کے بارے میں صحیح بخاری میں ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے منبر پر ارشاد فرمایا:۔

''ارقبوا محمد ﷺ في اهل بيتة''۔ ''اے لوگو! اہل بیت نبوی کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کو ملحوظ خاطر رکھو یعنی ان کی عزت وتکریم نبی اکرم ﷺ کی نسبت خاندان نبوت ہونے کی وجہ سے ہر مومن پر لازم ہے''۔

دارقطنی میں حضرت سفیان بن عینیہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب تشریف فرما ہوتے تو دائیں جانب حضرت ابوبکر صدیقؓ اور بائیں جانب

حضرت عمر فاروقؓ اور سامنے حضرت عثمانؓ تشریف فرما ہوتے۔ لیکن جب حضرت عباسؓ تشریف لاتے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنی جگہ سے ہٹ جاتے اور حضرت عباسؓ ان کی جگہ پر تشریف فرما ہوتے۔

فرمان نبوی ﷺ کی فضیلت کو اہل فضل پہچانتے ہیں:۔

"صواعق محرقة اور الفوائد المجموعه" میں حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی پاک ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے اس اثناء میں حضرت علیؓ تشریف لے آئے سلام پیش کیا اور اپنے بیٹھنے کے لئے جگہ دیکھنی شروع کر دی۔ نبی اکرم ﷺ نے بھی صحابہ کرام کے چہروں کو دیکھنا شروع کر دیا کہ ان میں سے کون شخص حضرت علیؓ کے لئے جگہ وسیع کرتا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نبی کریم ﷺ کے دائیں جانب تشریف فرما تھے آپؓ نے اپنی جگہ سے حرکت شروع کر دی اور حضرت علیؓ سے فرمایا "ها هنا يا ابا حسن تجلس" اے الوالحسن یہاں تشریف لائیں۔ یعنی ابوبکرؓ نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور حضرت علیؓ نبی اکرم ﷺ اور ابوبکرؓ کے درمیان تشریف فرما ہوئے۔ جس پر نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے فرمایا اے ابوبکرؓ فضیلت کو اہل فضل ہی پہچان سکتے ہیں۔

....

مقام حضرت عباسؓ:۔

"البغوی نے معجم" میں حضرت سیدہ عائشہ صدیقہؓ کا قول نقل کیا جو انہوں نے حضرت عروہؓ سے فرمایا تھا۔

"لقدرايت من تعظيم رسول الله ﷺ عمه العباسؓ امر اعجيبه"

''کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے چچا حضرت عباسؓ کی عزت وتکریم کرتے وقت عجیب کیفیت دیکھی''۔

ابن عبدالبر نے ''الاستیعاب'' میں ابن شہاب سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرام بھی حضرت عباسؓ کی فضیلت واہمیت سے آگاہ تھے۔ اس لئے وہ حضرت عباسؓ کو ہر معاملہ میں پیش پیش رکھتے تھے، ان سے مشورہ کرتے اوران کی آراء سے مستفید ہوتے۔

النظر الی وجہ علیؓ عبادۃ ''الحدیث'':۔

حاکم نے المستدرک میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کی ایک روایت نقل کی ہے جس میں آپ نے فرمایا کہ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کو کثرت سے حضرت علیؓ کے چہرہ انور کی زیارت کرتے ہوئے دیکھا تو پوچھا کہ اے ابا جان آپ حضرت علیؓ کے چہرہ کو اتنا کیوں دیکھتے ہیں؟ جس پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جواب دیا بیٹی میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ ''النظر الی وجہ علیؓ عبادۃ''۔ ''حضرت علیؓ کے چہرہ کو دیکھنا بھی عبادت ہے۔یعنی اجر وثواب ملتا ہے''۔

سبط ابن الجوزی نے تذکرۃ الخواص الامہ میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت نقل کی ہے کہ حضرت عمرؓ بن خطاب، حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ سے انتہائی زیادہ محبت فرمایا کرتے تھے۔حتی کہ اپنے بیٹے پر بھی ان شہزادوں کو بہت زیادہ فوقیت وافضلیت دیا کرتے تھے۔

صواعق محرقۃ میں حضرت زید بن اسلم کی روایت نقل کی ہے کہ حضرت عمر

فاروقؓ سیدہ فاطمہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرمایا اے رسول اللہ ﷺ کی شہزادی مخلوقات میں کسی سے بھی میں اتنی زیادہ محبت نہیں کرتا کہ جتنی آپ کے والدین کریمین سے محبت کرتا ہوں۔

حلیہ مبارک سیدنا حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ:۔

حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ قوی الجثہ تھے۔ درمیانہ قد، چوڑا چکلا سینہ مبارک جس پر بال تھے۔ دست و بازو مضبوط شانے چوڑے اور پر گوشت اور کولھے بھاری تھے۔ کھلتا ہوا گندمی رنگ، بڑی بڑی آنکھیں شگفتہ چہرہ مبارک، کشادہ پیشانی، ریش مبارک دراز اور دونوں شانوں کے درمیان پھیلی ہوئی تھی۔ جو آخر عمر میں بالکل سفید ہو گئی تھی۔ زندگی میں صرف ایک بار مہندی کا خضاب لگایا تھا۔ چہرے مہرے سے ذہانت ٹپکتی تھی۔ لباس سادہ موٹے کپڑے کا ہوتا تھا۔ جو کرتے تہبند اور عمامے پر مشتمل ہوتا تھا۔ تہبند نصف پنڈلی تک ہوتی تھی۔ کرتے کی آستین چھوٹی ہوتی تھی۔ اکثر ہاتھ آدھے کھلے رہتے، لباس میں پیوند لگے ہوتے۔ لباس کی طرح غذا بھی سادگی کا نمونہ تھی۔ کبھی دو سالن ایک ساتھ استعمال نہیں کیئے۔ لباس غذا وغیرہ کو جسم اور پیٹ کی ناگزیر ضرورت کے لئے استعمال کرتے تھے۔ اصل انہماک زہد ورع، جہاد اور فلاح ملت کے کاموں میں تھا۔ آپ کی مہر خلافت پر "الملک للہ" بادشاہی اللہ کی ہے کندہ تھا۔

آپ بے حد مخیر اور فیاض تھے کسی سائل کو خالی ہاتھ واپس نہیں کرتے تھے۔ اس لئے اکثر تنگی اور فقر و فاقہ ہی سے گذر بسر ہوتی تھی۔ اور اسی میں خوش رہتے تھے۔ سابقہ خلفاء اسلام کی سنت کے مطابق بیت المال سے اپنا روزینہ صرف

بقدر ضرورت لیتے تھے۔ آپ فقر اسلامی پر کار بند رہے اور اپنی ضرورت سے زیادہ مال کو اللہ کی راہ میں بے دریغ خرچ کرتے رہے اور جو انداز معاشرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں تھا وہی آپؓ کی وفات تک رہا۔

شادی سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہؓ:۔

مشہور کتاب کشف الغمہ میں مرقوم ہے۔

جنگ بدر کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی محبوب ترین صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی حضرت علیؓ سے شادی کر دی اور فرمایا پیاری بیٹی میں نے اپنے خاندان کے بہترین شخص سے تمہاری شادی کی ہے۔ شادی کے لئے ضروری ساز و سامان بہم پہنچانے کے لئے حضرت علیؓ اپنی زرہ فروخت کرنے کے لئے مدینہ کے بازار میں تشریف لے گئے۔ حضرت عثمانؓ نے زرہ چار سو درہم میں خرید لی لیکن اس پر قبضہ کرنے کے بعد حضرت علیؓ کو ہدیہ کے طور پر لوٹا دی۔ حضرت علیؓ زرہ اور درہم لے کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور سارا واقعہ بیان کیا۔ آپؐ نے عثمانؓ کے حق میں کلمات خیر فرمائے۔ (۱۵)

ازواج و اولاد:۔

حضرت علیؓ کثیر الازواج اور کثیر الاولاد تھے۔ آپؓ کی پہلی شادی سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہراؓ بنت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی۔ ان سے تین صاحبزادے حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ اور محسنؓ پیدا ہوئے۔ آخر الذکر کمسنی میں وفات پا گئے اور حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ نے تاریخ اسلام میں اہم اور نا قابل فراموش کردار ادا کیا۔ دو صاحبزادیاں حضرت زینب الکبریٰؓ

اور سیدہ اُم کلثوم الکبریٰؓ بھی جناب سیدہؓ کے بطن سے ہوئیں۔ حضرت سیدہ زینبؓ کی شادی حضرت عبداللہ بن جعفرؓ سے ہوئی جو حضرت علیؓ کے بڑے بھائی حضرت جعفر طیارؓ کے صاحبزادے تھے۔ سیدہ حضرت زینبؓ نے حادثہ کربلا کے بعد بچے کھچے قافلہء حسینی کی قیادت و وکالت کی اور بڑی بے خوفی سے اور جرأت سے خاتون حق کا کردار ادا کیا۔ حضرت سیدہ اُم کلثومؓ کی شادی حضرت عمرؓ سے ہوئی تھی ان سے ایک صاحبزادے حضرت زید بن عمرؓ اور ایک صاحبزادی سیدہ حضرت رقیہؓ پیدا ہوئیں۔ حضرت عمرؓ کی شہادت کے بعد حضرت سیدہ اُم کلثوم کا نکاح محمد بن جعفر طیارؓ سے ہوا۔ سیدہ حضرت فاطمہؓ کی زندگی میں حضرت علیؓ نے دوسری شادی نہیں کی۔ ان کی وفات کے بعد متعدد خواتین سے نکاح کیا۔ حسب ذیل آٹھ خواتین کے نام تاریخ میں محفوظ ہیں۔

ازواج مطہراتؓ کا مختصر تعارف:۔

۱۔ خولہؓ بنت جعفرؓ۔ یہ قبیلہ بنو حنف سے تھیں۔ ان سے محمد بن علیؓ تولد ہوئے جو تاریخ میں اپنی والدہ کی نسبت سے محمد ابن حنفیہؓ مشہور ہیں۔

۲۔ ام البنینؓ بنت حذام کلابیہؓ۔ ان سے چار صاحبزادے، عباس اکبر، عثمان، جعفر اکبرؓ اور عبداللہ رضوان اللہ اجمعین تھے۔ جو سب کے سب حضرت حسینؓ کے ساتھ میدان کربلا میں شہید ہوئے۔ ان کا کوئی پسماندہ نہ رہا۔

۳۔ لیلیٰؓ بنت مسعودؓ۔ یہ بنو تمیم سے تھیں ان سے دو بیٹے عبداللہ اور ابوبکر پیدا ہوئے۔ ابوبکر رضوان اللہ اجمعین کربلا میں حضرت حسینؓ کے ساتھ شہید ہوئے۔ یہ دونوں لاولد تھے۔

۴۔اسماءؓ بنت عمیس خشمیہؓ۔ان سے دو بیٹے یحییٰ اور عون رضوان اللہ اجمعین تولد ہوئے۔یہی اسماء محمد بن ابی بکرؓ کی والدہ بھی تھیں۔حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے بعد حضرت علیؓ کے نکاح میں آئیں۔

۵۔صہباء ام حبیبؓ بنت ربیعہؓ۔ان سے عمر اکبر اور رقیہ رضوان اللہ اجمعین پیدا ہوئے۔

۶۔امامہ بنت ابی العاصؓ۔ان کی والدہ حضرت زینبؓ بنت رسول ﷺ تھیں۔ ان سے محمد بن اوسطؓ پیدا ہوئے۔

۷۔ام سعیدؓ بنت عروہ بن مسعود ثقفیؓ۔یہ حضرت علیؓ کی دو صاحبزادیوں ام الحسن اور رملہ کبریٰ رضوان اللہ اجمعین کی ماں تھیں۔

مختصر یہ کہ سیدنا حضرت علیؓ کے کل چودہ بیٹے اور سترہ بیٹیاں تھیں۔حضرت علیؓ کے چار صاحبزادوں حضرت امام حسنؓ، حضرت امام حسینؓ، محمد حنفیہؒ اور عمر ابن التغلبیہؓ سے نسل چلی۔(۱۶)

سیدنا حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کا علمی مقام:۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے ''اقضاھم علی''۔یعنی سب سے زیادہ صحیح فیصلہ کرنے والے سیدنا علیؓ کرم اللہ وجہہ ہیں۔چنانچہ جب یمن فتح ہوا تو حضور اکرم ﷺ نے اہل یمن کے لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو منتخب فرمایا۔حضرت علیؓ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ وہاں ہر قسم کے مقدمات سے مجھے واسطہ پڑے گا، مجھے قضاء کا تجربہ اور علم نہیں ہے۔آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اے علیؓ اللہ تعالیٰ تمہاری زبان کو راہ راست اور تمہارے دل کو ثبات و استقلال بخشے گا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہؓ ارشاد فرماتے ہیں اس دعا کے بعد مجھے مقدمات کے فیصلوں میں کبھی پریشانی نہیں ہوئی۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے میرے سینہ کو علم وعرفان سے بھر دیا۔ (۱۷)

مسند ابن حنبلؒ میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت علیؓ کو قضاء اور مقدمات کے بعض اصول بھی سکھائے۔ چنانچہ ایک مرتبہ فرمایا علیؓ جب تم دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ کرنے لگو تو صرف ایک آدمی کا بیان سن کر فیصلہ نہ کرو۔ اس وقت اپنے فیصلے کو روکو جب تک دوسرے کا بیان بھی نہ سن لو۔ (۱۸)

فتح مکہ کے بعد حضور اکرم ﷺ نے یمن کے سب سے بڑے قبیلے ہمدان کی طرف تبلغ اسلام کے لئے خالد بن ولیدؓ کو بھیجا تھا۔ مگر انہیں کامیابی نہ ہوئی۔ تب آپ نے سیدنا حضرت علیؓ کو روانہ کیا ان کی مساعی سے سارا قبیلہ مسلمان ہو گیا۔

طوالت سے بچتے ہوئے سیدنا حضرت علیؓ کے چند فیصلے :۔

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ہم کہا کرتے تھے مدینہ کے سب سے بڑے قاضی حضرت علیؓ ہیں۔ (۱۹)

حضرت عطاءؒ سے دریافت کیا گیا کہ آنحضرت ﷺ کے صحابہ میں حضرت علیؓ سے بڑھ کر کوئی عالم تھا؟ تو عطاؒ نے فرمایا خدا کی قسم مجھے کوئی ایسا شخص معلوم نہیں۔ ایک شخص نے آپ سے سوال کیا کہ اگر کسی شخص کو کسی مکان میں بند کر کے اس کے سارے دروازے بند کر دیئے جائیں تو رزق اس کو کس طرح پہنچے گا؟ آپ نے جواب دیا جہاں سے اس کی اجل یعنی موت آئے گی۔

ایک دفعہ ایک کافر نے عین نماز عصر کے لئے تیار ہونے کے وقت آپ سے سوال کیا کہ کون کون سے جانور انڈے دیتے ہیں اور کون کون سے بچے؟ اس کی غرض یہ تھی کہ یہ سب جانوروں کی تفصیل بیان کریں گے اور نماز جماعت کا وقت قضاء ہو جائے گا۔ آپ نے فرمایا کہ جن جانوروں کے کان اندر ہیں وہ انڈے دیتے ہیں اور جن کے کان باہر ہیں وہ بچے دیتے ہیں۔

ایک شخص نے آپ سے دریافت کیا کہ انسان مختیار ہے یا مجبور؟ آپ نے فرمایا اپنی ایک ٹانگ اٹھا اس نے اٹھائی۔ پھر فرمایا اب دوسری ٹانگ اٹھا، اس نے مجبوری ظاہر کی۔ آپ نے فرمایا بس یہی مثال مختیار اور مجبور کی ہے۔ صحیح ابوداؤد میں ہے حضرت علیؓ کے پاس تین آدمی لائے گئے جنہوں نے ایک لونڈی سے ایک ہی طہر میں ہم بستری کی تھی۔ آپ نے دو آدمیوں سے باری باری پوچھا کیا تم اس تیسرے کو یہ بچہ دینے کا اقرار کرتے ہو؟ ان دونوں نے کہا نہیں۔ حتیٰ کہ جب آپ تمام سے پوچھ بیٹھے اور ہر ایک نے نفی میں جواب دیا تو آپ نے ان کے درمیان قرعہ ڈالا اور بچے کو اس سے منسوب کر دیا جس کے نام قرعہ نکلا تھا اور اس کو پابند کیا کہ تم دو تہائی دیت ادا کرو۔ جب یہ بات نبی کریم کو بتائی گئی تو آپؐ اس قدر ہنسے کہ آپؐ کی داڑھیں نمایاں ہو گئیں۔ یعنی آپ اس فیصلے پر بہت خوش ہوئے۔

مسند حمیدی ج ۲ ص ۳۴۵ میں اس کی یوں وضاحت کی گئی ہے کہ حضرت علیؓ نے باری باری دو سے پوچھا کیا تم دو اپنے ساتھی کے لئے اس سے بخوشی دستبردار ہوتے ہو۔ انہوں نے انکار کیا۔ پھر آپ نے باقی دو سے یہی پوچھا انہوں نے

بھی نفی میں جواب دیا۔ تو آپ نے کہا کہ اب تم سب برابر کے شریک ہو۔ میں تمہارے درمیان قرعہ اندازی کرتا ہوں جس کے نام قرعہ نکل آیا اس کو بچہ میں حوالے کر دوں گا۔ اور اس کو کہوں گا کہ وہ لونڈی کی دو تہائی قیمت دوسرے ساتھیوں کو ادا کرے۔

حافظ ابن قیم الجوزیہ کہتے ہیں کہ جب وہ بچہ اس سے منسوب ہو گیا تو گویا لونڈی اس کی ام ولد بن گئی۔ جبکہ اس کا اس لونڈی میں صرف تیسرا حصہ تھا تو حضرت علیؓ نے اس پر اس باقی دو تہائی کی ادائیگی عائد کر دی۔ جن کا اب اس لونڈی سے صحبت کرنا ام ولد بن جانے کی بناء پر ملنے والی آزادی کی بنا پر ممنوع ہو گیا۔ اور اس بچے کی دو تہائی دیت قرار دینا اہم ہے۔ یہاں لونڈی کی قیمت کو دیت کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے کیونکہ اسی کی ادائیگی کی جانا تھی۔ ایسی صورت میں کوئی تضاد باقی نہ رہا۔

حضرت عمرؓ کے زمانے میں ایک سیاہ رنگ کے آدمی نے اپنی بیوی کی شکایت کی کہ اس نے سفید رنگ کا بیٹا کیونکر جنا ہے۔ جبکہ اس عورت نے اس الزام کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے اس پریشانی کے عالم میں حضرت سیدنا علیؓ سے مشورہ لیا تو حضرت علیؓ نے اس آدمی سے فرمایا جو میں پوچھوں سچ سچ بتانا۔ کیا تم نے حیض کی حالت میں اپنی بیوی سے مباشرت کی تھی۔ اس نے اقرار کیا تو آپ نے فرمایا:۔

"الله اکبر ان لنطفة اذ خلطل بالدم فخلق الله عز و جل منها خلقا کان احمر فلا تنکر ولدک فأنت جنیت علی نفسک"۔

اللہ کی شان جب نطفہ حیض کے خون میں مل جاتا ہے تو اس سے اللہ تعالیٰ نے ایسا پیدا کیا جو سرخ ہے اپنے بیٹے سے انکار مت کرو تم نے اپنے آپ پر خود زیادتی کی ہے۔

صحابہ کرام میں جب رشتہ مواخات قائم کیا گیا تو حضرت علیؓ تنہا رہ گئے آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علیؓ کیوں گھبراتے ہو تم دنیا اور آخرت دونوں جگہ میرے بھائی ہو۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک پر تشریف لے جانے لگے اور آپ کو مدینہ میں رہنے کا حکم دیا تو سیدنا علیؓ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ مجھے عورتوں اور بچوں کے ساتھ مدینہ میں چھوڑ رہے ہیں مجھے جہاد میں کیوں نہیں لے جاتے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علیؓ کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہو کہ میں تمہیں مدینہ میں ایسے ہی چھوڑے جا رہا ہوں جیسے کہ موسیٰ ہارونؑ کو چھوڑ کر گئے تھے۔ مگر یہ بات ضرور یاد رکھنا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

آپؓ کا دور خلافت زیادہ تر شورش اور خانہ جنگی میں گزرا۔ ایک معترض نے باعث وجہ دریافت کی تو آپؓ نے فرمایا کہ اپنے پیشروؤں کا مشیر میں تھا اور میرے مشیر تمہارے جیسے لوگ ہیں۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں حضرت سیدنا علیؓ کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ:۔

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ حضرت علیؓ سے ارشاد فرمایا اے علیؓ تمہاری مثال حضرت عیسیٰ کی سی ہے، یہودیوں نے آپ سے ایسی عداوت اور دشمنی کی کہ ان کی والدہ حضرت مریمؑ صدیقہ پر گندے الہام باندھے اور نصاریٰ نے ان

سے اس قدر محبت کی کہ انہیں ابن اللہ کہہ دیا۔ انسان کو دونوں چیزیں ہلاک کرتی ہیں۔ اس درجہ کی دشمنی بھی کہ اتہام سازی اور افتراء پردازی پر اتر آئے اور اس درجہ محبت بھی کہ جس میں حد سے زیادہ غلو ہو جائے''۔ یہ آپؐ نے حضرت علیؓ کے متعلق پیشگوئی فرمائی جو حرف بحرف صحیح ثابت ہوئی۔ چنانچہ فرقہ خارجی آپ کو حد سے زیادہ برا کہنے لگا۔ دوسرا گروہ آپ کی محبت میں حد سے زیادہ محبت کرنے لگا اور گروہ نصیری نے تو آپ کو معبود ہی کہہ دیا یعنی راہ اعتدال سے ہٹ گئے۔

علم تفسیر، حدیث وفقہ، علم قرأت اور علم فرائض میں آپ اپنی مثال آپ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:۔

''میں علم کا شہر ہوں ابوبکر صدیقؓ اس کی بنیاد عمر فاروقؓ اس کی دیواریں عثمان غنیؓ اس کی چھت اور حضرت علیؓ اس کا دروازہ ہے''۔

آپ جامع کمالات تھے علم و عمل تقویٰ و پرہیزگاری، سخاوت و شجاعت بے شمار کمالات کا مجموعہ تھے۔

''مما رزقنا هم ينفقون'' کی عملی مثال تھے:۔

سخاوت کا یہ عالم تھا کہ خود فاقہ کشی کر کے غرباء کی مدد کرتے۔ ایک روز محنت و مزدوری کر کے دو درہم لے کر شام کے وقت گھر پہنچے تو دروازے پر ایک سائل کھڑا تھا۔ آپ نے دو درہم میں سے ایک سائل کو دے دیا۔ سائل نے بہت غور کے ساتھ اس کو جانچا، ایک شخص نے کہا کہ کیا تم نے کوئی چیز فروخت کی ہے جو اس قدر جانچ پرکھ کر رہے ہو؟ اس نے کہا ہاں میں نے اپنی آبرو فروخت کی

ہے۔آپ نے یہ سن کر دوسرا درہم بھی اس سائل کو دے دیا اور معذرت چاہی کہ میں آبرو کی پوری قیمت ادا نہ کر سکا۔تین روز متواتر ایسا ہی واقعہ پیش آتا رہا کہ آپ محنت مزدوری کر کے جو کچھ لاتے نذر سائل ہو جاتا اور آپ بمع اہل و عیال کے مسلسل تین دن تک فاقہ کرتے رہے۔

علم و حکمت ذہانت و فطانت میں بے مثل و بے مثال تھے:۔

علم و حکمت عرفان و بصیرت کا یہ عالم تھا ایک دفعہ دس آدمیوں نے درخواست کی کہ ہم دس آدمی ہیں اور ایک ہی سوال کے جواب جداگانہ چاہتے ہیں۔آپ نے فرمایا کہو کیا پوچھتے ہو۔ایک نے سوال کیا علم بہتر ہے یا مال؟ آپ نے جواب دیا علم۔

☆اس لئے کہ مال کی حفاظت کرنی پڑتی ہے اور علم انسان کی حفاظت کرتا ہے۔

☆علم اس لئے بہتر ہے کہ مال فرعون و ہامان کا ترکہ ہے اور علم انبیاء کی میراث ہے۔

☆علم اس لئے کہ مال خرچ کرنے سے کم ہوتا ہے اور علم ترقی کرتا ہے۔

☆علم اس لئے کہ مال دیر تک رکھنے سے فرسودہ ہوتا ہے، علم دن بدن پھلتا پھولتا ہے۔

☆علم اس لئے کہ مال کی چوری ہوتی ہے اور علم کی نہیں۔

☆علم اس لئے کہ صاحب مال بخیل ہوتا ہے مگر صاحب علم کریم ہوتا ہے۔

☆علم اس لئے کہ علم سے دل میں نور اور روشنی پھیلتی ہے اور مال سے دل مردہ ہوتا ہے، دل میں تاریکی پیدا ہوتی ہے۔

☆علم اس لئے کہ کثرت مال سے تکبر پیدا ہوتا ہے۔فرعون نے دعویٰ خدائی کیا اور کثرت علم سے رسول پاکؐ نے ما عبدناک حق عبادتک کہا۔یعنی عاجزی اور انکساری پیدا ہوتی ہے۔

☆علم اس لئے مال سے بہتر ہے کہ مال والے کے دشمن بہت ہوتے ہیں اور علم والے کے دوست بہت ہوتے ہیں اور وہ ہر دل عزیز ہوتا ہے۔

☆علم اس لئے بہتر ہے کہ قیامت کے دن مال کا حساب و کتاب ہوگا اور علم والا عزیز و اقارب کی شفاعت کرے گا۔

آپ کی شجاعت اور بہادری کا یہ عالم تھا کہ جب حضور اکرمؐ ہجرت کے لئے جانے لگے تو آپ نے ایثار اور جانثاری کا ایک عدیم المثال مظاہرہ فرمایا۔کفار نے آنحضرتؐ کے گھر مبارک کا محاصرہ کرر کھا تھا۔جب کہ آپ آنحضرتؐ کے ارشادگرامی کی تعمیل میں آپؐ کے بستر پر بلا خوف و خطر لیٹ گئے۔

علم تصوف میں سیدنا علیؓ کا مقام:۔

صوفیاء کے نزدیک سیدنا حضرت علیؓ علم تصوف کا ماخذ اور امام ہیں۔انہوں نے خود ایک موقع پر اپنے قلب کی طرف اشارہ کرکے فرمایا تھا کہ اس میں ایک علم ہے کاش میں اس کا حامل پاتا۔جنید بغدادی کا قول ہے کہ اگر وہ لڑائیوں میں مشغول نہ رہتے تو ہم کو اس علم کے بہت سے نکات بتا جاتے۔کیونکہ ان کو علم لدنی حاصل تھا۔با ایں ہمہ انہوں نے بہت سی ایسی باتیں بتائی ہیں جن پر تصوف کی بنیاد قائم ہے۔مثلاً ایک شخص نے ان سے ایمان کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ ایمان چار ستونوں پر قائم ہے۔صبر، یقین و عدل اور

جہاد۔ پھر صبر کے دس مقامات کی تفصیل بیان کی۔ صوفیانہ حیثیت سے ان کو تمام
صحابہ پر یہ فضیلت حاصل ہے کہ انہوں نے بہت سے صوفیانہ نکات بیان کئے۔
ان کے زہد کا یہ عالم تھا کہ ایک بار بیت المال کے دروازے پر کھڑے ہو کر فرمایا
کہ اے دینار و درہم تم میرے علاوہ کسی اور کو اپنا فریفتہ بناؤ۔ ایک بار انہوں
نے فرمایا اے لوگو اگر اپنے آقا سے ملنا چاہتے ہو تو اپنی قمیص میں پیوند لگاؤ اپنا
جوتا ٹانکو اپنے رشتہ امید کو کوتاہ کرو۔ اور پیٹ بھر کر کھانا نہ کھاؤ۔ ان کے خوف
خدا کا یہ حال تھا کہ جب نماز کا وقت آتا تھا تو کانپ اٹھتے تھے اور ان کے
چہرے کا رنگ بدل جاتا تھا۔ اس حالت میں لوگ ان کا حال پوچھتے تھے تو
فرماتے تھے کہ اس امانت کو ادا کرنے کا وقت آ گیا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے
زمین و آسمان اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا لیکن انہوں نے اس کے اٹھانے
سے انکار کیا اور ان سے ڈر گئے۔ مگر انسان نے اس کو اٹھا لیا۔ اب میں نہیں
جانتا کہ میں اس امانت کو اچھی طرح ادا کر سکوں گا کہ نہیں۔

اظہار علم و عرفان اور پیام الٰہی کے نور سے منور تھے:۔

سیدنا حضرت علیؓ ارشاد فرماتے ہیں:۔

"خدا کی قسم میں پیامات الٰہی کی تبلیغ سے اور خدائی وعدوں کے اتمام سے کلمات
حکمت کی انتہا سے خوب واقف ہوں۔ ہم اہل بیت رسولؐ کے پاس حکمت کے
دروازے اور امر الٰہی کی روشنی موجود ہے۔ خبردار دین کی شریعتیں واحد ہیں۔
اور اس کے راستے سیدھے ہیں جو اسے پا لے گا وہ حق سے جا ملے گا اور فائدہ
میں رہے گا۔ اور جو اسے نہ پا سکا گمراہ ہو گا اور پشیمان ہو گا۔ عمل کرو اس دن کے

لئے جس کے لئے اعمال حسنہ کے ذخیرے جمع کئے جاتے ہیں۔ جب تمام راز فاش ہو کر رہیں گے۔ جس دن عقل واندیشہ حاضر سے فائدہ نہ ہوگا۔ اور عقل غائب عاجز اور درماندہ ہوگی۔ اس آگ سے بچنے کی کوشش کرو جس کی گرمی سخت اور جس کی گہرائی بہت زیادہ ہوگی۔ جس کے زیور لوہا اور جس کا پانی زرد آب ہوگا۔ یاد رہے کہ جسے خدا لوگوں میں نیک نامی عطا کرتا ہے وہ بہتر خوش نصیب ہے اس مال سے جس کا وہ دوسروں کو وارث تو بناتا ہے مگر اس کی تعریف نہیں کرتا"۔

حضرت سیدنا علیؓ کے فضائل واوصاف کی ایک جھلک:۔

حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کی وفات کے بعد آپ کے ایک رفیق حضرت ضرارؓ اسدی کسی کام سے حضرت معاویہؓ کے پاس گئے۔ انہوں نے ضرارؓ سے کہا کہ ذرا اپنے ساتھی علیؓ ابن ابی طالب کے اوصاف بیان کرو۔ ضرارؓ نے پہلے تو معذرت کی لیکن معاویہؓ کے اصرار پر یوں بیان کیا:۔

وہ نہایت بلند عزائم کے مالک اور بڑے عالی حوصلہ انسان تھے۔ فیصلہ کن بات کہتے تھے۔ اور عادلانہ فیصلہ کرتے تھے۔ ان کے ہر سمت سے علم پھوٹتا تھا اور حکمت ٹپکتی تھی۔ دنیا اور اس کی دلفریبیوں سے گھبراتے تھے۔ رات کی تاریکی ان کو مرغوب تھی کیونکہ اس میں وہ اپنے معبود کے آگے بڑی توجہ اور انہماک سے جھکے رہتے تھے۔ عبرت پذیر دل اور بہت غور وفکر کرنے والا دماغ رکھتے تھے۔ ان کا لباس ادنیٰ ہوتا تھا۔ اور خوراک بہت معمولی۔ وہ ہم سے بہت اعلیٰ ارفع ہونے کے باوجود ہمارے درمیان بہت بے تکلفی سے رہتے تھے۔ ہم بڑی

آزادی کے ساتھ جو کچھ چاہتے ان سے پوچھتے وہ اپنی بڑائی کا خیال کئے بغیر نہایت سادگی کے ساتھ ہم سے باتیں کرتے رہتے تھے۔ اس بے تکلفی کے باوجود ان کی ہیبت اور وقار اتنا زیادہ تھا کہ ہمیں آزادی کے ساتھ ان سے بولنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ وہ متقی اور پرہیزگار انسان کی قدر کرتے تھے اور غرباء کے ساتھ نہایت محبت سے پیش آتے تھے۔ ان کے سامنے طاقتور باطل کی طمع نہ کرسکتا تھا۔ بعض دفعہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ رات گذر رہی ہے ستارے جھلملا رہے ہیں اور وہ اپنی ڈاڑھی مٹھی میں دبائے مارگزیدہ کی طرح بے قرار اور غم رسیدہ کی طرح اشکبار کہہ رہے ہیں، اے مردار دنیا جا اور کسی اور کو فریب دے۔ میں تجھے تین طلاقیں دے چکا، اب کبھی تیری طرف رجوع نہ کروں گا۔ تیری عمر تھوڑی اور تیرا مقصد حقیر ہے۔ اے میرے خدا میرا سفر طویل ہے اور میرا توشہ نہ ہونے کے برابر ہے، راستہ کٹھن ہے۔ اے میرے مالک مجھے اپنے فضل و کرم سے پار پہنچا۔ تیری اعانت اور نصرت کے بغیر میں منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتا۔ ضرارؓ کی زبان سے یہ سن کر معاویہؓ آبدیدہ ہو گئے اور کہا خدا تعالیٰ ابوالحسنؓ پر رحم کرے وہ واقعی ایسے ہی تھے جیسا کہ تم نے بیان کیا۔ (۲۰)

......

ٹامس کارلائل کا سیدنا حضرت علیؓ کو خراج تحسین:۔

گذشتہ صدی کے مشہور انگریز ادیب ٹامس کارلائل نے لکھا ہے:۔

''جواں مرد علیؓ سے تم محبت کئے بغیر نہیں رہ سکتے خدا نے بچپن ہی سے ان کی طبیعت میں شرافت و سخاوت کوٹ کوٹ کر بھر دی تھی اور ان کا ضمیر قوت عمل

اولوالعزمی اور بیباکی سے گوندھا تھا۔ وہ بے مثل شہسوار اور شیر بیشہء شجاعت تھے۔ ان اوصاف کے ساتھ رقت قلب، صدق وایمان اور پاکیزگی عمل مستزاد تھے"۔ (۲۱)

سیدنا علیؓ بڑے زیرک سریع الفہم نکتہ شناس تھے:۔

آپ بڑے زیرک سریع الفہم نکتہ شناس اور صاحب الرائے تھے۔ جنگ و سیاست میں اگر آپ کی فوج آپ کی عقل ورائے کا اتباع کرتی تو جنگ کا فیصلہ کچھ اور ہوتا۔ اور معاہدہ تحکیم کی نوبت نہ آتی اور اگر تحکیم کے موقع پر بھی آپ کے سرداران فوج آپ کے مشورہ پر چلتے تو تحکیم کا فیصلہ آپ کے حق میں ہوسکتا تھا۔ لیکن فوج نے آپ کو اپنے پیچھے چلانا چاہا اور بار بار نافرمانی کا مظاہرہ کیا۔ آپ کے پیشرو خلفاء کو آپ کے صائب مشوروں پر بڑا اعتماد تھا۔ آپ کے دانشمندانہ اقوال وامثال اس کثرت سے تاریخ کی کتابوں میں محفوظ ہیں کہ اور کسی کے شائد ہی ہوں۔ عربی زبان کی "نحو" کی ایجاد کا سہرا آپ کے سر ہے۔ بصرہ کے قاضی ابوالاسود دوئلی کو آپ نے اس کی تعلیم دی۔ غرضیکہ آپ وہ مردِ دانا تھے جس کے بیان میں حکمت کے چشمے ابلتے تھے۔ آپ کی زبان سے خطابت فصاحت اور بلاغت کا سیلاب امنڈتا تھا۔ آپ نے وقتاً فوقتاً جو خطبات دیئے اور خطوط لکھے وہ اس پر شاہد ہیں۔

نہج البلاغہ سیدنا حضرت علیؓ کے خطبات اور منشورات کا مجموعہ ہے:۔

معروف کتاب نہج البلاغہ آپ کے خطبات اور منشورات کا مجموعہ ہے جو آپ کی وفات کے بعد تقریباً تین سو سال بعد مرتب کی گئی۔ اگرچہ اس کی تاریخی حیثیت

اور بعض خطبات کو چیلنج کیا گیا ہے۔ ایرانی محقق ڈاکٹر صادق تقوی ''دستورِ علی'' ملاحظہ فرمائیں۔ تاریخ طبری، اخبار الطوال و تاریخ یعقوبی اور مروج الذہب مسعودی میں بھی آپ کے متعدد خطوط اور خطبات محفوظ ہیں۔ صفائے باطن تزکیہ نفس اور روحانی معارف و اسرار کی گرہ کشائی میں آپ درجہ کمال پر تھے۔ صوفیا کے اکثر سلسلوں مثلاً چشتیہ، سہروردیہ، قادریہ کا آغاز آپ سے ہوتا ہے۔ دنیا کی تاریخ میں ایسی جامع کمالات شخصیتیں بہت کم ہوئی ہیں۔ (۲۲)

سیدنا علیؑ کو قرآن سے استنباط مسائل و احکام کا خاص ملکہ حاصل تھا:۔

آپ حافظ قرآن اور کاتب وحی تھے۔ قرآن کی تعلیم براہ راست مہبط وحی ﷺ سے پائی تھی۔ کلام اللہ پر بڑی وسیع نظر تھی۔ فرماتے تھے کہ قرآن میں کوئی ایسی آیت نہیں ہے جس کے متعلق میں نہ جانتا ہوں کہ وہ کس بارے میں کہاں اور کس کے متعلق نازل ہوئی۔ (۲۳)

آپ کو قرآن سے استنباط مسائل و احکام کا خاص ملکہ حاصل تھا۔ حضور ﷺ کی رحلت کے بعد آپ نے کچھ عرصہ خانہ نشین رہ کر آیتوں اور سورتوں کی نزولی ترتیب کے مطابق قرآن حکیم کا ایک نسخہ مرتب کیا تھا۔ خلفاء ثلاثہ کے دور میں آپ مجلس شوریٰ کے اہم رکن تھے اور اپنی اصابت رائے علم قرآن و حدیث اور تفقہ فی الدین کی بناء پر بہت اہم اور عمدہ مشورے دیتے رہے۔ لیکن اپنا زیادہ وقت علمی عقلی، روحانی مشاغل میں صرف کرتے رہے۔

سیدنا علیؓ علم و فضل میں تمام صحابہؓ میں اہم مقام رکھتے تھے:۔

علم و فضل میں آپ تمام صحابہ میں بڑا اہم مقام رکھتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے

فرمودات احادیث سننے کا سب سے زیادہ موقع آپ کو ملا۔ آپ سے پانچ سو چھیاسی احادیث مروی ہیں۔ کسی اور خلیفہ سے اتنی احادیث مروی نہیں نہ انہیں اس کی مہلت ملی۔ بنیادی ذرائع علم قرآن وحدیث سے احکام ومسائل مستنبط کرنے کے لئے جس ذہانت طباعی دقیقہ رسی اور نکتہ سنجی کی ضرورت تھی وہ آپ میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔ (۲۴)

سیدنا علیؓ کے علم وحکمت، فصاحت وبلاغت پر سیر حاصل تبصرہ:۔

رسول اللہ ﷺ کے بعد گذشتہ زمانوں میں یا بعد کی آنے والی نسلوں میں کوئی بھی سیدنا علیؓ سے زیادہ فصیح البیان ہمیں نظر نہیں آتا۔ خطابت میں بھی ایسا کوئی شخص نظر نہیں آتا جو ایسا زبان آور اور قادر الکلام ہو۔ وہ حکیم تھے حکمت کے سوتے ان کے بیان سے پھوٹتے تھے۔ وہ خطیب تھے بلاغت کا دریا ان کی زبان سے رواں تھا۔ واعظ تھے، قلب ونگاہ پر چھا جانے والے رواں وشاداب قلم جن کے دلائل بڑے قوی وعمیق ہوتے تھے۔ کلام وبیان پر اس درجہ قدرت تھی کہ جس بات کو چاہتے اور جس طرح چاہتے ادا کرتے۔ اس پر سب کا اتفاق اور اجماع ہے کہ آپ مسلمانوں کے سب سے بڑے خطیب اور انشا پردازوں کے امام تھے۔ (۲۵)

محدث العقاد لکھتے ہیں امام سے جو پر شکوہ کلام مروی ہے وہ ایک ایسا طرز ہے جس سے بلند کوئی دوسرا طرز نہیں ہوسکتا۔ اس میں ضرب المثل فقروں کی حکمت کارفرما ہے۔ اور ایک سے بڑھ کر ایک تعبیر ہے کہ عقل کو فیصلہ کرنا دشوار ہوجاتا ہے۔ کہ کون سی تعبیر زیادہ افضل اور زیادہ طاقتور ہے۔ معانی میں صداقت ادا

میں بلاغت کی تعریف کی جائے یا فنی خوبیوں کو شمار کیا جائے۔(۲۶)

پر حکمت امثال وکلمات فطرت شناسی کا اعلیٰ ترین نمونہ:۔

مولانا ابوالحسن ندوی رقمطراز ہیں:۔

ان پرُحکمت کلمات وصیتوں اور امثال کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ یہ بہت ہی واضح اور روشن طریقہ پر بتا رہے ہیں کہ یہ سب سلامت فکر قوت، مشاہدہ اور باریک بینی زندگی کے گہرے مطالعہ اور لوگوں کی فطرت شناسی کا اعلیٰ ترین نمونہ ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلام اور تحریریں گہرے اور طویل تجربات کا نچوڑ ہیں۔ جو نفسات انسانی کی عمیق مطالعہ اسرار حیات سے واقفیت اور قوموں کی صحیح نبض شناسی کا نتیجہ ہیں۔(۲۷)

نہج البلاغہ کی پچاس سے زیادہ شرحیں ہیں:۔

مولانا ابوالحسن علی ندوی فرماتے ہیں کہ 'نہج البلاغہ' جو کہ حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کے خطبات کا مجموعہ ہے اس کی بہت سی شرحیں لکھی گئی ہیں جن کی تعداد پچاس سے زیادہ ہے۔ ان میں امام بیہقی، امام فخرالدین الرازی کی شروح بھی ہیں۔ عزالدین بن ابی الحدید المدائنی نے اس کی سب سے مفصل اور صحیح شرح لکھی ہے جس کو دارالفکر بیروت نے بیس جلدوں میں شائع کیا ہے۔ علماء متاخرین میں سے شیخ محمد عبدہ نے بھی نہج البلاغہ کی شرح لکھی اور ادبی و تعلیمی حلقوں کو اس کی اہمیت اور اس سے استفادہ کی طرف خصوصی توجہ دلائی۔ اس کے ساتھ اعتنا اور اہتمام بڑھ گیا۔(۲۸)

اہل عراق کے تکلیف دہ رویہ پر آپؓ کا خطبہ بلاغت وادب میں منفرد مقام رکھتا ہے:۔

اہل عراق کے تکلیف دہ رویہ اور بظاہر حضرت علیؓ سے اپنی محبت واطاعت و فرمانبرداری کا دم بھرتے تھے لیکن عمل اس کے بالکل برعکس تھا۔ اطاعت کی بجائے نافرمانی کرتے تھے دلی کوفت اور ذہنی اذیت دیتے تھے۔ آپ ان کو بلیغ انداز سے وعظ ونصیحت فرماتے تھے۔ ان کو باغیوں سے مقابلہ کے لئے ابھارتے تھے لیکن وہ ادھرادھر بھاگتے تھے۔ ان کو اللہ کی اطاعت اور معصیت سے ڈراتے تھے ان کے اندر حمیت بیدار کرتے تھے لیکن وہ نافرمانی پر کمر بستہ تھے۔ آپ انہیں اپنے خطبات کے ذریعے وعظ ونصیحت فرماتے تھے جو حضرت علیؓ کی بلاغت اور دنیائے ادب میں ایک منفرد مقام رکھتے ہیں۔ آپ نہج البلاغہ میں ارشاد فرماتے ہیں:۔

''اے وہ لوگو! جن کے جسم مجتمع ہیں اور خواہشات مختلف۔ تمہاری گفتگو پتھروں کو نرم کر دیتی ہے اور تمہارا طرز عمل دشمنوں کو حملہ پر ابھارتا ہے۔ جو تمہیں بلائے اور پکارے اس کو مایوسی ہو اور جس کا تم سے واسطہ پڑے وہ کبھی اطمینان کی سانس نہ لے سکے۔ باتیں بنانا اور فریب میں رکھنا تمہارا دستور ہے۔ تم نے مجھ سے مہلت مانگی جیسے وہ مقروض مہلت مانگتا ہے۔ جس پر مدت سے قرض چڑھا ہوا ہو۔ کس وطن و دیار کی تم حفاظت کرو گے جب اپنے گھر کی حفاظت نہیں کر سکے۔ اور میرے بعد کس امیر وقائد کی حمایت ومعیت میں جہاد کرو گے؟ حقیقی فریب خوردہ وہ ہے جس کو تم نے دھوکہ دیا جس کے حصہ میں تم آئے اس کے

حصہ میں ایک خطا کرنے والا اور نشانہ پر نہ لگنے والا تیر حصہ میں آیا''۔

عراقیوں کے جسم حاضر اور عقلیں غائب ہیں، سیدنا علیؓ کا شکوہ

آپ ارشاد فرماتے ہیں:۔

''اے لوگو جو جسم سے حاضر ہیں مگر ان کی عقلیں غائب ہیں جن کی خواہشات جدا جدا ہیں جن سے ان کے حکام آزمائش میں ہیں ان کا ساتھی یعنی آقا اللہ کا اطاعت گزار ہے۔ اور تم اس کی نافرمانی کرتے ہو۔ شام کا رہنما اللہ کی معصیت کرتا ہے مگر اس کی قوم اس کے ساتھ ہے۔ بخدا اگر معاویہؓ مجھ سے صرافوں کا معاملہ کریں جو دینار کے بدلے درہم دیا کرتے ہیں۔ تو مجھ سے دس عراقی لے کر ایک شامی دے دیں تو مجھے منظور ہوگا۔ یہ لوگ حق کے معاملہ میں متفرق جنگوں سے ہمت ہارے ہوئے۔ ان کے جسم یکجا مگر خواہشات منتشر ہر جا عہد و پیمان خداوندی کو ٹوٹتے ہوئے دیکھ رہے ہیں لیکن ان کے اندر حمیت بیدار نہیں ہوتی۔ یہ عرب کے چوٹی کے لوگ اور قوم کے باعزت وممتاز افراد ہیں۔ لیکن ان کی کثرت تعداد سے کچھ فائدہ نہیں اس لئے کہ ان کے دل مشکل سے کسی امر پر مجتمع ہوتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ تم کو اپنے زخم کا مرہم بناؤں اور تم ہی میرے زخم ہو جیسے کوئی جسم میں چبھ کر ٹوٹ جانے والے کانٹے کو کانٹے ہی سے نکالنا چاہتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ وہ کانٹا اس پہلے کانٹے ہی کا ساتھ دے گا اور ٹوٹ کر اور مصیبت بن جائے گا''۔

سیدنا حضرت علیؓ کا خطبہ ایک ادبی شاہکار ہے:۔

''میں کب تک تم کو اس طرح سنبھالتا رہوں جیسے ان نو عمر اونٹوں کو سنبھالا جاتا

ہے جن کے کوہان اندر سے زخمی ہیں۔ اور ظاہر جسم توانا ہے۔ یا وہ کپڑے جو جابجا پھٹ گئے ہیں اور جتنا سنبھال کر پہنو پھٹتے ہی جاتے ہیں۔ اگر ایک جگہ سے سی دیئے گئے تو دوسری جگہ سے چاک ہو جاتے ہیں۔ جب بھی اہل شام کا کوئی ہراول دستہ پہنچا تا ہے تم میں سے ہر شخص اپنے گھر کے در بند کر لیتا ہے۔ اور ایسا چھپتا ہے جیسے گوہ اپنے سوارخ میں اور بجو اپنے بھٹ میں روپوش ہو جاتے ہیں''۔

''اے عراقیوں تم اس حاملہ عورت کی طرح ہو جس نے جب اس کی حمل کی مدت پوری ہوگئی تو اسقاط ہو گیا۔ اور اس کا شوہر مر گیا وہ عرصہ دراز تک بیوگی کی زندگی گذارتی رہی اور اس کا وارث وہ بنا جو سب سے دور کی قرابت رکھتا تھا۔ اور سنو میں اس ذات پاک کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ یہ دشمن قوم تم پر غالب آجائے گی۔ اس لئے نہیں کہ وہ تم سے زیادہ حق پرست ہے بلکہ صرف اس وجہ سے کہ وہ اپنے باطل پر تیز گام ہے۔ اور تم میرے حق میں سست گام اور کوتاہ خرام ہو۔ قو میں اپنے حکام کے ظلم سے ڈرتی ہیں اور میرا حال یہ ہے کہ اپنی رعیت کے ظلم سے ڈرتا ہوں''۔

''میں نے جہاد پر تم کو ابھارا مگر تم اپنی جگہ سے ہلے نہیں تم کو سنانا چاہا تم نے سنا نہیں تم کو رازدارانہ انداز میں بلایا، علانیہ دعوت دی مگر تم میں ذرا حرکت نہیں ہوئی نصیحت کی مگر تمہارے کانوں پر جوں نہ رینگی''۔

کثرت تعداد کے باوجود تنہائی محسوس کرتا ہوں بلیغ انداز میں وعظ و نصیحت۔سیدنا علیؓ

''دیکھنے میں حاضر ہو مگر درحقیقت غائب ہو، غلام ہو مگر آقا بنے ہوئے ہو، تم کو حکمت کی باتیں سناتا ہوں تم بدکتے ہو۔تم کو بلیغ انداز میں وعظ ونصیحت کرتا ہوں اور تم ادھر ادھر بھاگتے ہو۔تم کو باغیوں سے مقابلہ کرنے پر ابھارتا ہوں مگر اپنی تقریر ختم بھی نہیں کرتا کہ دیکھتا ہوں کہ تم قوم سبا کی طرح منتشر ہو جاتے ہو۔اپنی مجلسوں میں واپس جاتے ہو اپنے رائے مشورے میں تمہارے دل لگتے ہیں۔میں تم کو صبح سیدھا کرتا ہوں اور شام کو تم میرے پاس ٹیڑھی کمان کی طرح لوٹتے ہو۔سیدھا کرنے والا تنگ آ گیا اور جن کو سیدھا کرنا مقصود ہے وہ اکڑ گئے ہیں جن کو سیدھا کیا ہی نہیں جا سکتا۔میں تمہیں دیکھتا ہوں کہ تم گوہ کی طرح ایک دوسرے سے چمٹے ہوئے نہ تو حق کو ہاتھ میں لیتے ہو نہ ظلم و زیادتی کو روکتے ہو نہ جنگ و مقابلہ کے موقع پر جم کر لڑنے والے نہ امن وسکون کے زمانے میں قابل اعتبار رفیق و معاون۔میں تمہاری صحبت سے بیزار ہوں اور تمہارے ہوتے ہوئے اور کثرت تعداد کے باوجود تنہائی محسوس کرتا ہوں''۔

''بخدا ذلیل وہ ہے جس کی تم مدد کے لئے اٹھو تم کو اگر کسی نے تیر بنا کر دشمن پر پھینکا تو گویا اس نے ایسے تیر پھینکے جن کی نوک ٹوٹی ہوئی ہے۔تفریحی اور بے خطر میدانوں میں تمہارا ہجوم نظر آتا ہے اور جنگ کے جھنڈوں کے نیچے نہایت قلیل تعداد میں دکھائی دیتے ہو۔میں خوب جانتا ہوں کہ تمہاری اصلاح کس طرح ہو سکتی ہے اور کیا چیز تمہاری کمر سیدھی کر سکتی ہے۔مگر واللہ میں تمہاری

اصلاح کے لئے اپنے آپ کو نہیں بگاڑ سکتا''۔(۲۹)

سیدنا حضرت علیؓ کے چند اشعار:۔

حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کے دو اشعار جو عربی ادب میں خاص مقام رکھتے ہیں:۔

تلکم قریش تمنائی لتقتلنی ولا وجدک مابروا

ولا ظفروا فان هلکت فرهنی ذمتی لهم

بذات روقین لایعفولها اثر (۳۰)

قریش کے یہ لوگ مجھ کو قتل کرنے کی تمنار کھتے ہیں۔

تمہاری عظمت کی قسم ایسا نہیں ہو گا۔

اپنی قسم نہ پوری کر سکتے ہیں اور نہ کامیاب ہو سکتے ہیں۔

اور اگر میں ہلاک ہوا تو میری جان ان کے ذمہ دین ہو گی، ایسی عظیم تلوار کے ذریعے جس کا نشان نہیں مٹ سکتا۔

رحلت سیدنا امیر المومنین حضرت علیؓ:۔

عبدالرحمٰن بن ملجم لعین اپنے فرقہ خارجی کی ایک حسین وجمیل عورت قطام بنت شخنہ کی محبت میں دیوانہ تھا۔ اس نے کہا کہ میں تم سے اس شرط پر نکاح کر سکتی ہوں کہ تم علی المرتضیٰؓ کو العیاذ باللہ قتل کر دو۔ اس نے کہا میں پہلے ہی اس ارادہ سے کوفہ میں آیا ہوں اور اب تو ضرور اس کام کو انجام تک پہنچاؤں گا۔ جنون محبت میں وہ ایک زہر سے بجھی ہوئی تلوار لے کر مسجد میں آیا اور عین حالت نماز میں آپ پر حملہ کر دیا۔ آپ نے زخمی ہو کر حضرت جعدہ بن ہبیرہؓ کو نماز پڑھانے

ملجم نہایت تیزی سے تلوار ہلاتا ہوا بھاگا۔ لوگوں نے اس کا
کا حکم دیا۔ ابن ملجم نہایت تیزی سے تلوار ہلاتا ہوا بھاگا۔ لوگوں نے اس کا
تعاقب کیا لیکن غیر مسلح ہونے کی وجہ سے اسے پکڑ نہ سکے۔ اتفاق سے مغیرہ بن
نوفلؓ کا ادھر سے گزر ہوا اور اس ہنگامہ میں اپنی چادر اس پر پھینک دی وہ چادر کی
لپیٹ میں آ گیا اور قابو کر لیا گیا۔ لوگ سیدنا حضرت علیؓ کو اٹھا کر گھر لائے اور
ابن ملجم لعین کو آپ کے سامنے پیش کیا۔ آپؓ نے اس سے پوچھا اے دشمن خدا
کیا میں نے تیرے ساتھ کوئی نیکی اور احسان نہیں کیا تھا؟ ابن ملجم نے جواب دیا
آپؓ کے بہت سے احسان میری گردن پر ہیں۔ آپؓ نے فرمایا کیا تو نے مجھے
ان احسانات کا یہی بدلہ دیا ہے؟ ابن ملجم اس کا کچھ جواب نہ دے سکا اور چپ
رہا۔ آپ نے فرمایا اے لوگو اگر میں شہید ہو جاؤں تو قاتل کو مار ڈالنا اور اگر میں
بچ گیا تو خود فیصلہ کروں گا۔ اس کے بعد آپ نے حضرت امام حسنؓ اور حضرت
امام حسینؓ اور محمد بن حنیفہؒ کو پاس بٹھا کر خاص وصیتیں کیں۔ جس میں متفق رہنے
عدل وانصاف، رحم اور انکساری کی تاکید فرمائی۔ جب آپؓ وصیت سے فارغ
ہو گئے تو حاضرین سے فرمایا اسلام وعلیکم ورحمتہ اللہ اس کے بعد آپؓ نے سوائے
کلمہ پاک کے کچھ نہ فرمایا۔ آپؓ کے دونوں بیٹوں حسنینؓ اور حضرت عبداللہ بن
جعفرؓ نے آپؓ کو غسل دیا۔ حضرتامام حسنؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ تین کپڑوں کا
کفن آپ کو دیا گیا۔ اور صبح کے وقت آپ دفن کیئے گئے۔ تاریخ وفات ۱۷ ماہ
رمضان شب جمعہ ۴۰ھ ہے۔ عمر 63 سال مدت خلافت قریباً پانچ سال ہے۔

رسول ﷺ کی پیشنگوئی:۔

حدیث شریف میں حضور اکرم ﷺ نے پیشنگوئی فرمائی:۔

"اے علیؓ تجھے ایک بدترین خلائق شخص شہید کرے گا"۔ وہ بدترین خلائق شخص ابن ملجم لعین تھا۔ ابن ملجم لعین جس کو نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق بدترین خلائق کہا گیا کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ زخمی ہونے کے بعد دو دن سیدنا علیؓ زندہ رہے۔ زہر سے بجھی ہوئی تلوار کا زخم کاری تھا۔ زہر جسم میں پھیل گیا آپ نے اتوار کی صبح کو اس دنیا فانی کو خیر باد کہا۔ اور اپنے خالق حقیقی سے جا ملے اور دنیا اسلام اپنے وقت کے اعلیٰ ارفع اور افضل ترین شخصیت کے بابرکت وجود پاک سے محروم ہو گئی۔ بقول سیدنا حضرت علیؓ رب کعبہ کی قسم میں کامیاب و کامران ہو گیا۔

سیدنا امام حسنؓ کے بقول آپ کی وفات ۱۷ رمضان بروز جمعہ ۴۰ھ ۲۵ جنوری ۶۶۱ء ہے۔

حوالہ جات

(۱) (بخاری و مسلم)

(۲) (مناقب حضرت علیؓ مسلم و بخاری)

(۳) (راوہ مسلم)

(۴) (رواہ ترمذی)

(۵) (رواہ احمد و ترمذی)

(۶) (رواہ ترمذی)

(۷) (راوہ ترمذی)

(۸) (رواہ ترمذی)

(۹) (رواہ ترمذی)

(۱۰) (رواہ ترمذی واحمد)

(۱۱) (رواہ احمد)

(۱۲) (رواہ احمد)

(۱۳) (رواہ ترمذی)

(۱۴) (سنن نسائی)

(۱۵) (کشف الغمہ ج ۱ ص ۴۸۶، ۴۸۵ ایران)

(۱۶) (ابن سعد، طبری بحوالہ عشرہ مبشرہ، بشیر ساجد البدر پبلیکیشنز، لاہور) بل

(۱۷) (مسند ابن حنبلؒ، ج ۱، ص ۳)

(۱۸)(مسند امام احمد بن حنبلؒ، ج ۱،ص ۹۹)

(۱۹)(مستدرک حاکم)

(۲۰)(تاریخ اسلام، از شاہ معین الدین، بحوالہ ریاض النضر ۃ)

(۲۱)(عشرہ مبشرہ، ص ۷۷۰، ۷۷۱)

(۲۲)(عشرہ مبشرہ ۷۶۴)

(۲۳)(طبقات ابن سعد)

(۲۴)(عشرہ مبشرہ، ص ۷۶۳)

(۲۵)(تاریخ ادب عربی للزیات ص ۱۷۴)

(۲۶)(العبقریات الاسلامیہ ص ۹۷۳، ۹۷۴)

(۲۷)(المرتضیٰ ص ۲۸۵)

(۲۸)(المرتضیٰ، ابوالحسن علی ندوی ص ۲۸۶، ۲۸۷)

(۲۹)(نہج البلاغہ)

(۳۰)(معجم الادباء لیاقوت الحموی ج ۱۴ص ۴۳ مطبوعہ داراحیاء الراث، بیروت)

﴿باب پنجم﴾

شہادت عثمان غنیؓ پر سیدنا حضرت علیؓ کا مثالی کردار:۔

سیدنا حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ کی طرف سے مدافعت اور باغیوں سے مقابلہ کرنے کے لئے اجازت طلب کی تو حضرت عثمانؓ نے فرمایا میں خدا کا واسطہ اس شخص کو دیتا ہوں جو اللہ کو مانتا ہے اور اس کو حق سمجھتا ہے اور اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ میرا اس پر کوئی حق بھی ہے۔ ایک پچھنے کے لگانے کے برابر بھی میری خاطر خون نہ بہائے۔ حضرت علیؓ نے دوبارہ اجازت طلب کی اور انہوں نے دوبارہ یہی جواب دیا۔ پھر حضرت علیؓ مسجد میں آئے اذان ہوئی۔ لوگوں نے کہا یا ابا الحسنؓ آگے بڑھیے اور نماز پڑھایئے۔ حضرت علیؓ نے جواب دیا امام جبکہ خانہ قید ہے میں نماز نہیں پڑھاؤں گا۔ میں تنہا اپنی نماز پڑھوں گا۔ چنانچہ تنہا نماز پڑھ کر اپنے گھر واپس گئے۔ (۱) جب حضرت عثمان غنیؓ کی ناکہ بندی اور بھی سخت ہو گئی اور ان کے لئے باہر سے کسی قسم کا رابطہ رکھنے کا موقعہ نہیں دیا گیا۔ ان کے پاس جو پانی تھا وہ ختم ہو گیا۔ مسلمانوں سے انہوں نے پانی طلب کیا۔ حضرت علیؓ خود اپنی سواری پر گئے اور پانی کا مشکیزہ لے کر اندر داخل ہوئے بڑی مشکل سے وہاں پہنچے باغیوں نے ان کو برا اور سخت وست کہا اور ان کی سواری کے جانور کو بھگا دیا۔ (۲)

سیدنا علیؓ کی خلافت، آزمائش اور ثابت قدمی:۔

حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کے بعد اہل مدینہ اور باقی تمام مسلمانوں کو انتظار رہا کہ خلافت کے لئے کون آگے بڑھتا ہے۔ لوگوں کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ

کس طرح اس مشکل کو حل کریں۔ سیدنا حضرت علیؓ سے بار بار رجوع کیا جا رہا تھا۔ حضرت علیؓ کو اس سے گریز تھا۔ آخر کار ان کے اصرار پر آپ نے بیعت قبول کر لی۔ کیونکہ ہر شخص یہ کہہ رہا تھا کہ علیؓ کے علاوہ کوئی اس منصب کے لائق نہیں ہے۔ اس مشکل وقت میں امت اسلامیہ کی باگ ڈور سنبھالنے والا اور اس نازک ذمہ داریوں سے عہدہ برآہ ہونے والا ہمہ گیر صلاحیتوں اور کمالات کا حامل حضرت علیؓ سے زیادہ کوئی نہ تھا۔ حضرت علیؓ مسجد میں آئے جسم پر چادر اور بھیڑ کے اون کا بنا ہوا عمامہ تھا۔ ہاتھ میں اپنی کمان پر ٹیک لگائے ہوئے منبر پر چڑھے۔ تمام لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ یہ واقعہ بروز جمعہ ۲۴ ذی الحجہ ۳۵ھ کا ہے۔ (۳)

خلافت کے بعد سیدنا علیؓ کا پہلا خطبہ :۔

آپ نے نہایت حکمت و بلاغت کے ساتھ خلافت کے اصول اور منشور پیش کیا۔ حمد وثناء کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا:۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کو ہادی بنا کر بھیجا ہے جو خیر و شر کو وضاحت کے ساتھ بتاتی ہے۔ لہذا خیر کو اختیار کیجئے اور شر سے کنارہ کش رہیے۔ اللہ تعالیٰ نے بہت سی چیزوں کی حرمت کا درجہ دیا ہے۔ ان میں سب سے فائق حرمت مسلمان کی ہے۔ توحید و اخلاص کے ذریعہ مسلمانوں کے حقوق کو اللہ تعالیٰ نے مضبوطی سے مربوط کر دیا ہے۔ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے تمام مسلمان محفوظ رہیں۔ الا یہ کہ دین واحکام شریعت ہی کا یہ تقاضا ہو کہ مسلمان کا احتساب کیا جائے اور اس پر قانون شرعی جاری کیا جائے۔ کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں

ہے کہ کسی مسلمان کو ایذا پہنچائے الا یہ کہ ایسا کرنا واجب ہو۔ عوام وخواص دونوں کے حقوق ادا کرنے میں عجلت سے کام لیجئے۔ لوگ آپ کے سامنے ہیں اور پیچھے قیامت ہے جو آگے بڑھ رہی ہے۔ اپنے آپ کو ہلکا پھلکا رکھئے کہ منزل تک پہنچ سکیں۔ آخرت کی زندگی لوگوں کی منتظر ہے۔ خدا کے بندوں اور ان کی سرزمین کے حقوق کی ادائیگی کے سلسلہ میں اللہ سے ڈرتے رہیے۔ بہائم اور زمین کے بارے میں بھی قیامت کے دن آپ سے سوال ہوگا پھر میں کہتا ہوں کہ اللہ کی اطاعت کیجئے اور اس کی معصیت و نافرمانی سے بچئے۔ اگر آپ خیر کا کام دیکھیں اس کو اختیار کریں اور اگر شر دیکھیں تو اس کو چھوڑ دیں۔

''واذکروا اذانتم قلیل مستضعفون فی الارض تخافون ان یتخطفکم الناس فاٰوٰلکم وایّدکم بنصرہ ورزقکم من الطیبت لعلکم تشکرون''۔ (سورۃ انفال، آیت نمبر ۲۶)

''اور اس وقت کو یاد کرو جب تم زمین مکہ میں قلیل اور ضعیف سمجھے جاتے تھے اور ڈرتے رہتے تھے کہ لوگ تمہیں اڑا نہ لے جائیں۔ یعنی بے جان و مال نہ کردیں تو اس نے تم کو جگہ دی اور اپنی مدد سے تم کو تقویت دی اور پاکیزہ چیزیں کھانے کو دیں تاکہ اس کا شکر ادا کرو۔ (البدایہ والنہایہ، ج ۷، ص ۲۲۷، ۲۲۸)

سیدنا حضرت علیؓ کے خطبہ خلافت پر تبصرہ:۔

یہ خطبہ اپنے ٹھیک وقت پر اور مناسب ترین مقام پر دیا گیا۔ امیر المومنین نے اپنے مخالف لوگوں کی دکھتی رگ پکڑی اور نشانہ صحیح جگہ پر لگایا۔ تاریخ کے اس نازک مرحلہ میں مسلمان سب سے زیادہ جس ابتلاء سے گذر رہے تھے وہ یہ تھا

کہ حرمت مسلم کی کوئی اہمیت ان کے سامنے نہیں رہی تھی۔ خون مسلم کی ارزانی اوراس کے وجود کی بے وقعتی حد کو پہنچ گئی تھی۔ امیر المومنین حضرت عثمانؓ اس فتنہ شہر آشوب کا ہدف بنے۔ سارے مسلمانوں کی موجودگی میں انکی آنکھ کے سامنے مدینۃ الرسولؐ میں اور روضہ نبوی اور مسجد نبوی کے پہلو میں یہ حادثہ جانکاہ پیش آیا۔ لہذا جو شخص ان کے بعد خلافت کے منبر پر آیا تھا اس کا فرض تھا کہ حرمت مسلم کے عنوان کو اپنے خطبہ کا مرکزی مضمون بنائے، اللہ کا خوف دلائے اللہ سے ڈرتے رہنے کی دعوت دے اور بتائے کہ اس کے بندوں اور اس کے عطا کیے ہوئے مما لک اور قوت و اقتدار کی کیا حرمت و قیمت ہے۔ یہاں تک کہ اللہ کے بندوں پر جانوروں اور بے زبان زمین کا بھی حق ہے۔

آپ نے حکمت و بلاغت کے ساتھ اس امر کی طرف واضح اشارہ فرمایا کہ نئے عہد خلافت کا کیا اصول و کردار اور منشور ہوگا۔ آپ نے فرمایا اگر آپ خیر حق و صداقت پر مبنی بات دیکھیں اس کو اختیار کریں اور جو شر، ناجائز اور غلط بات دیکھیں اس سے اعراض کریں۔ اس کے بعد جو ایت آپ نے تلاوت کی اس کا اظہار اس وقت بہت ضروری تھا تا کہ مسلمان اپنی پہلی حالت اور موجودہ حالات کا موازنہ کر سکیں۔ ایک وہ دن تھے جب مسلمان تعداد میں کم تھے مادی لحاظ سے کمزور تھے، معاشرت اور تمدن کے لحاظ سے پست تھے، دنیا میں کوئی ان کو خاطر میں نہ لاتا تھا۔ جیسے گوشت کا پارچہ کسی ہتھیلی پر رکھا ہوا ہو اور اس کو پرند جھپٹ کر لے اڑیں اور اب یہی وہ لوگ تھے جن کو قوت حاصل تھی، وسیع اراضی پر قابض تھے، امن و سلامتی حاصل تھی، خوشحالی اور فارغ البالی نصیب تھی۔ اللہ

نے ان کو قوت واقتدار عطا فرمایا ان کا طوطی بولنے لگا اور ان کا علم شوکت واقبال بلند ہوا۔ ہر طرح سے اللہ نے ان کو نوازا ان کے جھنڈے برو بحر پر لہرا رہے تھے۔ اور دنیا اور اہل دنیا کے قلوب پر انکی ہیبت طاری تھی۔ (۴)

سیدنا حضرت علیؓ کی خلافت آزمائش اور دشواریاں:۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بیعت ایسے وقت میں ہوئی جو تاریخ کا انتہائی نازک وقت تھا۔ اور زیادہ سے زیادہ پیچیدگی اور مشکلات کا جو تصور کیا جا سکتا ہے اس کا سامنا تھا اور اس کے لئے سخت امتحان تھا۔ جس پر حکومت کی سربراہی اور معاشرے کی قیادت و سرپرستی کا بوجھ تھا۔ حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت خلافت اس وقت کی جا رہی تھی جس وقت خلیفہ سابق حضرت عثمان بن عفانؓ کی شہادت کا واقعہ پیش آچکا تھا۔ اور وہ بھی انتہائی بدنمائی بے رحمی اور وحشیانہ شکل میں جس میں ناپسندیدگی اور نفرت کے عناصر کے ساتھ ساتھ ضمیر و احساس کو بھی ابھارنے کے اسباب تھے۔ افواہیں پھیل رہی تھیں، قیاس آرائیاں زور پر تھیں۔ لوگ ایک دوسرے سے پوچھتے تھے۔ آپس میں تبصرے کرتے تھے کہ آگے کیا ہونے والا ہے؟ اس سے متعلق خواہشات و قیادت کا اظہار کرتے۔ رنگ برنگ کے مطالبات اور توقعات ظاہر کی جا رہی تھیں۔ جس محفل میں جاتے مجلس میں بیٹھتے جس سے ملئے یہی موضوع گفتگو تھا اور اس کا چرچا تھا۔ ان حالات میں قصاص کے مطالبے کی آواز اٹھتی ہے اور بعض ایسے حلقوں سے اٹھتی ہے جہاں حادثہ کے زمانے میں کسی نے اس خون ناحق کے خلاف انگلی بھی نہیں ہلائی تھی۔ خون تو الگ رہا پسینہ کا قطرہ بھی نہیں بہایا گیا تھا۔ یہ لوگ

مصروشام کے باشندے اوردیہی بدوی قبائل کے افراد تھے۔

مختلف زمانوں میں دیکھا گیا ہے کہ جب کوئی انتشار انگیز غیر معمولی حادثہ پیش آتا ہے تو معاشروں کا حال کچھ اس طرح کا ہو جاتا ہے جب بدامنی اور افراتفری کا دور ہوتا ہے اور کوئی ایسی مہم سامنے نہیں رہتی جو لوگوں کو یکجا کر کے انکی توجہ کو ایک رخ پر لگا دے۔ مثلاً جنگ یا کسی نئے ملک کی فتحیابی اور دیگر سنجیدہ تعمیری مقاصد جو قوم کی توجیہات کا مرکز بن سکیں۔ مگر اس وقت اس طرح کی کوئی بات نہ تھی ایک خلیفہ وقت شہید ہو چکا تھا۔ اور نئے خلیفہ کی حکومت کا استحکام نہیں ہوا تھا۔ اسلامی معاشرہ ایک خلا کے دور سے گزر رہا تھا۔ اور قوموں و معاشروں کی زندگی میں خلاء سے بڑھ کر کوئی چیز خطرناک اور مضرت رساں نہیں ہوتی خاص طور پر جب مملکت یا معاشرہ خطرات سے گرا ہو۔ اور بڑے بڑے دشمن اس کی گھات میں ہوں۔ (۵)

سیدنا حضرت علیؓ انتخاب خلافت کو جمہوری اور شورائی عمل سمجھتے تھے:۔

سیدنا حضرت علیؓ انتخاب خلیفہ کو جمہوری اور شورائی عمل سمجھتے تھے۔ جس کی وضاحت سیدنا حضرت علیؓ کے اس خط سے ہوتی ہے جو انہوں نے حضرت معاویہؓ کے نام لکھا تھا۔ جس کی تفصیل نہج البلاغہ میں درج ذیل ہے۔

بے شک مجھ سے اس قوم نے بیعت کی ہے جس نے ابو بکرؓ و عمرؓ اور عثمانؓ سے بیعت کی تھی۔ اور اسی امر پر بیعت کی جس پر ان سے بیعت کی تھی۔ اب کسی شخص حاضر کو حق نہیں ہے کہ وہ رد کر دے اور نہ شخص غائب کو۔ فی الحقیقت شوریٰ مہاجرین اور انصار کا حق ہے۔ پس جس شخص کے حق میں انہوں نے

اجتماع کیا اور اس کو نامزد کر دیا تو ان کا یہ اجتماع خوشنودی خدا ہے۔(٦)

سیدنا حضرت علیؓ خلافت کو شورائی اور انتخابی عمل سمجھتے تھے نہ کہ موروثی امامت۔ بلکہ وہ مہاجرین وانصار صحابہ کو حق انتخاب دیتے تھے جیسا کہ مندرجہ بالا خط سے بالکل واضح ہے۔

خلافت علیؓ برحق تھی استاد عباس محمودؒ العقاد کا تبصرہ:۔

ان حالات میں حضرت علیؓ پر یہ ذمہ داری آپڑی تھی کہ گھوڑے کی لگام اتنی مضبوطی سے پکڑیں کہ سرکنے نہ پائے اور اس کے ساتھ ساتھ گھوڑے کے راستہ میں جو رکاوٹیں اور گھاٹیاں تھیں ان کو بھی دور کریں تا کہ وہ اگر اپنی تیزی سے چلنا چاہے تو کوئی رکاوٹ پیش نہ آئے۔(٧)

سیدنا علیؓ حق وصواب پر تھے۔امام نووی کا تبصرہ:

امام نووی اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

ومذهب اهل السنةوالحق احسان الظن بهم والا مساك عما سجر بينهم وتاويل قتالهم وانهم مجتهدون و متاولون لم يقصدوا معصية ولا محض الدنيا بل اعتقد كل فريق انه المحق و مخالفه باغ فوجب عليه قتاله يرجع الى امر الله و كان بعضهم مصيبه و بعضهم مخطئا معذوراً فى الخطا لانه الا جتهاد والمجتهد اذا خطالا اثم عليه و كان عليؓ هو المحق المصيب فى تلك الحروب هذا مذهب اهل سنت۔(٨)

اہل سنت اور حق مذہب صحابہ کرام سے حسن ظن اور ان کے باہمی اختلافات

میں خاموش رہنا اوران لڑائیوں کی تاویل کرنا ہے کیوں کہ وہ سب مجتہدین اور متاولین تھے۔انہوں نے معصیت کا ارادہ نہیں کیا اور نہ محض دنیا کا بلکہ ان میں سے ہر فریق کا یقین تھا کہ وہ حق پر ہے اوراس کے مخالف باغی ہیں۔لہذا ان سے لڑائی واجب ہے تاکہ امر حق کی طرف لوٹ آئیں پھر ان میں سے بعض اپنے اس اجتہاد میں صحیح تھے اور بعض خطا پر تھے۔اور وہ خطا میں معذور ہیں کیونکہ ان کی خطا اجتہادی تھی اور اجتہادی خطا پر گناہ نہیں ہوتا۔ان جنگوں میں سیدنا علیؓ حق وصواب پر تھے یہی اہل سنت کا مذہب ہے۔

جب تک دو عظیم جماعتوں میں جنگ نہ ہو قیامت قائم نہ ہوگی۔حدیث نبویؐ

حدیث شریف میں ارشاد مبارک ہے:۔

''لا تقوم الساعة حتى تقتل فئتان عظيمتان يقتل بينهما مقتلة عظيمه و دعوا هماواحدة''۔(۹)

جب تک دو عظیم جماعتوں میں لڑائی نہ ہو قیامت قائم نہ ہوگی ان کے درمیان بہت زیادہ قتل وقتال ہوگا اوران دونوں جماعتوں کا دعویٰ کلمہ اسلام ہوگا۔جس کی وضاحت سیدنا حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کے اس گشتی فرمان سے واضح ہوتی ہے جوانہوں نے اپنی حکومت کے تمام امراء کولکھا تھا۔

سیدنا حضرت علیؓ کے گشتی مراسلہ سے حدیث کی وضاحت:۔

مستند کتاب نہج البلاغہ میں مرقوم ہے:۔

''وكان بدء امرنا انا التقينا و القوم من اهل الشام و الظاهر ان ربنا

واحد ونبينا واحد و دعوتنا فی الاسلام واحدہ ولانستزیدھم فی الایمان باللہ والتصدیق برسولہ ولایستزید وننا الامر واحد الا ما اختلفنا فیہ من دم عثمانؓ ونحن منہ براۃ". (۱۰)

اہل شام سے ہماری لڑائی ہوئی مگر یہ ظاہر ہے کہ ہمارا رب ایک، نبی ایک، اور ہماری دعوت اسلام ایک، ایمان باللہ اور تصدیق رسالت میں نہ وہ ہم سے زیادہ ہیں اور نہ ہم ان سے زیادہ ہیں سب کا معاملہ ایک ہے۔ ہمارا باہمی اختلاف صرف سیدنا عثمانؓ کے قتل کے بارے میں تھا اور ہم ان کے خون سے بری ہیں۔

ابن سبا ملعون کی سازش:۔

ابن سباء ملعون مردود نے اسلام سے یہودیت کا انتقام لینے کے لئے ملت اسلامیہ کو تہس نہس کرنے کے لئے یہ سارا پروگرام بنایا اور صحابہ کرام کو بھم لڑا دیا۔ ابن سباء کی اس غنڈہ پارٹی نے امام مظلوم سیدنا حضرت عثمانؓ کو گھر میں شہید کیا۔ پھر جنگ جمل وصفین میں صحابہ کرام کو باہم لڑایا اور آخر میں یہی سازشی بلوائی عنصر نے خوارج کا بہروپ دھار کر سیدنا حضرت علیؓ کے خون سے اپنی پیاس بجھائی۔

سیدنا علیؓ کا سبائی سازش کو بے نقاب کرنا:۔امام ابن کثیر کی وضاحت

سیدنا حضرت علیؓ خود اس حقیقت کو بے نقاب کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔
امام ابن کثیرؒ نقل کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے خطبہ پڑھا خوارج نے آپ کو

خطبہ میں ٹوکا۔آپ منبر سے اتر آئے اور فرمایا۔میری اور عثمان غنیؓ کی مثال سرخ وسفید اور سیاہ تین بیلوں کی سی ہے۔جن کے ساتھ ایک شیر بھی رہتا تھا۔حیلہ بازی اور مکاری سے یکے بعد دیگرے شیر نے تینوں بیلوں کو پھاڑ کھایا۔(۱۱)

سیدنا حضرت علیؓ کے اس ارشاد سے واضح طور پر معلوم ہوگیا کہ حضرت عثمانؓ اور آپ کے مخالف اور قاتل ایک ہی ہیں۔اور اس عیار و خونخوار سبائی پارٹی نے مسلمانوں میں تفرقہ ڈالا۔درحقیقت یہ سبائی ٹولہ نہ سیدنا عثمان غنیؓ کے دشمن تھے نہ سیدنا حضرت علیؓ کے دشمن تھے۔درحقیقت یہ اسلام اور ملت اسلامیہ کے دشمن اور خونخوار بھیڑیئے تھے۔اور اس ابن سباء کی اولاد نے آخر میں خارجیوں کا روپ دھارا،سیدنا حضرت علیؓ کی تکفیر کی خروج کیا اور آخر کار آپ کو جام شہادت پلایا۔اس سے بھی زیادہ پیچیدہ صورت حال العقاد کے بقول یہ تھی کہ امام یعنی حضرت علیؓ نے ایک بار قاتلین عثمانؓ سے قصاص لینے کی بات کی تو یکبارگی پوری فوج جس کی تعداد دس ہزار تھی نیزہ اٹھا کر کھڑی ہوگئی اور اعلانیہ پکار اٹھی کہ ہم سب عثمانؓ کے قاتل ہیں جو قصاص لینا چاہتے ہو وہ ہم سے لو۔(۱۲)

یہ سب ابن سبا یہودی کی شازش تھی جو سیدنا حضرت علیؓ کے لشکر میں گھس آئے تھے جو عملاً اقتدار پر چھا گئے تھے۔جیسا کہ خود سیدنا حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ ارشاد فرماتے ہیں:۔

"کیف اصنع بقوم یملکون فلا نملکھم"(۱۳)

"میں ان سبائیوں کو کیسے پکڑوں جو ہم پر قابو یافتہ ہیں نہ کہ ہم ان پر"۔

اس پیچیدہ صورتحال میں اگرچہ سیدنا حضرت علیؓ قطعاً بے گناہ تھے اور اس حادثہ

کی کوئی ذمہ داری ان پر نہ تھی کیونکہ انہوں نے حضرت عثمان غنیؓ کے دفاع میں جو کچھ کہا اور کیا وہ عمر رسیدہ صحابہ کے درمیان سب سے زیادہ تھا۔ اور ان کے صاحبزادہ حسنؓ کا صحابہ کی نوجوان نسل میں حضرت عثمانؓ کے دفاع میں سب سے بڑا حصہ تھا۔ حضرت سیدنا علیؓ سے جو بھی حد قائم کرنے کا مطالبہ کرتا اس سے وہ کہتے جو تم جانتے ہو اس سے میں ناواقف نہیں ہوں۔ لیکن میں کس طرح ان لوگوں سے نمٹوں جو ہم پر قابو رکھتے ہیں اور ہم ان پر قابو نہیں رکھتے۔

مطالبہ قصاص کا صحیح اور آسان طریقہ۔ استاد عباس العقاد کا تبصرہ

بقول محدث استاذ عباس محمودؒ العقاد حضرت عثمان غنیؓ کے قصاص کا مطالبہ کرنے والے اگر صحیح اور قریب ترین اور سہل راستہ اختیار کرتے تو وہ یہ تھا کہ ولی خلیفہ کی تائید کرتے تاکہ وہ حدود قائم کرنے پر قادر ہو۔ اس کے بعد حق وانصاف کے ساتھ حکم شریعت کے نفاذ کا مطالبہ کرتے۔ (۱۴)

قصاص کا اجراء بغیر دلیل کے صحیح نہیں۔ سیدنا حضرت علیؓ:۔

حافظ ان حجر الاصابہ میں لکھتے ہیں:۔

حضرت علیؓ کی رائے یہ تھی کہ پہلے قصاص کے طالب ولی امر کی اطاعت کریں اس کے بعد خون عثمانؓ کا وارث اپنا دعویٰ پیش کرے اس وقت شریعت مطہرہ کے مطابق حکم کا نفاذ کیا جائے گا۔ ان کے مخالف گروہ یہ کہتا تھا کہ ان کا پتہ چلایا جائے اور ان کو قابو میں لا کر اندھا دھند سب کو قتل کر دیا جائے۔ سیدنا حضرت علیؓ کی رائے میں قصاص کا اجراء بغیر کسی دعویٰ اور بغیر کسی دلیل اور حجت کے صحیح نہیں تھا۔ اور دونوں فریق مجتہد تھے۔ (۱۵)

حضرت عمارؓ کی شہادت نے ثابت کردیا کہ حضرت علیؓ حق پر تھے:۔

صحابہ کرام میں کچھ حضرات ایسے بھی تھے جو کسی کی طرف سے جنگ میں شریک نہیں ہوئے اور حضرت عمارؓ کے قتل سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ حق حضرت علیؓ کے ساتھ تھا۔ اہل حق کا شروع میں کچھ اختلاف تھا لیکن الحمداللہ بعد میں سب اس پر متفق ہیں۔ (۱۶)

سیدنا علیؓ سے جس نے جنگ کی حق پر علیؓ تھے۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ:۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا:۔

ماقاتل احد" علیا الا وعلیؓ اولی بالحق منہ ولو لا ما ساد علی فیھم ما علم احد" کیف السیرۃ فی المسلمین۔

حضرت علیؓ سے جس نے بھی جنگ کی اس میں حق پر علیؓ ہی تھے اور اگر حضرت علیؓ ان سے اس طرح کا معاملہ نہ کرتے تو کسی کو معلوم نہ ہوتا کہ مسلمانوں کے درمیان آپس میں جب اختلاف ہو تو کیا طرز عمل اختیار کیا جائے۔ (۱۷)

اس عصر میں روئے زمین پر اعلیٰ اور افضل سیدنا علیؓ تھے۔ علامہ ابن کثیرؒ:۔

امیر المومنینؓ کو حالات نے بہت مکدر کردیا تھا ان کی فوج میں بے راہ روی تھی۔ اہل عراق نے ان کی مخالفت شروع کردی تھی۔ ان کے ساتھ تعاون سے کترا رہے تھے۔ ادھر شامیوں کی قوت زور پکڑ چکی تھی۔ اب وہ دائیں بائیں حملے کرتے اور لوٹ مار مچا رہے تھے۔ عراق کے امیر علیؓ ابن ابی طالب اس عصر میں روئے زمین پر بسنے والے انسانوں میں سب سے اعلیٰ و افضل انسان تھے۔ سب سے زیادہ اللہ کے عبادت گذار سب سے زیادہ دنیا سے بے غرض اور بے

رغبت سب سے زیادہ علم وفضل کے حامل، سب سے زیادہ خوف خدا رکھنے والے انسان تھے۔ پھر بھی لوگوں نے ان کو بے یارو مددگار چھوڑا اوران سے کنارہ کش ہو گئے۔ یہاں تک کہ خود امیر المومنین اپنی زندگی سے اکتا گئے اور موت کی تمنا کرنے لگے کہتے تھے یعنی اپنی ریش مبارک کی طرف اشارہ کر کے اور اپنے سر کی طرف اشارہ کر کے فرماتے یہ خون سے رنگ دی جائے گی اور بالاخر یہی ہو کر رہا۔(۱۸)

سیدنا علیؓ کی سیاست اور اسلامی قدروں کا احیاء:۔

حضرت علیؓ کی سیاست اور ان کی حکومت کا نظام اور ان کی انتظامی مشینری جس محور کے گرد گردش کرتی تھی وہ یہ تھا کہ اسلام کی روح اس کے اصول اس کی قدروں اور نمونوں کو سیاسی مصلحتوں اور انتظامی ضروریات پر قربان نہ کیا جائے۔ انبیاء کرام کی خلافت اور خلفائے راشدین کی سنت کو معیار تسلیم کیا جائے۔ خلیفہ سب سے پہلے اسلام کا داعی اسلامی اخلاق کا نمونہ اور مسلمانوں کے لئے معیار و مثال ہو۔ اس کا صرف حاکم اور مسلمانوں کا سربراہ ہونا کافی نہیں ہے۔ چنانچہ وہ پوری طرح تیار تھے کہ اس نہج کو زندہ اور باقی رکھیں اور اس پہلو کو تمام دوسرے سیاسی اعتبارات اور تنظیمی امور پر ترجیح حاصل رہے۔ خواہ اس کی جو قیمت ادا کرنا پڑے۔ چنانچہ اس نہج کو زندہ رکھنے کی ان کو بھاری قیمت ادا کرنی پڑی جس کو انہوں نے راضی خوشی ادا کیا۔ اور اس پر ان کا ضمیر مطمئن رہا۔ جس کی وضاحت شیخ العقاد نے بڑی وضاحت اور بڑی خوبی کے ساتھ سیدنا حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان اختلافات کی نوعیت کو

واضح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ اختلاف دو آدمیوں کے درمیان نہیں تھا بلکہ دو نظاموں کے درمیان تھا۔ اور اگر نئی تعبیر اختیار کی جائے تو کہا جائے گا یہ اختلاف دو مکتب فکر کا اختلاف تھا۔(۱۹)

وقت کے تقاضوں کا اختلاف:۔

جس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے سید ابوالحسن علی ندوی تحریر فرماتے ہیں ان دونوں اصولوں کا اختلاف وقت کے تقاضوں کا اختلاف تھا فطرت انسانی اور قانون تکوینی کے لحاظ سے اسلامی معاشرہ پر تدریجی تغیرات جو سامنے آئے وہ حضرت معاویہؓ کے لئے سازگار ثابت ہوئے ان کی فوج اور ان کے حدود حکومت میں امن وامان اور ٹھہراؤ تھا۔ حاکم وقت کی اطاعت کا جذبہ اور جوش تھا اور حضرت علیؓ کی جہاں حکومت تھی وہاں دونوں ملکوں کے روایتی پس منظر کے سبب کشمکش اور ان چیزوں کی طمع تھی جن سے مقابل کی فوج مستفید ہورہی تھی۔ اور جس کو مادی منافع کے حصول کے مواقع تھے۔ جس کی وضاحت کرتے ہوئے استاذ عقاد تحریر فرماتے ہیں اجتماعی نظام سے رضامندی شام اور اس کے اطراف میں معاویہ بن ابوسفیانؓ کے حصہ میں آئی دوسری طرف اجتماعی نظام سے بیزاری جس طبقہ میں تھی وہ حضرت علیؓ کے حصہ میں آئی جو جزیرۃ العرب میں پھیلی ہوئی تھی۔(۲۰)

سیدنا علیؓ کی مدبرانہ بے مثل خلافت وسیاست:۔

ان دونوں نظریاتی اور اصولی اختلافات کے نتائج جو ظاہر ہوئے جس میں ایک طرف امن وتنظیم تھی اور دوسری طرف برہمی وخودسری۔ ایک طرف اطاعت و

فرمانبرداری اور دوسری طرف گریز اور اس صورت حال کے جو بھی سنگین نتائج سامنے آئے اور سیدنا علیؓ کو جو مصائب برداشت کرنے پڑے اور امیر معاویہؓ کو جو سہولتیں امن وعافیت اور رعایا کی طرف سے اطاعت وفرمانبرداری حاصل ہوئی ان سب کے باوجود واقعہ یہی ہے کہ حضرت علیؓ کی جو سیاست تھی وہی ان کے شایان شان اور ان کے مرتبہ کے مطابق تھی۔ اور اس کا کوئی بدل ممکن نہ تھا۔ بعض حضرات کی طرف سے یہ اعتراض کہ حضرت علیؓ شام سے حضرت امیر معاویہؓ کو معزول کرنے میں جلدی نہ کرتے اور مصر کی گورنری سے قیس ابن سعد کو برطرف نہ کرتے اور حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کو حوالہ کر دیتے تحکیم قبول نہ کرتے تو ان جنگوں سے نجات مل جاتی جس کو انہوں نے شجاعت صبر اور پوری قوت کے ساتھ سر کیا اور ان مشکلات ومصائب سے محفوظ رہتے جن سے وہ دوچار ہوئے۔ استاذ عقاد نے بڑی دیانت اور تاریخی حقائق کی روشنی میں اس کا تجزیہ کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنی خلافت کے روز اول ہی سے اعلیٰ ترین اور مناسب ترین سیاست اختیار کی جس کے علاوہ کوئی دوسری سیاست ہو ہی نہیں سکتی تھی۔ جس کی طرف ان کے ناقدین اور بعض مورخین اشارہ کرتے ہیں اور پھر دلائل پیش کرتے ہیں کہ اگر وہ دوسری پالیسی اختیار کرتے تو وہ ان مصائب ومشکلات سے اور اس صورت حال سے محفوظ رہتے جو بعد میں پیش آئی۔ (۲۱)

اس پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:۔

اس سیاست کے انجام کار کو مختلف زاویوں سے دیکھ کر جو بات ہمارے سامنے

روشن ہو کر آتی ہے وہ یہ کہ اگر ان کا یعنی حضرت سیدنا علیؓ کا عمل دوسری قسم کی پالیسی پر ہوتا تو اس کی کامیابی قطعی نہ تھی اور نہ خطرات سے مامون تھی بلکہ میرے نزدیک کامیابی کی توقع اور بھی کم ہوتی اگر وہ ان کو نافذ کر دیتے تو اس پالیسی کے نتائج زیادہ خطرناک ہوتے اور جذبہ خیر خواہی اور مشورہ کے حدود سے دور نکل جاتے۔(۲۲)

حالات کے مطابق اعلیٰ ترین سیاست، ناقدین کے سوالوں کا جواب:۔

دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ کے ناقدین کو خواہ وہ ان کے عصر میں رہے ہوں یا بعد میں کسی کو یہ خیال بھی آیا کہ اپنے دل سے پوچھے کہ کیا ان کے امکان میں یہ تھا کہ جو طریقہ کار انہوں نے اختیار کیا اس کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ اختیار کرتے؟ کسی کو خیال آیا کہ اس کے بعد اپنے دل سے پوچھے کہ فرض کیجئے جو انہوں نے کیا وہ نہ کرتے تو کیا انجام اس سے بہتر ہوتا جو سامنے آ کر رہا؟ (۲۳)

سیدنا علیؓ نے اپنے جانشین کا معاملہ شوریٰ کے سپرد فرمایا:۔

اس کی مزید تفصیل البدایہ والنہایہ میں یوں کی گئی ہے

ان دونوں مناہج جو سیدنا حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ نے اختیار کئے تھے ان کا قدرتی اور فطری تقاضا تھا کہ دونوں کا طریقہ اپنا خلیفہ اور جانشین بنانے کے سلسلہ میں مختلف ہو۔ حضرت علیؓ نے معاملہ شوریٰ کے سپرد کر دیا اور اپنے بڑے صاحبزادے کو خلیفہ نہیں نامزد کیا حالانکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسہ، لاڈلے اور ایک محبوب شخصیت کے مالک تھے۔ آنحضرتؐ نے ان کے بارے میں فرمایا

تھا ''ان ابنی ھذا سید'' میرا یہ بیٹا سردار ہے۔ یعنی سیدنا حضرت حسنؓ۔
جس وقت سیدنا حضرت علیؓ سے آخری وقت دریافت کیا گیا یا امیر المومنینؓ
''ألاتستخلف؟'' کیا امیر المومنین کسی کو اپنا جانشین نہیں مقرر فرمائیں گے؟
تو فرمایا ''لا'' یعنی نہیں۔ ''ولکن اترککم کماترککم رسول اللہ''
لیکن میں تم کو اس طرح چھوڑتا ہوں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑا
تھا۔ لوگوں نے کہا پھر آپ اللہ کو کیا جواب دیں گے کہ اپنی قوم کو بے سردار کے
چھوڑ دیا؟ حضرت علیؓ نے جواب دیا میں اللہ تعالیٰ سے عرض کروں گا کہ جب
تیری مرضی ہوئی تو نے مجھے خلیفہ بنایا، جب تو نے اٹھا لیا تو ان کو تیرے ہی
حوالے کرتا ہوں اگر چاہے تو ان کو صلاح عطا فرمایا بگاڑ دے''۔
لیکن حضرت امیر معاویہؓ نے اپنے بیٹے یزید کے لئے خلافت کی بیعت حاصل
کی۔ (۲۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی:۔

سنن ابی داؤد میں ہے:۔ قال حدثنی سفینة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخلافة فی امتی ثلاثون سنه ثم ملک بعد ذلک ثم قال لی سفینه امسک خلافة ابی بکرؓ و خلافة عمرؓ و خلافة عثمانؓ ثم قال لی امسک خلافة علیؓ قال فوجدنا ھا ثلاثین سنة۔
سنن ابی داؤد میں سعید بن جمہان سے روایت ہے کہ سفینہ نے مجھ سے کہا کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا میری امت میں خلافت تیس سال تک رہے
گی پھر بادشاہی ہو جائے گی۔ پھر مجھ سے سفینہ نے کہا کہ ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ اور علیؓ

کی خلافت کا زمانہ جوڑو تو ہم نے اس کو تیس سال پایا۔

حضرت امیر معاویہؓ کو خود بھی اس کا دعویٰ نہ تھا کہ ان کی حکومت خلفائے راشدین کی خلافت کی طرح خلافت راشدہ ہے۔ وہ صفائی کے ساتھ فرماتے تھے کہ وہ ایک حاکم اور والی سلطنت ہیں۔ لست بخلیفہ ولکنی اول ملوک الاسلام و ستجربون الملوک بعدی ۔ میں خلیفہ نہیں ہوں لیکن اسلام میں پہلا بادشاہ ہوں اور میرے بعد تم کو دوسرے بادشاہوں کا تجربہ ہو جائے گا۔ (۲۵)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویفرماتے ہیں اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ خلافت کے معاملے میں حق حضرت علیؓ کے ساتھ تھا۔ (۲۶)

سیدنا علیؓ برسرحق اور افضل تھے۔ امام ابن تیمیہؒ

شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ نے بھی صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ علیؓ بن ابی طالب اور جو لوگ ان کے ساتھ تھے وہ مقابل جماعت کے مقابلے میں برسرحق اور افضل تھے۔ (۲۷)

حضرت عمارؓ کی شہادت، سیدنا علیؓ کے برسرحق ہونے کی بڑی دلیل ہے۔

علامہ ابن حجرؒ

علامہ ابن حجر اپنی مشہور تصنیف الاصابہ فی تمیز الصحابہ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

”کہ یہ حدیث تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ عمارؓ کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا اور اس پر تمام مورخین کا اتفاق ہے کہ وہ صفین کے موقع پر حضرت علیؓ کی فوج میں تھے اور اسی میں شہید ہوئے“۔ (۲۸)

ام المومنین حضرت عائشہؓ کی وضاحت سیدنا علیؓ صلحائے امت میں سے ہیں:۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ جنگ جمل کی وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرماتی ہیں ''میرے بچو ہم میں سے کوئی ایک دوسرے کا گلہ شکوہ نہ کرے ہمارے اور حضرت علیؓ کے درمیان پچھلے دنوں اگر کچھ غلط فہمی یا شکوہ وشکایت رہی ہے تو صرف اس قدر جتنا ایک خاتون اور اس کے دیوروں کے درمیان کبھی کبھی ہو جایا کرتی ہے اور وہ میری عزیزانہ شکایت یا تاثر کے باوجود حضرت علیؓ صلحائے امت میں سے ہیں۔ اس پر سیدنا علیؓ نے فرمایا کہ واللہ ام المومنین نے سچ فرمایا ہمارے اور ان کے درمیان صرف اس قدر بات تھی اور وہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا و آخرت میں زوجہ محترمہ ہیں۔ حضرت علیؓ ان کو رخصت کرنے اور ان کے ساتھ مشائعت کرنے میلوں ان کے ساتھ گئے اور اس دن جتنا وقت تھا ان کی خدمت میں گزارا۔ ان کے ساتھ پہرہ داروں کی جماعت بھیجی اور بصرہ کی معزز چالیس خواتین کو ان کی ہمراہی کے لئے منتخب کیا اور بارہ ہزار کی رقم خدمت میں پیش کی، اس کو عبداللہ بن جعفرؓ ابن ابی طالب نے کم سمجھا اور بہت بڑی رقم ہمراہ کی اور کہا کہ میں اس کا ذمہ دار ہوں۔ یہ واقعہ روز شنبہ یکم رجب ۳۶ھ کا ہے۔ (۲۹)

جنگ جمل پر حضرت عائشہ صدیقہؓ کا سخت رنج وافسوس:۔

علامہ سید سلیمان ندوی رقمطراز ہیں کہ تواتر کے ساتھ یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ام المومنین عائشہؓ صدیقہ ندامت کا اظہار کرتی تھیں اور فرماتیں کاش

میں یوم جمل سے پہلے دنیا سے رخصت ہوگئی ہوتی ۔ وہ جب بھی اس دن کو یاد کرتیں تو اس قدر روتیں کہ ان کا دوپٹہ تر ہو جاتا۔ (۳۰)

حضرت طلحہؓ اس معرکہ میں شہید ہوئے اور حضرت علیؓ جب مقتولین کی طرف سے گذرے تو دیکھا کہ خاک وخون میں لھتڑے پڑے ہیں۔ حضرت علیؓ ان کے چہرہ سے گرد وغبار صاف کرنے لگے اور فرمایا اللہ کی رحمت ہو تم پر اے ابو محمد میرے لئے یہ انتہائی دردناک بات ہے کہ تم کو آسمان کے تاروں کے نیچے پڑا ہوا پاؤں۔ پھر فرمایا کہ میں اللہ ہی سے فریاد کرتا ہوں اپنی ذرہ سی باتوں کے بارے میں تمنا کرتا ہوں کہ کاش میں بیس سال پہلے دنیا سے رخصت ہو گیا ہوتا۔ (تاکہ یہ دن مجھے نہ دیکھنا پڑتا) (۳۱)

لشکر علیؓ میں حضرت طلحہؓ کی شہادت ''رسول اللہ ﷺ کی پیشگوئی'':۔

حاکم نے ثور بن مجزاۃ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے جنگ جمل کے موقعہ پر حضرت طلحہؓ کو اس حال میں دیکھا کہ ان کی سانس اکھڑ رہی تھی، انہوں نے پوچھا تم کس گروہ سے ہو؟ انہوں نے کہا کہ علیؓ کے لوگوں میں ہوں۔ اپنا ہاتھ بڑھاؤ میں تمہارے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں۔ میں نے اپنا ہاتھ بڑھایا انہوں نے بیعت کی اور اسی لمحہ جان جان آفرین کے سپرد کردی۔ میں نے حضرت علیؓ کو آکر یہ ماجرا سنایا۔ فرمایا اللہ اکبر، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد صحیح ثابت ہوا۔ اللہ کو پسند نہیں تھا کہ طلحہؓ میری بیعت کے بغیر جنت میں داخل ہوں۔ (۳۲)

حضرت زبیرؓ کو عمرو بن جرموز نے شہید کیا اور ان کا سر تن سے جدا کر کے اس کو حضرت علیؓ کے پاس پہنچا۔ اس کو یہ توقع تھی کہ یہ اس کا کارنامہ سمجھا جائے گا اور

حضرت علیؓ کے یہاں وہ مرتبہ پائے گا۔لیکن جب اس شخص نے اجازت طلب کی تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اس کو اندر آنے کی اجازت مت دو اور اس کو جہنم کی خوش خبری سناؤ۔(۳۳)

ایک اور روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ابن صفیہ یعنی زبیرؓ کا قاتل جہنمی ہوگا اس کو جہنم کی خبر دے دو۔

پھر سیدنا حضرت علیؓ نے تمام مقتولین کی نماز جنازہ پڑھی اور ایک ساتھ دفن کرنے کا حکم دیا۔(۳۴)

ابو بکر وابو البختری سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ سے جنگ جمل میں ان کا مقابلہ کرنے والوں کے بارے میں دریافت کیا گیا کہ کیا وہ سب مشرک تھے؟ فرمایا شرک سے تو وہ فرار اختیار کر چکے تھے۔پھر پوچھا گیا تو کیا وہ منافق تھے؟ فرمایا منافق اللہ کو بہت کم یاد کرتے ہیں۔تو پوچھا گیا پھر وہ کیا تھے؟ تو سیدنا حضرت علیؓ نے فرمایا میرے ہی بھائی تھے میرے خلاف بغاوت کر رہے تھے۔فرمایا میں دعا کرتا ہوں کہ ہم اور وہ سب ان لوگوں میں شامل ہوں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:۔

"ونزعنا ما فی صدورھم من غل اخواناً علی سرر متقابلین"۔(پارہ ۱۴ رکوع ۳)

"اور نکال دی ہم نے ان کے دلوں میں جو خفگی تھی۔بھائی بھائی ہو گئے تختوں پر بیٹھے ہیں سامنے اور نہ پہنچے گی ان کو وہاں کچھ تکلیف"۔(۳۵)

سیدنا حضرت علیؓ کی شہادت پر ام المومنینؓ کا رنج والم:۔

سیدنا حضرت علیؓ کی شہادت پر ام المومنین حضرت عائشہ کا غم درد والم سیدنا زید بن حسینؓ سے روایت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہ کی شہادت کی خبر سے مدینہ میں کہرام مچ گیا۔ ہر آنکھ اشکبار تھی اور ہر دل سوگوار تھا۔ سب لوگ ہجوم کر کے حضرت عائشہ صدیقہؓ کے گھر گئے۔ دیکھا کہ آپ غم سے نڈھال اور آنسوؤں سے تر بتر بیٹھی ہیں۔ دوسرے دن پتہ چلا کہ جناب صدیقہؓ رسول اللہ ﷺ کے مزار اقدس پر تشریف لے جا رہی ہیں۔ روضہ اقدس کے متصل مسجد نبوی میں جتنے بھی مہاجرین و انصار تھے اٹھ کھڑے ہوئے اور احترام وسلام سے پیش آئے مگر ام المومنین نے شدت غم سے کسی کے سلام کا جواب دیا نہ کوئی اور بات کی شدت گریہ سے زبان بند تھی۔ اور دل تنگ، چادر تک سنبھلتی نہ تھی۔ بار بار پیروں میں الجھتی اور آپ لڑکھڑا جاتیں۔ بڑی مشکل سے اندر پہنچیں۔ حجرہ کو چوکھٹ پکڑ کر کھڑی ہو گئیں اور شکستہ اور رندھی ہوئی آواز میں کہا۔

اے نبی ہدایت تجھ پر سلام، اے ابو قاسم ﷺ تجھ پر درود وسلام اے اللہ کے رسول ﷺ آپ پر اور آپ ﷺ کے دونوں ساتھیوں پر سلام میں آپ ﷺ کے محبوب ترین عزیز کی موت کی خبر سنانے آئی ہوں۔ میں آپ ﷺ کے عزیز ترین فرزند کی یاد تازہ کرنے آئی ہوں۔ بخدا آپ ﷺ کا چنا ہوا حبیب، منتخب کیا ہوا عزیز شہید ہو گیا۔ جس کی بیوی سیدہ فاطمہؓ افضل ترین خاتون تھی۔ واللہ وہ شہید ہو گئے جو ایمان لائے اور ایمان کے عہد پر پورا اترے۔ میں رونے والی غمزدہ ہوں میں اس پر آنسو بہانے اور دل جلانے والی ہوں۔ اگر قبر کھل

جاتی تو آپ ﷺ کی زبان بھی یہی کہتی کہ آپ ﷺ کا عزیز ترین اور افضل ترین شخصیت شہید ہو گئی۔ (۳۶)

فضائل ومناقب سیدنا علیؓ بروایت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ:۔

حضرت ام المومنین حضرت عائشہؓ اور سیدنا حضرت علیؓ کی باہمی محبت ومودت اور اخلاص واعتماد کا اندازہ ان احادیث سے لگایا جا سکتا ہے جو حضرت عائشہ صدیقہؓ نے حضرت علیؓ کے مناقب بیان فرمائے ہیں۔

حدیث شریف میں ہے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے دریافت کیا گیا کہ آنحضرت ﷺ کو سب سے محبوب کون تھا؟ ارشاد فرمایا فاطمہؓ پھر عرض کی کہ مردوں میں کون؟ فرمایا ان کے شوہر، بہت نماز گزار اور بہت روزے دار تھے۔ (۳۷)

سیرت عائشہؓ میں علامہ سید سلمان ندوی رقمطراز ہیں۔ جب حضرت سیدنا علیؓ سفر سے واپس تشریف لاتے تو آپ داماد کی ضیافت کرتیں۔

حضرت ام المومنین عائشہؓ ہی نے حضرت علیؓ کے متعلق فرمایا ''انه اعلم الناس بالسنه علیؓ'' حضور ﷺ کی سنت کے سب سے بڑے عالم ہیں۔ (۳۸)

صحیح مسلم کی روایت ہے حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ ایک صبح نبی ﷺ تشریف لائے اور آپ ﷺ کے اوپر سیاہ بالوں کی چادر تھی۔ حضرت حسنؓ بن علیؓ آئے آپ ﷺ نے انہیں چادر میں داخل کیا، پھر حضرت حسینؓ آئے وہ بھی داخل ہو گئے پھر حضرت فاطمہؓ تشریف لے آئیں۔ آپ ﷺ نے انہیں بھی اس چادر میں داخل فرمالیا۔ ثم جاء علی فادخله پھر حضرت علیؓ تشریف لائے آپ ﷺ نے انہیں بھی اس چادر میں داخل فرمالیا پھر فرمایا انما یرید الله

لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھر کم تطھیراً۔(۳۹)

شرح بن ہانی نے حضرت عائشہؓ سے مسح علی خفین کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا اس کے لئے حضرت علیؓ کے پاس جاؤ۔ کیونکہ وہ سفر میں آپ ﷺ کے ساتھ اکثر رہا کرتے تھے۔(۴۰)

متعدد بار ایسا ہوا کہ حضرت عائشہؓ کے پاس مستفتی آئے اور انہوں نے ان کو حضرت علیؓ کی خدمت میں جانے کی ہدایت کی ہے۔(۴۱)

سیدنا حضرت علیؓ کی زوجہ محترمہ سیدہ فاطمہؓ بنت رسول ﷺ کی عظمت شان میں حضرت ام المومنین سے متعدد احادیث مروی ہیں۔آپؓ کا ارشاد مبارک ہے میں نے فاطمہؓ الزہرا سے زیادہ کسی کو سچا نہیں دیکھا مگر ان کے والد ﷺ کے۔(۴۲)

ایک اور حدیث میں حضرت عائشہؓ نے فرمایا ''مارایت احداً کان اشبہ کلاماً و حدیثاً برسول اللہ ﷺ من فاطمۃؓ''۔

''حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت فاطمہؓ سے زیادہ گفتگو اور کلام میں رسول اللہ ﷺ سے زیادہ مشابہ کسی کو نہیں دیکھا۔ آپ جب نبی کریم ﷺ کے پاس آتیں حضور ﷺ کھڑے ہو جاتے اور آپ کو بوسہ دیتے اور حضرت فاطمہؓ بھی حضور ﷺ کے لئے کھڑی ہو جاتیں''۔(۴۳) یہ تمام احادیث سیدنا حضرت علیؓ کے متعلق حضرت عائشہؓ صدیقہ سے مروی ہیں۔

المختصر یہ کہ ان بزرگ ترین ہستیوں کے درمیان ذاتی عداوتیں اور مخالفتیں نہ تھیں جو کچھ پیش آیا اسے اجتہادی غلطی کہا جا سکتا ہے۔ان میں بعض حضرات

اجتہاد سے کام لے کر حق وثواب تک پہنچ گئے اور بعض نے اجتہاد سے کام لیا مگر خطا کے شکار ہو گئے۔ اہل سنت کا یہ عقیدہ نہیں کہ صحابہ کرام کا ہر فرد تمام چھوٹے بڑے گناہوں سے معصوم ہیں۔ بقول شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ بلکہ ان سے فی الجملہ گناہوں کا صدور ممکن ہے۔ (۴۴)

لیکن ان کے فضائل ومناقب وسوابق اتنے ہیں کہ اگر کوئی گناہ ان سے صادر بھی ہو تو یہ فضائل ان کی مغفرت کے موجب ہیں۔ تمام علماء فقہا اور تمام اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے اور اجماع ہے کہ امت پر واجب ہے کہ سب صحابہ کرامؓ کی مدح وثنا کرے اور ان کے لئے استغفار کرے اور ان کو اللہ تعالیٰ کی رحمت ورضا کے ساتھ ذکر کرے، ان کی دوستی اور محبت پر ایمان رکھے اور جو ان کی بے ادبی کرے اس کی سرزنش کرے۔ ان کے پیش آمدہ اختلاف اور مشاجرات کے بارے میں سکوت کرے اور کسی کو بھی موردالزام نہ ٹھہرائے۔ وہ سب ہمارے مقتدا اور پیشوا ہیں کیونکہ صحابیت کا مقام بہت بلند اعلیٰ وارفع ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ان کو برا کہنے سے منع فرمایا ہے اور ان کی اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا اور خوشنودگی کی پیشگی خبر دی ہے "راضی اللہ عنہ و رضوعنہ" اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں۔

سیدنا حضرت علیؓ کا جانشین مقرر کرنے سے احتراز:۔

جب جناب سیدنا علیؓ کے قریبی ساتھیوں نے دیکھا کہ آپ کے جانبر ہونے کی امید نہیں تو عرض کیا کہ اے امیر المومنین اگر خدانخواسطہ آپ ہمارے درمیان سے اٹھ گئے تو کیا ہم آپ کے صاحبزادہ حضرت حسنؓ سے بیعت کرلیں؟ آپ

نے فرمایا کہ نہ تو میں تمہیں اس کا حکم دیتا ہوں اور نہ اس سے منع کرتا ہوں۔ میرے بعد تم اپنے معاملات کو زیادہ بہتر طور پر سمجھ سکتے ہو۔ میں تمہیں اسی حالت پر چھوڑ کر جاوں گا جس حالت میں ہمیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑا تھا۔ (۴۵)

صاحبزادوں کو اپنے قاتل کے متعلق وصیت :۔

آپ نے اپنے صاحبزادوں حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ رضوان اللہ اجمعین کو ایک طویل وصیت کی جس کے آخر میں فرمایا:۔

اے عبدالمطلب کے فرزندو مسلمانوں کا بے تکلف خون نہ بہانا تم کہو گے امیر المومنین شہید کر دیئے گئے مگر خبردار سوائے میرے قاتل کے کسی اور کو قتل نہ کرنا۔ دیکھو اگر میں اس وار سے مرجاتا ہوں تو اس پر بھی ایک ہی وار کرنا اس کو مثلہ نہ کرنا کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ وہ فرماتے تھے خبردار کسی ذی روح کو مار کر اس کو مثلہ نہ کیا جائے خواہ وہ بھونکنے والا کتا ہی کیوں نہ ہو۔ (۴۶)

سیدنا حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ جمعہ کے روز شہید ہوئے۔ سحر کا وقت تھا رمضان کے سترہ روزے ہو چکے تھے۔ روزہ کی حالت میں تھے۔ ۴۰ھ میں تریسٹھ سال کی عمر میں سفر آخرت اختیار کیا۔ آپ کی خلافت کی مدت چار سال نو ماہ ہے۔ آپ کے جنازہ کی نماز آپ کے صاحبزادے حضرت حسنؓ نے پڑھائی۔ کوفہ کے دارالامارہ میں دفن ہوئے۔ کیونکہ خوارج سے خوف تھا کہ کہیں آپ کے جسد مبارک کو کھود کر نکال نہ لیں۔ (۴۷)

جندب بن عبداللہؓ نے عرض کیا اے امیر المومنین اگر آپ دنیا سے تشریف لے گئے تو کیا آپ کی جگہ ہم لوگ حضرت حسنؓ کے ہاتھ پر بیعت کرلیں؟ فرمایا نہ میں اس کا تم کو حکم دیتا ہوں اور نہ منع کرتا ہوں۔ کہا جاتا ہے کہ آپ نے اپنی زبان مبارک سے جو آخری لفظ نکالے وہ یہ ایت تھی **فمن یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شراً یراہ**۔ (سورہ الزلزال ۷،۸)

آپ نے اپنے دونوں صاحبزادوں کو خوف خدا اور حسن عمل کی وصیت کی اور وصیت نامہ ان کو تحریر فرمادیا۔ (۴۸)

آخری وقت میں صاحبزادوں کو نصائح:۔

جوامت مسلمہ کے لئے لائحہ عمل ہیں۔ آپ نے حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ رضوان اللہ اجمعین کو بلوایا اور ان سے فرمایا۔

"میں تم دونوں کو اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ تم دونوں دنیا کو ہرگز تلاش نہ کرنا خواہ دنیا تم سے بغاوت کیوں نہ کرے۔ اور جو شے تم سے ہٹادی جائے اس پر پچھتاوا نہ کرنا۔ ہمیشہ حق بات کہنا۔ تیموں پر رحم کرنا۔ پریشان حال کی مدد کرنا، آخرت کی تیاری میں مصروف رہنا۔ ہمیشہ ظالم کے دشمن اور مظلوم کے حامی رہنا۔ اور کتاب اللہ کے احکام پر عمل کرنا اللہ کے دین میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ گھبرانا۔ پھر خاص طور پر حضرت حسنؓ سے مخاطب ہو کر انہیں نصیحت فرمائی:۔ اے میرے بیٹے تو اللہ سے ڈرتے رہنا، نماز وقت پر ادا کرنا، زکواۃ کو اس کے مصرف میں خرچ کرنا اور وضو اچھی طرح کرنا کیونکہ بغیر وضو کے نماز نہیں ہوتی اور زکواۃ روکنے والے کی نماز قبول نہیں ہوتی۔

ہر وقت گناہوں کی مغفرت طلب کرنا، غصہ پینا، صلہ رحمی کرنا، جاہلوں سے بردباری سے کام لینا، قرآن کو لازم پکڑے رہنا۔ پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا اور بچنا''۔(۴۹)

سیدنا حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کی آخری وصیت جس میں پورے دین کا خلاصہ اور لب لباب ہے:۔

سیدنا حضرت علیؓ کی آخری وصیت جس میں پورے دین کا خلاصہ اور لب لباب ہے۔

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔علیؓ بن ابی طالب وصیت کرتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں، محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ وہ اس دین کو تمام ادیان پر غالب کردیں۔یقیناً میری نماز، میری قربانی میری زندگی اور موت سب کچھ اللہ رب العالمین کے لئے ہے۔مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں تابع فرمان لوگوں میں سے ہوں۔اے حسنؓ میں تجھے اور اپنی تمام اولاد اور اپنے تمام گھر والوں کو اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں جو تمہارا پروردگار ہے۔اور اس بات کی کہ تم صرف اسلام کی حالت میں جان دینا تم سب مل کر اللہ کے دین کو مضبوطی سے تھام لو۔اور باہمی متفرق نہ ہوجاؤ۔میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ باہم ایک دوسرے سے تعلق رکھنا اور اصلاح کرنا، نفل نمازوں اور روزوں سے بہتر ہے۔تم اپنے تمام رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرنا اس سے اللہ تم پر حساب نرم فرمائے گا۔یتیموں کے معاملے میں اللہ سے ڈرنا نہ تو انہیں اتنا موقعہ

دینا کہ وہ اپنی زبان سے تم سے مدد طلب کریں نہ تمہاری موجودگی میں پریشانی میں مبتلا ہوں۔ اور اللہ سے پڑوسیوں کے حق کے بارے میں ڈرو کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیشہ پڑوسیوں کے حقوق کی وصیت کی ہے حتیٰ کہ ہمیں یہ خوف پیدا ہو گیا کہ کہیں حضور اکرم ﷺ پڑوسیوں کو وارث ہی نہ بنا دیں۔ قرآن کے بارے میں اللہ سے ڈرو کہیں قرآن پر عمل کرنے میں تمہارے اغیار تم سے سبقت نہ لے جائیں۔ نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرو کیونکہ یہ تمہارے دین کا ستون ہے۔ تم اپنے پروردگار کے گھر مسجد کے بارے میں بھی اللہ سے ڈرو اور کسی وقت بھی جب تک زندہ رہو اسے خالی نہ چھوڑو۔ جہاد کے معاملے میں اللہ سے ڈرو اور اپنی جانوں اور مالوں سے جہاد کرو۔ زکواۃ کے بارے میں بھی اللہ سے ڈرو کیونکہ پروردگار کے غصہ کو بجھاتی ہے۔ ذمیوں کے بارے میں بھی اللہ سے ڈرو تمہارے ہوتے ہوئے کسی پر ظلم نہ کیا جائے۔ اپنے نبی ﷺ کے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے بارے میں وصیت فرمائی ہے۔ فقراء اور مساکین کے بارے میں بھی اللہ سے ڈرو انہیں اپنی روزیوں اور کھانے میں شریک کرو۔ اپنے غلاموں کے بارے میں بھی اللہ سے ڈرو دین کے معاملے میں ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ کرنا۔ نیک بات کہو جیسا کہ اللہ نے حکم دیا ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک نہ کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تم پر برے لوگوں کو حاکم بنا دے گا پھر تم دعا کرو گے اور تمہاری دعائیں قبول نہ ہوں گی۔ صلہ رحمی کرو اور اللہ کی راہ میں مال خرچ کرو۔ جہاد میں پیٹھ پھیرنے، قطع رحمی اور تفرقہ بازی سے بچو، نیکی اور تقویٰ کے

معاملے میں ایک دوسرے کی اعانت کرو۔ نافرمانی اور سرکشی میں کسی کی اعانت نہ کرو اور اللہ سے ڈرو کیونکہ وہ سخت عذاب دینے والا ہے''۔(۵۰)

سیدنا حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کی مثالی اسلامی خلافت راشدہ کا خاتمہ:۔

سیدنا حضرت علیؓ کی شہادت کے ساتھ اسلام کی مثالی ریاست وحکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت امام حسنؓ تقریباً چھ ماہ خلیفہ رہے لیکن اس مختصر دور کی کوئی اہمیت نہیں۔ انہوں نے حضرت معاویہؓ سے صلح کر لی اور خلافت سے دستبردار ہو گئے۔ پھر رسول اللہ ﷺ کی پیش گوئی کے مطابق ملوکیت کا آغاز ہوا۔ انگریز مصنف اولسنر کے بقول اس طرح وہ ہر دل عزیز جمہوری حکومت ختم ہو گئی جس کی بنیاد سر قبیلی سادگی پر رکھی گئی تھی اور جو پھر کبھی کسی مسلمان قوم میں نمودار نہ ہو سکی۔(۵۱)

حوالہ جات

(۱)(استاذ صادق عرجون، عثمانؓ بن عفان، ص ۲۱۸، ۲۱۹)

(۲)(ابن کثیر، ج ۷، ص ۱۸۷)

(۳)(البدایہ والنہایہ، ج ۷، ص ۲۲۶، ۲۲۷)

(۴)(المرتضیٰ ص ۲۳۰، ۲۳۱)

(۵)(سید ابوالحسن ندویؒ، المرتضیٰ ص ۲۳۲، ۲۳۳)

(۶)(نہج البلاغہ اردو ص ۲۲۹)

(۷)(استاذ عباس محمود العقاد، العبقریات الاسلامیہ، ص ۸۸۰)۔

(۸)(شرح صحیح مسلم ۱۱۱۸)

(۹)(صحیح بخاری کتاب المناقب باب علامات النبوۃ فی الاسلام حدیث ۶۰۸)

(۱۰)(نہج البلاغہ، ص ۴۴۸)

(۱۱)(البدایہ والنہایہ، ج ۷، ص ۱۹۴)

(۱۲)(العبقرات الاسلامیہ ص ۹۲۴)

(۱۳)(طبری، ج ۳، ص ۴۵۸)

(۱۴)(العبقرات الاسلامیہ ص ۹۲۴)

(۱۵)(العبقرات، ص ۹۲۷)

(۱۶)(الاصابہ فی تمیز الصحابہ، ابن حجر العسقلانی، ج ۲، ص ۵۰۸)

(۱۷) (مناقب الامام الاعظم، صدر الائمہ موفق دائرہ المعارف حیدر آباد، ابن احمد المکی ج ۲ ص ۱۳۸ الہند)

(۱۸) (علامہ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ج ۷، ص ۳۲۴)

(۱۹) (العبقریات الاسلامیہ ص ۸۹۲)

(۲۰) (العبقرات الاسلامیہ ص ۸۶۶)

(۲۱) (العبقرات الاسلامیہ ص ۸۹۵)

(۲۲) (العبقریات ص ۱۹۵)

(۲۳) (العبقریات ص ۹۱۵)

(۲۴) (البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۳۳۳ بحوالہ المرتضٰی ص ۳۱۲ تا ۳۱۶)

(۲۵) (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۴۶، دار الفکر العربی، مصر)

(۲۶) (شاہ ولی اللہ، ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء ج ۲ ص ۲۷۸)

(۲۷) (مجموعہ فتاویٰ شیخ الاسلام احمد بن تیمیہ، ج ۴ ص ۴۳۳ مکتبہ المعارف، الرباط)

(۲۸) (علامہ ابن حجر، الاصابہ فی تمیز الصحابہ ج ۲ ص ۵۱۳)

(۲۹) (البدایہ والنہایہ، ج ۷، ص ۲۴۶، ۲۴۷)

(۳۰) (سیرت عائشہؓ، علامہ سید سلیمان علی ندوی)

(۳۱) (البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۲۴۸)

(۳۲) (ازالۃ الخفاء، ولی اللہ دہلوی، ص ۲۸۰)

(۳۳) (البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۲۵۰)

(۳۴) (محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ الاستاذ الحضرمی، بک ج ۲ ص ۵۷)

(۳۵)(ازالۃ الخفاء ص ۲۸۰، بحوالہ المرتضیٰ ص ۲۴۴)

(۳۶)(الاستیعاب)

(۳۷)(ترمذی، مناقب حضرت علیؓ)

(۳۸)(الریاض النضرہ ج ۲ ص ۲۵۵)

(۳۹)(رواہ مسلم، مشکواۃ، المصابیح باب مناقب اہل البیت)

(۴۰)(مسند احمد ج اول ص ۱۴۶)

(۴۱)(مسند امام ابن حنبل ج ۱ ص ۱۵۵)

(۴۲)(استیعاب ذکر حضرت فاطمہؓ)

(۴۳)(استیعاب، امام ابن عبدالبر)

(۴۴)(مجموع الفتاوی ج ۳ ص ۹۳)

(۴۵)(ابن کثیر جلد ۷، ص ۳۲۸)

(۴۶)(ریاض النضرۃ فی المناقب العشرہ، ج ۳، ص ۲۲۸)

(۴۷)(البدایہ والنہایہ، ج ۷، ص ۳۳۰، ۳۳۱)

(۴۸)(ابن کثیر، ج ۷، ص ۳۲۸، ۳۲۹)

(۴۹)(تاریخ طبری، ترجمہ خلافت راشدہ، ج ۳)

(۵۰)(تاریخ طبری، خلافت راشدہ ج ۳، عشرہ مبشرہ ص ۴۶ تا ۴۷)

(۵۱)(عشرہ مبشرہ ص ۸۹ ۷)

باب ششم

خوارج کون تھے:۔

علامہ ابن الجوزیؒ اپنی مایہ ناز کتاب تلبیس ابلیس میں رقم طراز ہیں کہ خوارج میں سب سے اول اور سب سے بدتر شخص کا نام ذوالخویصرہ تھا۔ حضرت ابو سیعد خدریؓ سے روایت ہے کہ سیدنا حضرت علیؓ نے یمن سے کمائے ہوئے چمڑے کے تھیلے میں کافی سونا بھیجا۔ یہ سونا خاک میں مخلوط تھا اس سے صاف نہیں کیا گیا تھا۔ اس کو آنحضرت ﷺ نے زید الخیل و اقرع بن حابسؓ رعیینہ بن حصن اور علقمہ بن علاثہؓ چار آدمیوں میں تقسیم کیا۔ عمارہ راوی کو شک ہے کہ علقمہ بن علاثہ کا نام لیا تھا یا عامر بن طفیلؓ کا۔ اس وجہ سے بعض صحابہؓ کو اور انصار وغیرہ کو کچھ آزردگی ہوئی تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:۔

''کیا تم لوگ مجھے امین نہیں سمجھتے حالانکہ میں آسمان والے کا امین ہوں مجھے ہر صبح و شام آسمان سے خبر پہنچتی ہے''۔

پھر آپ ﷺ کے پاس ایک شخص آیا جس کی آنکھیں اندر گھسی ہوئی تھیں پیشانی ابھری ہوئی، گالوں کا گوشت چڑھا ہوا تھا۔ داڑھی کے بال بہت گھنے تھے، پنڈلیوں پر اونچی ازار باندھے اور سر منڈائے ہوئے تھا۔ اس نے آکر کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ خدا سے ڈرو انصاف کرو العیاذ باللہ۔ آنحضرت ﷺ نے اس کی طرف سر اٹھا کر فرمایا:۔

''کہ کیا میں خدا تعالیٰ سے تقویٰ کرنے میں سب سے بڑھ کر لائق نہیں ہوں''۔

پھر وہ شخص پیٹھ پھیر کر جانے لگا تو خالد بن ولیدؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا میں اس کی گردن نہ ماروں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ:۔

"شاید وہ نماز پڑھتا ہو"۔

تو خالد بن ولیدؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ بعض نمازی ایسے ہوتے ہیں کہ وہ منہ سے وہ کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں ہوتا ہے۔ تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا:۔

"کہ پھر مجھے تو یہ حکم نہیں دیا گیا کہ لوگوں کے دل چیر کر دیکھوں۔ اور نہ ان کے پیٹ پھاڑوں"۔

ذوالخویصرہ کے متعلق آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی:۔

آنحضرت ﷺ نے ایک شخص کی طرف نگاہ کی اور وہ پیٹھ پھیرے جا رہا تھا۔ تو فرمایا:۔

"کہ تم آگاہ رہو کہ اس کے جھتے سے ایک قوم نکلے گی جو قرآن پڑھیں گے وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا اور دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر نشانہ سے نکل جاتا ہے"۔

یہ شخص جس نے اس طرح نبی کریم ﷺ کی بے ادبی کی تھی وہ شخص ذوالخویصرہ تمیمی تھا۔

"ایک دوسری روایت میں ہے کہ اس نے آ کر کہا العیاذ باللہ کہ عدل کرو تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا"۔

"کہ ارے تیرا برا ہو اگر میں عدل نہیں کروں گا تو کون شخص عدل کرے گا"۔

یعنی دین اسلام میں سب سے پہلا خارجی شخص ذوالخویصرہ تھا۔

اس کم بخت پر آفت یہ پڑی کہ وہ اپنے نفس کی رائے پر نازاں ہوا۔ اگر وہ صبر کرتا تو جان لیتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے سے بہتر کسی کی رائے نہیں ہو سکتی ہے۔ اس خارجی شخص کے تابعین وہ لوگ تھے جنہوں نے حضرت امیر المومنین سیدنا علیؓ سے جنگ کی تھی۔ (تلبیس ابلیس، ص ۱۵۲)

اس کا قصہ یہ ہے کہ جب حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان لڑائی بہت مدت تک قائم رہی تو معاویہؓ کے اصحاب نے مصحف بلند کئے اور اصحاب حضرت علیؓ کو دعوت دی کہ جو کچھ قرآن مجید میں ہے اس پر ہم اور تم راضی ہو جائیں اور کہا کہ ایک شخص تم اپنے لوگوں سے بھیجو اور ایک شخص ہم اپنی طرف سے بھیجتے ہیں اور ان سے عہد لے لیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب پر عمل کریں۔ سب لوگوں نے کہا کہ ہم اس پر راضی ہیں۔ چنانچہ اہل شام نے عمرو بن العاصؓ کو بھیجا اور ادھر اہل عراق نے حضرت علیؓ سے کہا کہ آپ ابو موسیٰ اشعریؓ کو بھیجو۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میری یہ رائے نہیں ہے کہ ابو موسیٰ اشعریؓ کو بھیجوں جو کہ سادہ دل ہیں۔ یہ ابن عباسؓ موجود ہیں ان کو کیوں نہ بھیجوں۔ حضرت علیؓ کے ساتھیوں نے کہا کہ ان کو ہم نہیں چاہتے کیونکہ یہ تو آپ کی ذات کے مانند آپ کے قرابتی ہیں۔ آخر آپ نے ابو موسیٰ اشعریؓ کو بھیجا۔ اس پر عروہ بن اذنیہؓ نے کہا کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ کے حکم میں لوگوں کو حاکم بناتے ہو۔ اللہ فرماتا ہے " ان الحکم الا للّٰہ "۔ حکم نہیں ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے اور یہ شخص مع اپنے تابعین کے جماعت سے خارج ہو گیا۔ جب حضرت علیؓ مقام صفین سے واپس ہو کر

کوفہ میں داخل ہوئے تو خوارج آپ کے ساتھ کوفہ میں داخل نہ ہوئے بلکہ انہوں نے آپ کے خلاف موضع حرور کوفہ کے قریب مقام میں اپنا جھتا بنالیا۔ وہاں بارہ ہزار خوارج جمع ہو گئے۔ اور کہنے لگے ''لا حکم الا اللہ'' اور یہی خوارج کے ظاہر ہونے کی ابتداء ہے۔ خوارج کے لشکر میں ان کے منادی نے آواز دی کہ جنگ کے موقع پر شبت بن ربعی تمیمی سردار ہے۔ اور نماز پڑھانے میں عبداللہ بن الکواء یشکری سردار ہے۔ واضح ہو کہ خارجی لوگ بہت عبادت کیا کرتے تھے۔ مگر ان کی حماقت اور بیوقوفی کا یہ عالم تھا کہ وہ یہ اعتقاد رکھتے تھے العیاذ باللہ کہ وہ سیدنا حضرت علیؓ بن ابی طالب سے بڑھ کر عالم ہیں اور یہی ان کا بڑا سخت مہلک مرض اور بیوقوفی تھی۔ (تلبیس ابلیس، ص ۱۵۳)

خوارج کے اعتراضات اور حضرت ابن عباسؓ کا جواب:۔

حضرت ابن عباسؓ نے روایت کیا کہ جب خوارج الگ ہوئے تو ایک احاطہ میں جمع ہوئے اور وہ یہاں چھ ہزار تھے۔ سب نے اتفاق کیا کہ حضرت امیر المومنین علیؓ بن ابی طالب پر خروج کریں۔ لوگ ایک ایک اور دو دو برابر آتے اور خبر دیتے کہ اے امیر المومنینؓ یہ گروہ آپ پر خروج کرنے والا ہے۔ تو حضرت امیر المومنینؓ فرماتے کہ ان کو چھوڑو میں ان سے قتال نہیں کرتا جب تک وہ مجھ سے قتال نہ کریں۔ یہ وقت قریب ہے کہ جب وہ لوگ خود ایسا کریں گے ۔ پھر ایک روز نماز ظہر سے پہلے حضرت ابن عباسؓ نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ اے امیر المومنینؓ ذرا ظہر کی نماز میں ٹھنڈے وقت تک تاخیر فرمائیں۔ میرا ارادہ ہے کہ اس گروہ خوارج میں جا کر ان سے گفتگو کروں۔

آپ نے فرمایا کہ مجھے ان کی طرف سے آپ کی ذات پر خوف ہے میں نے عرض کی جی نہیں آپ مجھ پر خوف نہ کیجئے۔ اور میں ایک شخص نیک خلق ملنسار تھا، کسی کو ایذا ءنہیں دیتا تھا۔ آپ نے مجھے اجازت دے دی تو میں نے بہتر بیش قیمت حلہ پہنا اور روانہ ہو کر ان خارجیوں کے یہاں پہنچا۔ دوپہر کا وقت تھا میں نے وہاں ایسی قوم کو دیکھا جن سے بڑھ کر عبادت میں کوشش کرنے والی قوم میں نے نہ دیکھی تھی۔ ان کی پیشانیوں پر سجدے کی کثرت سے زخم پڑھ چکے تھے۔ ان کے ہاتھ گویا

اونٹ کے دست تھے جو زمین پر ٹیکنے کی وجہ سے غبار آلود ہو چکے تھے۔ ان کے بدن پر حقیر قمیصیں تھیں، ان کے آزاریں ٹخنوں سے بہت اونچی تھیں اور راتوں کو عبادت میں جاگنے کی وجہ سے ان کے چہرے خشک ہو رہے تھے۔ میں نے ان کو سلام کیا تو انہوں نے کہا کہ مرحبا اے ابن عباسؓ۔ آپ اس وقت کسی غرض سے تشریف لائے ہیں۔ میں نے کہا کہ میں تمہارے پاس مہاجرین و انصار کے پاس سے ہو کر آیا ہوں اور رسول اللہ ﷺ کے داماد کے پاس سے آیا ہوں۔ انہیں لوگوں پر قرآن نازل ہوا ہے اور یہ لوگ قرآن کے معنی تم سے زیادہ جانتے اور سمجھتے ہیں۔ میری گفتگو سن کر ان میں سے ایک قوم نے کہا کہ یہ شخص قریش میں سے ہے اور تم قریش سے مناظرہ نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قریش کے حق میں فرمایا ہے کہ **بل هم قوم خصمون** یعنی یہ لوگ جھگڑالو قوم ہیں۔ پھر ان میں سے دو تین آدمیوں نے کہا کہ نہیں بلکہ ہم ان سے مباحثہ کریں گے۔ تب میں نے کہا کہ تم لوگ وہ الزامات بیان کرو جو تم نے رسول اللہؐ کے داماد اور

مہاجرین وانصار پر لگائے ہیں۔ حالانکہ انہی لوگوں پر قرآن نازل ہوا ہے اور کوئی ان میں سے بھی تم میں شامل نہیں ہے اور وہ لوگ تم سے قرآن کے معنی و مطالب زیادہ جانتے ہیں۔ خوارج نے کہا وہ تین باتیں ہیں۔ میں نے کہا اچھا تو ان کو بیان کرو۔ کہنے لگے ایک یہ ہے کہ علیؓ نے خدا کے معاملہ میں لوگوں کو ثالثی یعنی فیصلہ کرنے والا بنایا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''ان الحکم الا اللہ'' یعنی حکم کسی کا نہیں سوائے اللہ کے۔ تو اس قول الٰہی کے بعد آدمی کو حکم سے کیا تعلق رہا۔ میں نے کہا یہ تو ایک ہوا اور کیا ہے۔ کہنے لگے دوسرا اعتراض یہ ہے کہ علیؓ نے لوگوں سے قتال کیا مگر نہ مخالفوں کو لونڈی غلام بنایا اور نہ ان کا مال لے کر غنیمت جہادی ٹھہرایا۔ تو ہم پوچھتے ہیں کہ جن سے قتال کیا اگر وہ مومن تھے تو ہم کو ان سے لڑنا حلال نہیں اور نہ ان کو لونڈی غلام بنانا حلال ہے۔ تیسرا اعتراض یہ ہے کہ علیؓ نے ثالثی فیصلہ کا عہد نامہ لکھواتے وقت امیر المومنین کا لقب اپنے نام سے مٹا دیا پس وہ اگر امیر المومنین نہیں ہیں تو نعوذ باللہ امیر الکافرین ہوئے۔ یعنی کافروں کے سردار ہیں۔ میں نے پوچھا کہ کیا کچھ اس کے سوا بھی کوئی اعتراض باقی ہے۔ خوارج نے کہا کہ بس یہی اعتراضات ہیں۔ میں نے کہا کہ پہلا قول تمہارا یہ کہ امر الٰہی میں علیؓ نے لوگوں کو حاکم بنایا ہے۔ بھلا اگر میں تم پر کتاب الٰہی سے ایسی آیات تلاوت کروں جن سے تمہارا قول ٹوٹ جائے تو کیا تم اپنے قول سے توبہ کرو گے؟ کہنے لگے کہ ہاں میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک خرگوش کے معاملہ میں جس کی قیمت چوتھائی درہم ہوتی ہے دو مردوں کے حکم پر اس کا فیصلہ راجح کر دیا اور میں نے یہ آیت

پڑھی:۔ لاتقتلو الصید وانتم حرم ۔ یعنی احرام کی حالت میں شکار کے قتل سے ممانعت فرمائی اور اگر کسی نے جرم کیا مثلاً ایک خرگوش مارا تو فرمایا کہ تم میں دو عادل مرد اس موقع پر جہاں جانور مارا ہے اس کی قیمت کا فیصلہ کریں۔ اور اللہ تعالیٰ نے عورت اور اس کے شوہر کے معاملہ میں فرمایا ''وان خفتم شقاق بینھما الایة'' یعنی مرد کی برادری سے ایک مرد اور عورت کی برادری سے ایک مرد بھیجو وہ دونوں ان کے معاملہ میں حکم کریں اب میں تم لوگوں کو اللہ کی قسم دلاتا ہوں کہ بھلا مردوں کا حکم لگانا انہی درمیانی اصلاح حال میں اور خون ریزی روکنے میں افضل ہے یا کہ ایک خرگوش میں اور ایک عورت کے معاملہ میں افضل ہے۔ خوارج نے کہا کہ بیشک اصلاح ذاتی میں افضل ہے کہ اس سے بڑی خون ریزی کا سد باب ہو۔ یعنی تم کو جواب مل گیا۔ کہنے لگے کہ ہاں۔ میں نے کہا رہا تمہارا دوسرا سوال کہ علیؓ نے قتال کیا اور قیدی وغنیمت حاصل نہیں کی تو میں تم سے پوچھتا ہوں کہ تم اپنی ماں ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کو اپنی مملوکہ لونڈی بناؤ گے؟ واللہ اگر تم کہو کہ وہ ہماری ماں نہیں ہیں تو تم دائرہ اسلام سے خارج ہو گئے اور واللہ اگر تم یہ کہو کہ ہم ان کو مملوکہ بنائیں گے یا ان سے وہ بات حلال کریں گے جو دیگر عورتوں سے حلال ہوا کرتی ہے تو واللہ تم اسلام سے خارج ہو گئے۔ تم دو گمراہیوں کے بیچ میں گھرے ہوئے ہو اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

''النبی اولیٰ بالمومنین من انفسھم وازواجه امھتھم'' (الاحزاب: ۳۳)

''یعنی مومنوں کے حق میں پیغمبر ان کی جان سے زیادہ پیارا اور حقدار ہے اور

اس کی ازواج مطہرات ان کی مائیں ہیں۔ پھر بھی تم کہو کہ ہماری ماں نہیں ہے تو تم اسلام سے خارج ہو"۔

اب بتلاؤ کہ میں تمہارے اس اعتراض کے جواب سے باہر ہوا کہ نہیں۔ کہنے لگے جی ہاں میں نے کہا کہ رہا تمہارا یہ تیسرا قول کہ علیؓ نے امیر المومنین کا لفظ اپنے نام سے مٹا دیا تو میں تمہارے پاس ایسے عادل گواہ لاتا ہوں جن کو تم مانتے ہو کہ جب حدیبیہ میں رسول اکرم ﷺ نے مشرکوں کے ساتھ صلح ٹھہرائی تو مشرکوں کے سردار ابوسفیان، صخر بن حرب، سہیل بن عمرو وغیرہ کے ساتھ عہد نامہ لکھوایا اور علیؓ سے فرمایا کہ لکھو "**هذا ما صالح عليه محمد رسول الله**"، یعنی یہ وہ صلح نامہ ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ اور الخ تو مشرکوں نے کہا کہ واللہ یہ ہم نہیں جانتے کہ آپ رسول اللہ ہیں اور اگر ہم بھی جانتے کہ آپ رسول اللہ ہیں تو ہم آپ سے قتال نہ کرتے تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ الٰہی تو جانتا ہے کہ میں رسول اللہ ہوں۔ پھر فرمایا کہ اے علیؓ اس کو مٹا دو اور یوں لکھو کہ یہ صلح نامہ جو محمدؐ بن عبداللہ اور اہل مکہ نے لکھا ہے۔ اب تم دیکھو کہ واللہ رسول اللہ ﷺ علیؓ سے بہتر ہیں اور رسول اللہ کا لفظ اپنے نام سے محو کرا دیا۔ حالانکہ اس سے وہ رسول اللہ ہونے سے خارج نہیں ہو گئے۔ ابن عباسؓ بیان کرتے تھے کہ اس مکالمہ کے نتیجے میں خوارج میں سے دو ہزار آدمی توبہ کر کے واپس آئے اور باقی اپنی گمراہی پر مقتول ہوئے۔ (۱)

مرکز خلافت کو مدینہ سے کوفہ کیوں منتقل فرمایا:۔

خارجیوں کی طرف سے یہ سوال ہوا کہ حضرت علیؓ نے کوفہ کو اپنا دارالخلافہ بنایا جو

عراق میں ہے۔ یہی آپ کے تمام فوجی سرگرمیوں اور انتظامی سرگرمیوں کا مرکز تھا۔ جبکہ خلافت اسلامیہ کا پایہ تخت نبی کریم ﷺ سے لے کر حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت تک مدینہ منورہ تھا۔ سیدنا حضرت علیؓ نے ایسا صرف اس لئے کیا کہ مدینہ منورہ کو جوان کا محبوب و متبرک شہر تھا اور رسول اللہ ﷺ کا دارالہجرت اور مدفن مبارک تھا اس کو داخلی جنگوں اور فوجی تنازعات سے دور اور الگ تھلگ رکھیں۔ کیونکہ اندرونی خلفشار شروع ہو چکا تھا اور حالات کے رخ سے پتہ چل رہا تھا کہ ایسا ہو گا۔ لہذا مسجد نبوی حرم ثانی اور آرام گاہ رسول اللہ ﷺ کے ادب کا تقاضا تھا کہ وہ کسی قسم کے فتنہ کا مرکز نہ بنے۔ حضرت علیؓ جیسے شخص کو اس معاملہ میں ذکی الحس اور صاحب غیرت ہونا ہی چاہیے تھا۔ اور عملاً وہی ہوا جس کا خطرہ تھا۔ چند برسوں بعد یزید کے عہد میں حرہ کا واقعہ ہوا جس نے مسلمانوں کے احساس کو بری طرح مجروح کیا اور مدینۃ الرسول کی بے ادبی اور وہاں کے باشندگان کی بے توقیری ہوئی۔ لیکن استاد عقاد نے اس کی جو توجیہہ کی ہے اس میں وہ جغرافیائی مصلحت اور انتظامی و ثقافتی ضرورت پر زور دیئے ہوئے لکھتے ہیں:۔

''حضرت علیؓ نے عالمی امامت کا مرکز کوفہ کو بنایا وہ مصلحت و ضرورت کے عین مطابق تھا۔ کیونکہ اسلامی سلطنت اس وقت جس مرحلے میں تھی اس میں ضرورت تھی کہ مرکز ایسے مقام پر ہو جہاں تمام قوتیں آ کر ملتی ہوں۔ اور ہندو فارس و یمن عراق و شام کی باہمی تجارتوں کے لئے مشترکہ گذرگاہ ہو۔ چنانچہ کوفہ ثقافتی پایہء تخت بھی تھا جہاں کتابت، زبان قراءت اور انساب اور فنون

شعر و داستان گوئی اس زمانے میں کمال کے درجہ میں تھا۔ یہ مقام اس وقت کے لحاظ سے دارالخلافہ کوفہ بننے کی تمام خصوصیات رکھتا تھا۔ (۲)

خوارج دین سے ایسے نکلیں گے جیسے نشانہ سے تیر:۔

ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے آپؐ نے فرمایا کہ تم میں سے ایک قوم ایسی نکلے گی کہ ان کی نماز کے مقابلے میں تم اپنی نماز حقیر سمجھو گے اور ان کے روزہ کے مقابلہ میں اپنا روزہ حقیر سمجھو گے اور ان کے اعمال کے مقابلہ میں اپنے اعمال حقیر سمجھو گے، وہ لوگ قرآن پڑھیں گے تو ان کے حلق سے نہیں اترے گا۔ اور وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے نشانہ سے تیر نکل جاتا ہے۔ چنانچہ صحیحین میں یہ حدیث موجود ہے۔ عبداللہ بن ابی اوفیؓ نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے کہ خوارج جہنمیوں کے کتے ہیں۔ (تلبیس ابلیس، ص ۱۶۰)

اسی طرح جب حضرت حسنؓ بن علیؓ نے چاہا کہ حضرت معاویہؓ سے صلح کر لیں تو حضرت حسنؓ پر بھی ایک خارجی جراح بن سنان نے خروج کیا اور نیزہ مارا جو آپ کی ران مبارک کی جڑ میں لگا۔ خارجی نے کہا کہ تم نے بھی اپنے باپ کی طرح شرک اختیار کیا۔ الغرض خوارج برابر امرائے اسلام پر خروج کرتے رہے اور ان کے مختلف مذاہب ہیں۔ نافع بن الازرق خارجی کے ساتھی یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ جب تک ہم لوگ شرک کے ملک میں رہیں تب تک مشرک ہیں۔ اور جب ملک شرک سے نکل جائیں تو مومن ہیں اور کہتے تھے کہ جو کوئی ہمارے مذہب کا مخالف ہو وہ مشرک ہے۔ اور جس کسی سے کبیرہ گناہ سرزد ہو وہ مشرک ہے اور جو کوئی لڑائی میں ہمارے ساتھ نہ ہو وہ کافر ہے۔ اور اس فرقہ

خوارج نے مسلمان بچوں و عورتوں کا قتل بھی جائز رکھا اور ان کو مشرک قرار دیا۔

ابلیس لعین نے اپنی تلبیس سے ان احمقوں کو گمراہ و تباہ کیا:۔

ابلیس لعین نے کس طرح اپنے حیلے اور تلبیس سے ان احمقوں پر پردے ڈالے جس کے باعث انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہؓ سے لڑائیاں لڑیں اور یہ اعتقاد رکھا کہ علیؓ بن ابی طالب غلطی پر ہیں نعوذ باللہ اور یہ خوارج راہ صواب پر ہیں۔ انہوں نے بچوں کا خون بہانا تو حلال سمجھا اور ایک پھل بغیر داموں کے کھانا حلال نہیں جانا اور راتوں کی عبادت میں اور بیداری میں تعب و تکلیف اٹھائی اور دوسری طرف ابن ملجم لعین خارجی نے سیدنا حضرت علیؓ کو شہید کرنا حلال سمجھا۔

حضرت عبداللہ بن خبابؓ کی شہادت:۔

ایک روز خوارج راستہ میں جاتے تھے تو عبداللہ بن خبابؓ سے ملاقات ہوئی انہوں نے عبداللہؓ کو گرفتار کر لیا اور کہا کہ تم نے اپنے باپ سے کوئی حدیث سنی جو وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے تھے وہ ہم سے بیان کرو۔ حضرت عبداللہؓ نے فرمایا کہ ہاں میں نے اپنے باپ سے سنا کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسے فتنہ عظیم کا ذکر کیا جس میں بیٹھ جانے والا کھڑے ہونے سے بہتر ہوگا اور کھڑا بہ نسبت چلنے والے سے بہتر ہوگا اور چلنے والا بہ نسبت دوڑنے والے سے بہتر ہوگا۔ اگر تجھ کو یہ فتنہ پہنچے تو تجھ کو چاہیے کہ مقبول بندہ ہو جائیو۔ خوارج نے کہا کہ کیا تو نے یہ حدیث اپنے باپ سے سنی ہے جو رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتا تھا۔ عبداللہؓ نے کہا کہ ہاں۔ تو خوارج

نے ان کو نہر کے کنارے کھڑا کر کے گردن ماردی۔ ان کی بیوی حاملہ تھی ان کا پیٹ پھاڑ دیا گیا پھر آگے بڑھ کر ایک ذمی کے باغ میں اترے اس کے درخت سے پھل گرا اس کو ایک خارجی نے کھالیا تو دوسرے نے کہا کہ بے حلت اور بغیر داموں کے اس کو کھاتا ہے۔ اس نے فوراً منہ سے نکال کر پھینکا۔ یعنی ان جاہلوں کی اس قدر جہالت اور بیواقوفیاں تھیں کہ ایک پھل کا یہ لحاظ اور حضرت عبداللہؓ بن خبابؓ کا خون بہانے میں اس قدر بیبا کی۔ پھر ان میں سے ایک نے اپنی تلوار نکال کر ہلائی اور ذمی نصرانیوں کے سور وہاں جاتے تھے اس نے ایک سور پر تلوار آزمائی۔ تو دوسرے نے کہا کہ یہ ملک میں فساد کرنا ہوا۔ یعنی حرام ہے۔ تو اس نے جا کر سوروں کے مالک کو تلاش کر کے اس کو جس طرح ہو سکا راضی کر لیا۔ اس قدر ان جہلا کی جہالتیں اور بیوقوفیاں تھیں نعوذ باللہ من جہالتہم۔

واقعہ نہروان:۔

امیر المومنین سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہؓ نے ان کے پاس قاصد بھیجا کہ جس شخص نے عبداللہ بن خبابؓ کو قتل کیا ہے اس کو قصاص کے لئے ہمارے حوالے کرو۔ خوارج نے جواب دیا کہ ہم سب نے اس کو قتل کیا ہے۔ حضرت امیر المومنین نے ان کو تین مرتبہ اسی طرح آواز دی ہر بار خوارج نے یہی جواب دیا۔ حضرت امیر المومنینؓ نے اپنے لشکر سے فرمایا کہ اب تم اس قوم کی خبر لو۔ پس ذرا سی دیر میں سب خوارج مارے گئے۔ یہ واقعہ نہرواں ہے پھر ان خوارج کے مقتول ہونے کے بعد ایک جماعت اور خارج ہوئی۔ حضرت علیؓ نے ایک

سردار کو ان کے قتال کے واسطے روانہ کیا اور ان کو انجام کو پہنچایا۔(تلبیس ابلیس،ص ۱۵۷)

خوارج اوران کی گمراہی:۔

ان خارجیوں کے عقائد یہ تھے کہ حضرت امیر المومنین علیؓ اور آپ کے اصحاب کو جن میں مہاجرین و انصار و اہل بدر اور بیعت الرضوان وغیرہ اصحاب ءکرام بکثرت شامل تھے سب کو کافر کہتے تھے۔ تو اس فرقہ سے کہا گیا کہ ابھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات پائے چالیس برس نہیں گذرے اور حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ کی طرح حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ اور ان کے ساتھی اکابر مقرب اصحاب میں سے ہیں۔ جید صحابہ ہیں کیا تم ان کی شان و مرتبہ سے انکار کر سکتے ہو؟ خارجیوں نے کہا کہ بے شک یہ تو سب ہی جانتے ہیں اور جو بات آفتاب کی طرح روشن ہے ہم اس سے کیونکر انکار کریں گے۔ تو کہا گیا کہ پھر جب اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کو '' مومنین و صادقین'' اور '' مومنون حقا'' اور '' مفلحون'' فرمایا ہے تو یہ اصحاب کبار سب سے پہلے اس صفت میں داخل ہو گئے۔ خارجی فرقہ نے کہا کہ ہاں اس وقت بے شک داخل ہو گئے پھر اس کے بعد ابوبکرؓ و عمرؓ تو بے شک اسی طریقہ پر رہے لیکن حضرت علیؓ اور ان کے رفقاء نے ہماری رائے میں وہ طریقہ بدلا تو اس صفت سے خارج ہو گئے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت کے مطابق ان لوگوں کو جنتی کہا تھا۔ پھر جب وہ حال نہ رہا تو سب باتیں جاتی رہیں۔ تب خارجی فرقہ کو جواب دیا گیا کہ یہ تم نے بڑی غلطی کھائی ہے کیونکہ

جب اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو جنتی مقدر کیا تو قضائے مقدر پوری ہوگی اب اس میں تغیر کیونکر
ممکن ہے۔ خارجیوں نے کہا کہ ہم اپنے نزدیک ضرور جانتے ہیں کہ یہ لوگ کافر ہو گئے اور ہم یہ نہیں مانیں گے کہ خدا تعالیٰ نے کچھ مقدر کیا ہے۔ بلکہ تقدیر کوئی چیز نہیں ہے۔ لیکن جو کوئی جیسا کرے ویسا ہوتا جائے گا اور تقدیر ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔ اس بد بخت فرقہ نے متواتر اعتقاد کو چھوڑ کر کفر اختیار کرنا منظور کیا اور وہ عداوت جو اکابر اصحابؓ سے ان کے جی میں بیٹھ گئی تھی وہ نہ چھوڑی۔ (۳)

خوارج کا تحکیم رجال پر انکار، حضرت علیؓ کا خطبہ:۔

یہ خطبہ سیدنا حضرت علیؓ نے خوارج سے ارشاد فرمایا جبکہ انہوں نے تحکیم رجال سے انکار کیا۔ اور آپؓ کے ساتھیوں کی مذمت کی۔ آپؓ نے ارشاد فرمایا:۔ ہم نے لوگوں کو حکم نہیں بنایا تھا۔ ہم نے قرآن کو حکم بنایا تھا اور یہ قرآن ایک تحریر ہے کہ جلد کی دو دفتیوں کے درمیان مرقوم ہے۔ چونکہ یہ بول نہیں سکتی لہذا اس کے لئے ترجمان لازم ہے کہ اس کا مفہوم بیان کر سکے۔ بلا شبہ لوگ اسی کو سامنے رکھ کر بات کر سکتے ہیں۔ چونکہ اہل شام نے چاہا کہ ہم قرآن کو حکم قرار دیں تو ہم نے ان کی درخواست قبول کر لی۔ کیونکہ ہم ان لوگوں میں نہیں تھے جو کتاب خدا سے روگردانی کرتے ہیں۔ خداوند قدوس کا ارشاد ہے:۔ اگر تمہارے مابین کسی بات پر جھگڑا ہو تو اسے خدا اور رسولؐ کی طرف لوٹا دو۔ پس نزاع و دشمنی میں خدا کی طرف رجوع کرنے کے معنی یہ ہیں کہ ہم اس کتاب کا

حکم مانیں اور رسولؐ کی
جانب رجوع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم سنت رسولؐ کو پیش نظر رکھیں۔ پس اگر کتاب الٰہی سے سچائی کے ساتھ فیصلہ کیا جائے تو ہم بہ نسبت دوسروں کے اس سے زیادہ حقدار ہیں۔ اگر سنت رسولؐ کو پیش نظر رکھ کر حکم دیا جائے تو اس پر عمل کرنے میں سب سے زیادہ اولیٰ ہم ہی ہیں۔ رہا تمہارا یہ قول کہ آپ نے اپنے اور ان کے مابین تحکیم میں مہلت کیوں دی؟ تو میں نے مہلت اس لئے دی کہ جاہل تحقیق کرے اور عالم ثابت قدم ہو جائے اور شاید اس امت کے معاملات متارکہ بغیر جنگ سے درست کر دے۔ اور ان پر کوئی سختی نہ کرنا پڑے تا کہ حق کو پہچاننے میں جلدی کر کے انہیں گمراہی کے سامنے سرنگوں نہ کر دیا جائے۔

خوب ٹھنڈے دل سے سوچ سمجھ کر فیصلہ کریں اور ضد یا غلط فہمی نہ پیدا ہو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صاحب عزت آدمی وہ ہے جو عمل حق کو باطل کے مقابلے میں زیادہ دوست رکھتا ہے۔ اگرچہ حق پر چلنے میں اس کو نقصان کیوں نہ پہنچ جائے اور اسے غم اور اندوہ سے پالا ہی کیوں نہ پڑے اور اگرچہ باطل سے اسے نفع ہی کیوں نہ ہو اور بہرہ مندی کیوں نہ حاصل ہو۔ پس تم کیوں حیران و سرگشتہ ہو اور یہ بلا تم پر کہاں سے آ گئی ہے کہ اس گروہ سے جنگ کرنے میں سستی کر رہے ہو جو حق سے دور اور راہ حق سے نفور ہے۔ پھر کتنے افسوس کا مقام ہے کہ تم میں وہ شان اعتماد نہیں کہ تم پر بھروسہ کر سکوں نہ یاران باوفا میں ہو کہ پریشانی میں امید ہمراہی رکھوں۔ تم آتش جنگ کو بھڑکانے میں بہت برے ہو۔

افسوس ہے تم پر تمہارے سبب سے میں سختی میں مبتلا ہوں۔ کبھی میں تمہیں نصرت دین کے لئے پکارتا ہوں کبھی میں تم سے دشمن سے لڑنے کے لئے سرگوشی کرتا ہوں لیکن تمہارا حال یہ ہے کہ نہ پکار کے وقت کھرے دوست ثابت ہوئے اور نہ سرگوشی کے وقت بھروسہ کے قابل بھائی۔

خوارج کے شبہات کا ازالہ:۔

سیدنا حضرت علیؑ نے خوارج کے شبہات کا ازالہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:۔

اگر تمہارا اسرار اسی بات پر ہے کہ مجھے خطا کار اور گمراہ قرار دو تو ساری امت پیغمبرؐ کو کیوں خطا کار قرار دے رہے ہو؟ اور میری غلطی کا مواخذہ ان سے کیوں کر رہے ہو؟ اور میرے گناہ کی بنا پر انہیں کیوں کافر قرار دے رہے ہو؟ تمہاری تلواریں تمہارے کندھوں پر رکھی ہوئی ہیں۔ جہاں چاہتے ہو خطا بے خطا چلا دیتے ہو اور گنہگار اور بے گناہ میں کوئی فرق نہیں کرتے ہو۔ تمہیں معلوم ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی شدہ زنا کرنے والے مجرم کو سنگسار کیا تو اس کی نماز جنازہ بھی پڑھی تھی۔ اور اس کے اہل کو وارث بھی قرار دیا تھا اور اسی طرح قاتل کو قتل کیا تو اس کی میراث بھی تقسیم کی اور چور کے ہاتھ کاٹے یا غیر شادی شدہ زنا کار کو کوڑے لگوائے تو انہیں مال غنیمت میں حصہ بھی دیا اور ان کا مسلمان عورتوں سے نکاح بھی کرایا۔ گویا کہ آپ نے ان کے گناہوں کا مواخذہ کیا اور ان کے بارے میں حق خدا کو قائم کیا۔ لیکن اسلام میں ان کے حصہ کو نہیں روکا اور نہ ان کے نام کو اہل اسلام کی فہرست سے خارج کیا۔ مگر تم بدترین افراد ہو کہ شیطان تمہارے ذریعے اپنے مقاصد کو حاصل کر لیتا ہے۔ اور تمہیں صحرائے

ضلالت میں ڈال دیتا ہے۔عنقریب میرے بارے میں دو طرح کے افراد گمراہ ہوں گے۔محبت میں غلو کرنے والے جنہیں محبت غیر حق کی طرف لے جائے گی۔اور عداوت میں زیادتی کرنے والے جنہیں عداوت باطل کی طرف کھینچ لے جائے گی۔بہترین افراد وہ ہونگے جو درمیانی منزل پر ہونگے۔لہذا تم بھی اسی راستہ کو اختیار کرو اور اسی نظریہ کی جماعت کے ساتھ ہو جاؤ کہ اللہ کا ہاتھ اسی جماعت کے ساتھ ہے۔اور خبردار تفرقہ کی کوشش نہ کرنا کہ جو ایمانی جماعت سے کٹ جاتا ہے وہ اسی طرح شیطان کا شکار ہو جاتا ہے جس طرح گلہ سے الگ ہو جائے والی بھیڑ بھیڑیئے کی نذر ہو جاتی ہے۔آگاہ ہو جاؤ کہ جو بھی اس انحراف کا نعرہ لگائے گا اسے قتل کر دو چاہے وہ میرے ہی عمامہ کے نیچے کیوں نہ ہو۔ان دونوں افراد کو حکم بنایا گیا تھا تاکہ ان امور کو زندہ کریں جنہیں قرآن نے زندہ کیا ہے اور ان امور کو مردہ بنادیں جنہیں قرآن نے مردہ بنادیا ہے۔ اور زندہ کرنے کے معنی اس پر اتفاق کرنے اور مردہ بنانے کے معنی اس سے الگ ہو جانے کے ہیں۔ہم اس بات پر تیار تھے کہ اگر قرآن ہمیں دشمن کی طرف کھینچ لے جائے گا تو ہم ان کا اتباع کریں گے اور اگر انہیں ہماری طرف لے آئے گا تو انہیں آنا پڑے گا لیکن خدا تمہارا برا کرے اس بات میں میں نے کوئی غلط کام تو نہیں کیا اور نہ تمہیں کوئی دھوکا دیا ہے اور نہ کسی بات کو شبہ میں رکھا ہے لیکن تمہاری جماعت نے دو آدمیوں کے انتخاب پر اتفاق کر لیا اور میں نے ان پر شرط لگادی کہ قرآن کی حدود سے تجاوز نہیں کریں گے۔(۴)

سبائی فرقہ اوران کی دعوت:۔

سبائی عبداللہ بن سبا کے پیرو ہیں ۔ جوابن سوداء کے نام سے مشہور تھا۔ اصلاً وہ یہودی تھااوراس کی ماں ایک نجی حبشیہ عورت تھی ۔ ملک یمن میں پیدا ہوا۔ اس کا مذہب جس سے وہ مشہور ہوا مذہب رجعت کہا جا تا تھا۔ یہ مذہب چند عقیدوں کا مجموعہ تھا۔ ایک عنصر اس میں یہودی عقیدہ کا تھا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی اولاد میں ایک نجات دہندہ پیدا ہوگا۔ اور دوسری بنیاد اہل ہند کے عقیدہ پر تھی کہ خدا انسان کے جسم میں ظہور ودخول کرتا ہے اوراس کی شکل میں نمودار ہوتا ہے۔ اور تیسرا عنصر نصاریٰ عیسائیوں کا یہ عقیدہ کہ حضرت مسیح ظاہر ہوں گے اور چوتھا عنصر اہل فارس کا عقیدہ تھا کہ ملوک اور امراء کی اولاد تقدیس کی مستحق ہے۔(۵)

اس طرح اس تحریک نے عبداللہ بن سبا کی صورت میں ایک تحریک ودعوت کی شکل اختیار کرلی ۔ یہ تمام عناصر انارکی ، انتہا پسندی اور تقدیس کی حد تک غلواور خدائی صفات کا حامل بنانا اس دعوت کے خدوخال ہیں۔

شیخ العقاد لکھتے ہیں:۔ سبائیت یمن میں پیدا ہوئی ۔ گذشتہ زمانہ میں اس کے ماننے والوں کی حکومت بھی رہ چکی ہے۔ یہ سبائی فرقہ حضرت علیؓ کی محبت میں غلو کرتا ہے یہاں تک کہ ان کے لئے مرتبہ تقدیس کا قائل ہے۔(۶)

مشہور مصنف ڈاکٹر احمد امین بک اپنی شہرہ آفاق کتاب فجر الاسلام میں تحریر فرماتے ہیں:۔

جن لوگوں نے ایسی قوموں کی تاریخ پڑھی ہے جو کسی زمانہ میں دنیا کے ایک

وسیع علاقے پر حکمران رہ چکے ہیں اور نخوت احساس برتری اور تفاخر جن کے خمیر میں داخل ہو چکا تھا اور جن کو اپنی سر بلندی کا زعم اس حد تک رہا ہو کہ وہ خود کو حکومت و جہانبانی کا تنہا حقدار سمجھتی ہوں۔ اور پھر ان سے ان کی موروثی اور ان کے طبقہ کے لئے مخصوص حکومت چھین لی گئی ہو اور اس کی جگہ ایسی حکومت قائم ہوگئی ہو جس کی اساس ایک عقیدہ و نظریہ پر ہو اور ان لوگوں کے پاس کوئی فوجی قوت بھی نہ رہ گئی ہو جس سے اپنی حکومت واپس لے سکیں۔ جن لوگوں نے ان اقوام کی تاریخ کا گہرا مطالعہ کیا ہے وہ اس کی تصدیق کریں گے کہ اس طرح کی طاقت سے محروم قومیں تخریبی کاموں میں مشغول ہو جاتی ہیں۔ لاقانونیت پھیلانا اختلافات کو ابھارنا ان کا کام ہوتا ہے اور جب موقع ملتا ہے سازشوں اور تخریبی کاموں کی پلاننگ میں اور مقامی سطح پر فتنوں کو ابھارنے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی ہیں۔ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں عبداللہ بن سبا اور اس کے ماننے والوں نے بہت زیادہ غلو سے کام لیا۔ انہوں نے ان کو نبی مانا پھر اس سے بھی زیادہ غلو پر اتر آئے اور ان کو الٰہ بنا دیا۔ اور اس کی دعوت بھی دینا شروع کر دی۔ کوفہ کے لوگوں کو بھی دعوت دی حضرت علیؓ کو خبر ملی تو انہوں نے ان کو دو گڑھوں میں نذر آتش کئے جانے کا حکم دیا پھر خیال ہوا کہ اگر بقیہ کو بھی جلا کر ختم کر دیا۔ تو یہ بات قابل اعتراض و تنقید ٹھہرے گی۔ لہذا ابن سبا کو جلاوطن کر کے ساباط المدائن بھیج دیا۔ جب حضرت علیؓ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا تو ابن سبا نے کہا کہ علیؓ مقتول ہو ہی نہیں سکتے۔ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح آسمان پر چلے گئے ہیں۔ بعض سبائیوں کا عقیدہ تھا کہ علیؓ بادلوں میں چھپے ہیں

اور بجلی جو کڑکتی ہے وہ انہی کی آواز ہے۔ لہذا جب یہ لوگ بجلی کی کڑک سنتے ہیں تو کہتے ہیں السلام علیک یا امیر المومنین ۔ جب ابن سبا سے کہا گیا کہ علیؓ کو شہید کر دیا گیا تو اس نے کہا کہ اگر تم ان کا دماغ بھی ایک تھیلے میں لا کر دکھا دو جب بھی ہم ان کی موت کا یقین نہیں کریں گے اور وہ جب تک کہ آسمان سے نزول نہ کریں گے مر ہی نہیں سکتے اور مرنے سے پہلے سارے عالم پر ان کی حکومت ہو گی۔ (دائرۃ المعارف القرن العشرین ،محمد فرید وجدی، دار المعرفۃ، بیروت)

خوارج اور سبائی ان دو فرقوں کا وجود جن کے ہاتھوں سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو سخت مصیبت کا سامنا کرنا پڑا اور کڑی آزمائش سے گزرنا پڑا۔ سیدنا حضرت علیؓ نے فرمایا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے ایک بار بلا کر فرمایا کہ تم عیسیٰؑ بن مریم کا نمونہ ہو۔ ان سے یہود نے اس درجہ بغض رکھا کہ ان کی والدہ پر بہتان لگا دیا اور نصاریٰ نے ان سے محبت کی تو اس منزل پر پہنچا دیا جو ان کی نہیں تھی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ سن لو میری ذات کے بارے میں افراط وتفریط کی وجہ سے دو طبقے ہلاک ہوں گے۔ محبت کرنے والے ثنا خوانی میں غلو کرنے والے جو میری ایسی تعریف کریں گے جو مجھ میں نہیں ہے اور ایسے بغض رکھنے والے جن کی دشمنی ان کو مجھ پر بہتان لگانے پر مائل کرے گی۔ سن لو کہ میں نہ تو پیغمبر ہوں اور نہ مجھ پر وحی آتی ہے لیکن میں اپنے مقدور بھر کتاب وسنت پر عمل کرتا ہوں۔ اللہ کی اطاعت کے لئے جو میں تمہیں حکم دوں اس میں میری اطاعت تم پر واجب ہے خواہ پسند کرو یا ناپسند۔ (۷)

سیدنا علیؓ کا اہل عراق کو تاریخی خطبہ:۔

سیدنا حضرت علیؓ کا اہل عراق کو ترغیب جہاد پر تاریخی خطبہ جبکہ اہل عراق مختلف حیلوں بہانوں سے جہاد سے راہ فرار اختیار کر رہے تھے۔آپ کے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:۔

''جہاد جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے جس نے بیزار ہو کر اسے چھوڑ دیا اللہ اس کو حقیروں کے ہاتھ سے ذلت اور خواری کے عذاب میں مبتلا کرے گا۔ میں نے تم لوگوں کو ان سے لڑنے کی رات دن دعوت دی، مخفی طور پر کہا اور علانیہ بھی کہا کہ ان کے حملہ کرنے سے پہلے تم مقابلے پر آجاؤ۔ خدا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے جس قوم کے گھر پر حریف چڑھ کر لڑنے آئے وہ ذلیل ہوگی۔تم سب نے ایک دوسرے کا ساتھ چھوڑ دیا۔ میری بات تم پر گراں گذری تم نے اس کو پس پشت ڈال دیا اب نوبت یہاں تک پہنچی کہ تم لوٹے جا رہے ہو۔ مجھے بتایا گیا کہ مسلم اور ذمی عورتوں تک یہ غارت گر پہنچے ہیں اور ان کے پازیب اور آویزے تک اتار لیتے ہیں۔ اور کافی مال و متاع لے کر واپس چلے جاتے ہیں اور ان میں سے کسی کو زخم تک نہیں آتا حیرت اور سخت حیرت کی اور دلوں کو مردہ دماغوں کو حیران کرنے اور غموں کو بڑھا دینے والی بات ہے کہ وہ اپنے باطل پر اس طرح متحد اور جمے ہوئے ہیں اور تم حق پر ہو کر بھی اس طرح ناکام و نامراد ہو۔ حالت یہ ہے کہ تم تیر نہیں چلاتے بلکہ دوسروں کے تیروں کا نشانہ بنتے ہو۔تم حملہ آور نہیں دوسرے تم پر حملہ کرتے ہیں۔ جب میں نے تم سے موسم سرما میں کہا کہ ان پر حملہ کرو تو تم نے کہا یہ تو

سردیوں کے دن ہیں اور جب میں نے گرمیوں میں کہا کہ ان سے لڑو تو تم نے
جواب دیا کہ ابھی شدت کی گرمی ہے۔ جب تم سردی اور گرمی سے بھاگتے ہو تو
بخدا تلواروں کے سامنے تم کہاں ٹھہرو گے۔ اے مرغ بادنما لوگو! تم نے نافرمانی
سے میری سب تدبیریں غلط کردیں۔ اور مجھے غصے سے بھر دیا حتیٰ کہ قریش نے
کہا کہ ابو طالب کا بیٹا بہادر ضرور ہے لیکن لڑائی میں صاحب تدبیر نہیں۔ مجھ
سے زیادہ لڑائی کا ماہر اور مرد میدان کون ہوگا؟
بخدا میری عمر بیس سال کی بھی نہ تھی کہ میں میدان جنگ میں کود پڑا اور آج میری
عمر ساٹھ سال سے زیادہ ہو چکی ہے۔ لیکن جس کا حکم نہیں چلتا اس کی رہنمائی
کیا!''۔ حضرت علیؓ خلیفہ برحق تھے۔ ان کے لئے معاویہؓ کی طرح اہل عراق پر
انعامات ونوازشات کی بارش کرنا ممکن نہ تھا کیونکہ وہ اس کے لئے خود کو اللہ
تعالیٰ کے سامنے جوابدہ سمجھتے تھے۔ حضرت علیؓ اپنے عمال کا سختی سے محاسبہ کرتے
تھے۔ کسی کو بیت المال سے ناحق کچھ نہ دیتے تھے۔ نہ اپنی ذات پر خرچ کرتے
تھے۔ اسی طرح آپ کے دو اہم عامل مصقلہ بن ہبیرہ الشیبانی اور یزید بن حجمۃ
الشیمی بھی ان کا ساتھ چھوڑ کر معاویہؓ سے جا ملے کیونکہ آپ نے ان سے خراج
میں غبن کرنے پر محاسبہ کیا تھا۔ حضرت علیؓ کی زندگی کا بیشتر حصہ مکہ اور مدینہ میں
قریش اور انصار کے درمیان گزرا تھا۔ اور وہ اپنی زندگی کے آخری ایام میں
خلیفہ بننے کے سات ماہ بعد عراق کے نو آباد شہر کوفہ کو دارالخلافہ بنا کر وہاں مقیم
ہوئے جہاں بھانت بھانت کے قبیلے اور گروہ نو مسلم اور غیر مسلم آباد تھے۔ جن
میں اہل شام کی طرح یک جہتی نہ تھی۔ عراقیوں کو ان سے چند انعامات و

نوازشات دادودہش وغیرہ کی جو امیدیں تھیں وہ پوری نہ ہوئیں اور ان کی اکثریت سیدنا حضرت علیؓ سے مایوس ہوتی چلی گئی اور انہوں نے خلیفہ برحق کے احکام و ہدایات کو نظر انداز کرنا شروع کر دیا۔ اور سیدنا حضرت علیؓ کے بار بار کے پرجوش خطبات کے باوجود اہل عراق جہاد سے راہ فرار اختیار کرتے رہے۔(۸)

حوالہ جات

(۱)(تلبیس ابلیس، عبدالرحمٰن ابن جوزی لبغدادی، ص۱۵۰ تا۱۵۵)

(۲)(العبقر یات الاسلامیہ ص۹۵۲ بحوالہ المرتضیٰ ص ۳۳۸)

(۳)(تلبیس ابلیس، ص ۱۵۷)

(۴)(خصائص النبی ﷺ واھلہ ترجمہ شیخ محمد خیر طعمہ حلبی البحتری الشامی ص ۴۸۸۔۴۸۹)

(۵)(العبقر یات الاسلامیہ، ص۹۷۱)

(۶)(العبقر یات الاسلامیہ، ص۹۴۲)

(۷)(البدایہ والنہایہ ج ۷ص ۳۵۶)

(۸)(شرح نہج البلاغہ۔ابن ابی الحدید)

امت کا بحران اور اس کے حل کے لیئے

وزارت مذہبی امور کو سفارشات

فرقہ پرستی اور فکری انتشار نے ملت اسلامیہ کو ایک ایسے دوراہے پر لا کھڑا کیا ہے جو دو انتہاؤں کے درمیان جا کر ختم ہوتا ہے اور مسلمانوں کی سیاسی سماجی فکری اور بالخصوص اعتقادی و مذہبی سالمیت بھیانک خطرات سے دوچار ہے امت مسلمہ راہ اعتدال سے ہٹ چکی ہے غیر اسلامی افکار کی ہر طرف یلغار ہے مسلمان روز بروز تنزلی کی طرف بڑھ رہے ہیں مسلکی کشاکش اور فرقہ ورانہ آویزش نے صورت حال کو اسقدر پیچیدہ کر دیا ہے کہ اب کسی کی املاک ،اسکی زندگی حتیٰ کہ اسکی عزت و آبرو بھی محفوظ نہیں ہے۔عدم اعتدال اور انتہاپسندی نے مسلمانوں کے ملی وجود کو سنگین خطرات سے دوچار کر دیا ہے فرقہ ورانہ آویزش ،فروعی فقہی مناقشات ،مسالک کے تنازعات بالخصوص اہل سنت و اہل تشیع کے مابین پائی جانیوالی انتہاپسندانہ مخاصمت نے فکری زوال اور سیاسی تباہی کے لیئے میدان ہموار کر دیا ہے۔فرقہ پرستی اور فکری انتشار کی وجہ سے آج ملت اسلامیہ ایک ایسے دوراہے پر کھڑی ہے جو دو انتہاؤں کے درمیان جا کر ختم ہوتا ہے۔مسلمانوں کی سیاسی ،سماجی ،فکری ،اور بالخلوص اعتقادی سالمیت ہر لمحہ بھیانک خطرات سے دوچار ہے اسلام کے معتدل نظام عدل واعتدال کو مسخ کر دیا گیا ہے کوئی بھی آسانی سے اپنی شکست تسلیم کرنے کو تیار نہیں۔ایسی نازک صورتحال میں ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلمانوں کو فکری انتشار اور مسلکی انتہاؤں سے نکال کر اعتدال کی راہ

پر لگایا جائے۔ تاکہ وہ عظمت رفتہ کی بحالی کا فریضہ انجام دے سکیں اس کجروی کی بنیادی وجہ مسلمانوں کی اپنے دین سے ناآشنائی انتہا پسندی اور علماء کی تنگ نظری ہے فرمان نبوی ہے "اختلاف اصحابی رحمت و اسعة" صحابہ کرام فقہا اور آئمہ کا علمی اختلاف امت کے لیئے باعث رحمت ہے۔ آج دنیا میں جس قدر گہما گہمی اور سائنسی طرقی نظر آرہی ہے یہ تمام اختلاف ہی کی مرہون منت ہے یہ اختلاف لیل و نہار، فصلوں اور موسموں کا اختلاف، زبان و رنگ و نسل کا اختلاف یہ سب اختلافات فطرت ہیں اور انہی پر دنیا کا دارومدار ہے ایک حکیم کا قول ہے دل آدمی کا مردہ ہے اسکی زندگی علم سے ہے اور علم انسان کا مردہ ہے اسکی زندگی بحث و استدلال سے ہے۔ اسی طرح قرآن وسنت کے احکام کی تعبیر وتفسیر میں صرف متاخرین ہی نہیں آئمہ کرام اور خود صحابہ کرام تک کے درمیان شاید ایک بھی احکامی آیت ایسی نہ ملے گی جس کی تفسیر میں تمام متفق ہوں۔

مذموم اختلاف:۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر وہ کون سا اختلاف ہے جس کی قرآن مجید میں مذمت کی گئی ہے جو دین کے لیئے مذموم ہے اسکا جواب یہ ہے کہ قرآن اس صحت بخش اختلاف رائے کا ہرگز مخالف نہیں ہے جو دین میں متفق اور اسلامی نظام میں متحد رہتے ہوئے محض احکام وقوانین میں مخلصانہ تحقیق کی بنا پر کیا جائے۔ اسلام صرف اور صرف اس اختلاف کی مذمت کرتا ہے جو نفسانیت اور کج نگاہی، نفس پرستی، تعصب اور تنگ نظری سے شروع ہو کر فرقہ بندی و باہمی نزاع تک نوبت پہنچا دے اس اختلاف کے

متعلق قرآن مجید میں ارشاد ہے (ولا تکونوا کالذین تفرقوا واختلفوا من بعد ماجاء ھم البینٰت وآولٰئک لھم عذاب الیم) اور تم لوگ ان کی طرح مت ہو جانا جنہوں نے باہم تفریق کر لی اور باہم اختلاف کر لیا واضح احکام پہنچ جانے کے بعد اور ان لوگوں کے لیئے سزائے عظیم ہوگی۔

آج ملت اسلامیہ کے منتشر اور متصادم گروہوں میں یگانگت اور یکجہتی کی ضرورت ہے۔فرقہ پرستی کی مذمت کرتے ہوئے سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ ارشاد فرماتے ہیں مسلمانوں کا خدا ایک، نبی ایک، کتاب ایک، کیا خداوند کریم نے انہیں اختلاف کا حکم دیا ہے۔(نہج البلاغہ ترجمہ، ص ۲۰۲)

دوسری جگہ آپکا ارشاد گرامی ہے فرقہ بندی سے بچے رہنا، جو شخص جماعت سے الگ ہو جائے وہ شیطان کے نرغے میں آجاتا ہے جیسا کہ ریوڑ سے الگ بکری بھیڑیے کی غذا بن جاتی ہے خبردار جو شخص فرقہ بندی کا داعی ہو اسے ہلاک کر دو اگر چہ میری ہی دستار کے نیچے ہو۔(نہج البلاغہ ترجمہ، ص ۲٦١)

مختصر یہ کہ ہمیں ان بزرگ ہستیوں کے متعلق یہ زیب نہیں دیتا کہ سیکڑوں سال بعد ان کے اعمال و کردار میں کیڑے نکالتے رہیں اور اپنے اسلاف کے ماضی کو داغدار کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا کر امت میں تفرقہ ڈالیں۔اسلام امن اور بھائی چارہ کا درس دیتا ہے غیر مسلموں کے ساتھ بھی محبت و مودت، رواداری اور حسن سلوک کی تعلیم دیتا ہے اسلام جاہلی عصبیت تعصب کا سخت مخالف ہے ہمیں چاہیئے کہ ہم تعصب سے بالاتر ہو کر عصبیت سے نکل کر مخالف فریق کے عالمانہ تحریرات و بیانات اور ان کے علمی

ذخیرہ سے استفادہ کریں اور جس قدر ان کا علمی مقام ہے ان کے علم سے استفادہ کرتے ہوئے اختلافی مسائل پر دلائل و براہین سے قرآن وسنت کی روشنی میں احسن طریقے سے دلیل کے ساتھ جواب دیں اور افہام وتفہیم کی فضاء قائم کریں اسلام جاہلی عصبیت وتعصب کا سختی سے منع کرتا ہے حضور اکرم ﷺ کا فرمان مبارک ہے کہ جو شخص کسی عصبیت کے لیئے غصے میں آیا، عصبیت کی لوگوں کو دعوت دی، عصبیت پر کسی کی مدد کی پھر وہ قتل کر دیا گیا اس کی موت جاہلیت کی موت ہے (مسلم شریف:١٨٤٩)

آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے جو عصبیت پر لڑا وہ ہم میں سے نہیں، جو عصبیت پر مرا وہ ہم میں سے نہیں (ابوداؤد)

اسلام امن وسلامتی کا مذہب ہے بلکہ وہ ایک غیر مسلم کے مقابلے میں مسلمان کی ناحق حمایت کی سختی سے مخالفت کرتا ہے اور واضح طور پر اعلان کرتا ہے (یا ایھا الذین امنو کونو قوّمین للّٰہ شھدآءَ بالقسط ولا یجرمنکم شنان قومٍ علی الّا تعدلو اِعدلو ھوَ اقرب للتقویٰ) اے ایمان والو کھڑے ہو جایا کرو اللہ کے واسطے انصاف کی گواہی دینے کے لیئے اور کسی قوم کی دشمنی کے باعث انصاف کو ہرگز نہ چھوڑ و عدل کرو یہی بات زیادہ نزدیک ہے تقویٰ سے (المائدہ آیت نمبر ٧،٨)

سورۃ الشوریٰ میں واضح طور پر اعلان فرمایا گیا ہے (قل امنتُ بما انزل اللّٰہ من کتابِ وامرت لاعدِلَ بینکم اللّٰہ رَبُنا وربکم لنا اعمالنا ولکم اعمالُکم) اور کہو کہ میں اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب پر ایمان رکھتا ہوں اور

مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان انصاف کرو اللہ ہمارا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے ہمارے لیئے ہمارے اعمال اور تمہارے لیئے تمہارے اعمال (الشوریٰ آیت نمبر ۱۵)۔

حدیث شریف میں حضرت علیؓ کے عہد کا مشہور واقع ہے کہ آپؓ کی زرہ گم ہوگئی معلوم ہوا کہ ایک یہودی نے چوری کر لی ہے آپؓ نے عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا آپؓ خود خلیفہ وقت ہوتے ہوئے قاضی کے سامنے عدالت میں حاضر ہوتے ہیں، مگر گواہ آپکے بیٹے اور غلام تھے، قاضی نے قرابت داری کی بنا پر بیٹے اور غلام کی گوہی قبول نہ کی اور فیصلہ امیر المومنینؓ کے خلاف اور یہودی کے حق میں کر دیا سیدنا حضرت علیؓ کی تعلیمات کی روشنی میں ہمیں اس وقت تعمیر ملت کی ضرورت ہے نئی نسل کی تعلیم و تربیت کرنی ہے گڑھے مردے اکھاڑنے اور ان کے نام پر ایک دوسرے کو برا کہنے اور باہم دست و گریباں ہونے کی ضرورت نہیں مسلم امہ کے اتحاد مسالک میں ہم آہنگی فرقہ ورانہ تشدد کے خاتمہ اور امن کی بالا دستی کے لیئے ہمیں ایک دوسرے کے مقدسات کی عزت واحترام اور عظمت و شان کو ملحوظ خاطر رکھنا ہوگا۔

نئی نسل کو اسلام کی حقیقی فکر و تعلیمات سے روشناس کرانا ہوگا ملت اسلامیہ کے منتشر و متصادم گروہ میں یگانگت اور یکجہتی پیدا کرنا ہوگی مختلف طبقوں میں پائے جانیوالے انتہا پسندانہ رجحانات، تنگ نظری اور عدم برداشت کی حوصلہ شکنی کر کے اسلام کا متوازن اور رواداری انہ طرز عمل اپنانا ہوگا۔(۱) بین المسالک ہم آہنگی کے لیئے ضروری ہے کہ علماء حق میدان میں آئیں، عزیمت اور جرأت کے ساتھ حق کے لیئے

آواز بلند کریں اور اسلام کی حقیقی روح اور تعلیم سے امت مسلمہ کو روشناس کرائیں۔

(۲) وزارت مذہبی امور کی نگرانی میں تمام مکاتب فکر کے جید اور اعتدال پسند علماء پر مشتمل ایک کمیٹی ہو جو تمام مکاتب فکر کے کتب کو چیک کر کے قرآن و سنت کی روشنی میں جائزہ لے کر غیر شرعی اور متنازعہ مواد کو خارج کرے۔

(۳) ہر مسلک کے اندر ایسے متشدد افراد موجود ہیں جو انتہا پسندی اور غلو سے کام لیتے ہیں اور دوسرے مسالک کے اکابرین اور تحفظات کا احترام نہیں کرتے، کمیٹی کی یہ ذمہ داری ہوگی کہ وہ ایسے افراد کے متشددانہ غلط اور باطل نظریات کی گرفت کریں اور اگر ضرورت ہو تو ایسے افراد کو قانون کی گرفت میں لائیں۔

(۴) مختلف مسالک کے طلباء اور علماء کے لیئے یہ ضروری ہو کہ وہ ایک دوسرے کے مدارس اور تربیت گاہوں میں وقتاً فوقتاً یکجہتی و ہم آہنگی اور اتحاد و اتفاق پیدا کرنے کے لیئے قرآن و سنت کی حقیقی روح سے وعظ و نصیحت کریں اور خوف خدا و فکرِ آخرت کی یاد دلوائیں۔

(۵) عقیدے اور کلامی مباحث اور مناظرہ سے حتیٰ الامکان اجتناب کیا جائے، ممبر و محراب سے اخلاقیات اور احترام انسانیت رواداری اور محبت و مودت کا درس دیا جائے۔

(٦) تمام مکاتب فکر کی یہ کمیٹی اختلافی بحثوں سے ہٹ کر افراط و تفریت سے پاک قرآن و سنت کی روشنی میں مقام صحابہ و مقام اہل بیت پر مشترکہ کتب و رسائل لکھنے کا انتظام و اہتمام کرے تاکہ مسلم امہ کو اپنے اسلاف کے کارناموں اور صحیح مقام سے

روشناس کرایا جا سکے۔

(۷) ملک میں انتشار و انارکی اور قتل و غارت روکنے کے لیئے ضروری ہے کہ اگر کوئی شخص یا جماعت یا کوئی مسلک کوئی ایسا کام دیکھے جو ناپسندیدہ ہے یا اسکی وجہ سے دوسرے مسلک پر زد پڑتی ہو تو وہ خود قانون کو ہاتھ میں لینے کی بجائے فوراً علماء کرام کی اس مشترکہ کمیٹی کو آگاہ کرے تاکہ وہ اس پر قانون کے مطابق کاروائی کر سکیں۔

(۸) مسلکی اختلافات کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ ہر مسلک یہ دعویٰ کرتا ہے کہ حق صرف اور صرف میرے مسلک میں ہے اور دوسرے فرقوں کے بارے میں متعصب رویہ اختیار کرتا ہے اور بلاوجہ الزام تراشی کرتا ہے، اسلام اس کی ہرگز اجازت نہیں دیتا بلکہ یہ ایک عصبیت جاہلیہ ہے جس کی اس مہذب معاشرہ میں کوئی گنجائش نہیں۔

(۹) فرقہ واریت اور مسلکی اختلاف کا ایک بڑا سبب مکتبی انفرادیت ہے ہر گروہ اور مسلک اپنی اپنی دکان چمکانے کے لیئے اپنے ذاتی نام و نمود اور ذاتی مفاد کی خاطر چھوٹے چھوٹے گروہوں میں مذہب و عقیدہ کے نام پر غیر ملکی سرپرستی میں ملک و ملت کے لیئے تفرقہ اور فتنہ کا باعث بنے ہوئے ہیں ان کا سدباب کیا جانا وقت کا اہم تقاضا ہے۔

(۱۰) وطن عزیز کے امن و سکون برباد کرنے میں غیر ملکی ایجنسیاں، این جی اوز، سول سوسائٹیز بعض ٹی وی چینلز اور ایسی بہت سی تنظیمیں خدمت خلق کے نام پر ملک میں غیر ملکی ایجنڈے پر کام کر رہی ہیں۔ غیر ملکی فنڈنگ کے ذریعے نوجوان نسل کے جذبات کو، ملکی و ملی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کے لیئے ذہن سازی کی جاتی ہے حکومت

وقت ایسی تنظیموں کا فوری طور پر سد باب کرے۔

(۱۱) اقلیتی فرقوں کے تحفظ اور انکی تعمیر و ترقی کے لیئے اسلامی اصولوں کے مطابق عمل درامد کو یقینی بنایا جائے۔

(۱۲) حضور اکرم ﷺ کی عظمت و حرمت ہمارے ایمان کا بنیادی حصہ ہے توہین رسالت کا مرتکب قانوناً اور شرعاً موت کی سزا کا مستحق ہے جس کی حکومت پاکستان پہلے سے قانون سازی کر چکی ہے اس پر عمل درامد کو یقینی بنانے کے لیئے "**نیشنل علماء و مشائخ کونسل**" کی تحقیق کے بعد قانون کی گرفت میں لایا جائے تا کہ کسی بے قصور کے ساتھ زیادتی نہ ہو۔

(۱۳) تمام مذہبی طبقات کو چاہیئے کہ اختلافات کو نزاعات میں بدلنے کی بجائے مفاہمت، شائستگی، سنجیدگی، رواداری اور افہام و تفہیم سے مسائل کا حل نکالنا چاہیئے اور ایک دوسرے کے خلاف کفر و شرک، گستاخ رسول اور تکفیری سوچ سے اجتناب کرنا چاہیئے۔

(۱۴) بین المسالک ہم آہنگی اور فرقہ ورانہ تشدد کے اسباب کا عمیق جائزہ لیا جائے اور ان کے حل کے لیئے مشترکہ علماء کمیٹی ایک لائحہ عمل تیار کرے۔

(۱۵) جید علماء کے (۲۲) بائیس نکات جس پر تمام مکتب فکر کے علماء کرام پہلے سے متفق و متحد ہیں اس کو آئین پاکستان میں شامل کر کے ہر قسم کی دہشتگردی اور ملک دشمنی سینچات حاصل کی جا سکتی ہے۔

مندرجہ بالا شفارشات اور تجاویز کو عملی جامہ پہنانے کے لیئے وزارت مذہبی امور کی

بنائی ہوئی ''نیشنل علماء ومشائخ کونسل'' کے سپرد کیا جائے ،اور اس کونسل کو حکومت کی طرف سے پوری پوری معاونت و سرپرستی اور احکام کو نافذ کرنے کا قانونی اختیار حاصل ہو۔تا کہ یہ کونسل امت میں تفرقہ اور انتشار پھیلانے والے شرپسند عناصر کے خلاف فوری قانونی کاروائی کر سکے۔

''نیشنل علماء ومشائخ کونسل'' تمام مسالک کی نمائندہ کونسل ہے اس لیئے کسی بھی مکتب فکر کو کسی قسم کا کوئی اعتراض نہ ہوگا۔

وما علینا الا البلاغ المبین

مصادر ومراجع

قرآن کریم

صحیح بخاری - ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری

صحیح مسلم - الحافظ ابی الحسین مسلم بن الحجاج القشیری

تجرید بخاری - امام بخاری

مشکواۃ المصابیح - محمد بن عبداللہ الخطیب

جامع ترمذی - امام احمد بن عیسیٰ ترمذی

سنن ابن ماجہ - حافظ ابی عبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ

سنن ابوداؤد - امام ابوداود سلیمان بن اشعث

سنن نسائی - امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب النسائی

الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب - ابن عبدالبر القرطبی

الاصابۃ فی تمیز الصحابہ - ابن حجر

البدایہ والنہایہ - حافظ ابن کثیر

تاریخ الکامل - ابن اثیر

تاریخ الخلفاء - علامہ سیوطی جلال الدین

مقدمہ ابن خلدون - عبدالرحمٰن ابن خلدون

عمدہ القاری - علامہ بدرالدین ابی محمد المحمود العینی

فتح الباری - محافظ احمد بن علی ابن حجر

الطبری - علامہ ابن جریر طبری

تاریخ اسلام - الذھبی

الاحکام السلطانیہ - الماوردی

منہاج السنہ - ابن تیمیہ

تاریخ الیعقوبی - احمد الیعقوبی احمد بن یعقوب

تاریخ اسلام - شاہ معین الدین ندوی

تاریخ بغداد - خطیب بغدادی

الفخری - ابن طباطباء

جوامع السیرۃ - ابن حزم

کتاب الجرح والتعدیل - ابو حاتم الرازی

تہذیب التہذیب - ابن حبان

الاخبار الطوال - ابو حنیفہ الدینوری

طبقات ابن سعد - ابن سعد

ابن عساکر - حافظ ابن عساکر

الصواعق المحرقۃ - الہیثمی

الروضۃ الندیہ شرح العقیدۃ الواسطیہ - یزید بن عبد العزیز

النبراس علی شرح العقائد - علامہ عبد العزیز فرہاوی

العواصم من القواصم - قاضی ابوبکر ابن عربی

الاعتصام - الشاطبی

اعلام الموقعین - ابن القیم

لسان المیزان - العسقلانی

تاریخ ابن عساکر	۔	ابن عساکر
انسائیکلوپیڈیا آف اسلام	۔	شارٹر
العبقر یات الاسلامیہ	۔	علامہ محمود عباس العقاد عبقری
فتاویٰ ابن تیمیہ	۔	ابن تیمیہ
مکتوبات امام ربانی	۔	امام ربانی مجدد الف ثانی
حجۃ اللہ البالغہ	۔	شاہ ولی اللہ دہلوی
مقتل الامام امیر المومنین	۔	حافظ ابوبکر بن ابی الدنیاء
اصابہ سیر صحابہ	۔	ڈاکٹر حمید اللہ
رحمت اللعالمین	۔	قاضی محمد سلیمان
تاریخ ادب عربی	۔	الاستاذ احمد حسن زیادت
معجم البلدان	۔	یاقوت
نیرنگ فصاحت	۔	سید ذاکر حسین اثنا عشری
ازالۃ الخفا	۔	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
سیرت النبی	۔	مولانا شبلی نعمانی
حیات محمد	۔	محمد حسین ہیکل
اسلام	۔	سید جسٹس امیر علی
اسلامی انسائیکلوپیڈیا	۔	سید قاسم محمود
آیات بینات	۔	نواب محسن الملک
تاریخ دعوت وعزیمت	۔	سید ابوالحسن علی ندوی
ابوبکر صدیق اکبرؓ	۔	محمد حسین ہیکل

عشرہ مبشرہ - بشیر ساجد

الفاروق - مولانا شبلی نعمانی

خلافت ابوبکرؓ وعمرؓ - ڈاکٹر طہٰ حسین وترجمہ

عشرہ مبشرہ - سید جلال الدین جعفری تھانسیری

المرتضیٰ - سید ابوالحسن علی ندوی

علیؓ - ڈاکٹر حمید اللہ

کوکب دری فی فضائل علیؓ - سید محمد صالح کشفی

مناقب مرتضوی - سید شریف حسین جعفری

شرح نہج البلاغہ - ابن ابی الحدید

الکافی - محمد بن یعقوب الکلینی

روضۃ الکافی - محمد بن یعقوب االکلینی

بحارانوار - مجلسی

الارشاد - المفید

الامامۃ والتبصرۃ من الحیرہ - الصدوق علی بن بابویہ

الصدوق - کمال الدین

مروج الذہب - ابوالحسن بن حسین بن علی المسعودی

فرق الشیعہ - للحسن بن موسیٰ النوبختی

احقاق الحق - علامہ قاضی نوراللہ شوشتری متوفی 1019ھ

تفسیر صافی شرح اصول کافی - محمد بن یعقوب کلینی م ۲۲۸ھ

مجالس المومنین - قاضی نوراللہ شوشتری مکتبہ اسلامیہ تہران

احتجاج طبرسی ـ ابومنصور احمد بن علی بن طالب طبرسی

تفسیر مجمع البیان ـ الحسن الطبرسی

تفسیر عسکری ـ امام حسن عسکری

غزوات حیدری ـ مرزا باذل

حق الیقین ـ باقر مجلسی تہران

کتاب الغارات ثقفی ـ ابواسحاق ثقفی انجمن آثار ملی ایران

نہج البلاغہ شرح ـ ابن میثم مطبوعہ ایران

ناسخ التواریخ ـ لسان الملک محمد تقی سپہروی

دربار اکبری ـ محمد حسین آزاد

دستور علی (فارسی) ـ ڈاکٹر صادق تقوی ایرانی

الموافقہ بین اہل بیت والصحابہ علامہ زمخشری

کتاب الخراج ـ امام ابویوسف

مفاتیح الجنان ـ الشیخ عباس القمی

الشیعہ والرجعت ـ ـ شیخ عباس قمی

مکیال المکارم فی فوائد الدعاء محمد تقی موسوی

الصحیفۃ المحدید ـ کاشانی

شرائع الاسلام ـ محقق علی

حیات امام ـ باقر شریف قرشی

خصائص الائمہ ـ شریف رضی

انساب الاشراف ـ البلازری

قرب الانساد - حمیری

الملل والنحل - شہرستانی

تلخیص الشافی - الطوسی

رجال کشی - والنجاشی

منہج الحق - المجلسی

زمادزندانی مناقب آل ابی طالب - ابن شہر آشوب

کشف الغمہ وعن معرفہ الائمہ . علی بن عیسیٰ اردبیلی

مستدرک حاکم - حاکم

مختصر تاریخ سراسینس A short history of the Saracens

مصنف - ابن ابی شیبہ

مصنف - عبدالرزاق

شرح نہج البلاغہ - بیہقی

حیات الحیوان - علامہ کمال الدین الامیری

شرح فقہ اکبر - محقق علامہ کمال ابن ہمام

تفسیر سورۃ یوسف - پروفیسر حافظ سعید

شہید کربلا - مولانا قاری محمد طیب

کنزل العمال - علامہ علاالدین علی متقی بن حسام الدین

صفتہ الصفوۃ - لابن الجوزی

خصائص النبی واہلہ - شیخ محمد طعمہ جلی الشامی (ترجمہ پنجتن پاک)

طبقات الاصفیاء - ابی نعیم الصبہانی

خالد بن ولید - صادق عرجون

تہذیب تاریخ دمشق الکبیر

الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند

تاریخ فیروز شاہی

تاریخ مشائخ چشت - خلیق احمد نظامی

انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر

وفیات الاعیان

وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ

نیو ورلڈ آف اسلام - New world of Islam

القاموس - مجد الدین

مقاتل الطالبین

مسند فاطمۃ الزہراءؓ

عبقریۃ الامام علی - عباس محمود العقاد

عمر بن عفان ذوالنورین - صادق عرجون

☆☆☆